

قُرْبَانِی، عقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ

ماہِ ربيع

www.KitaboSunnat.com

لَا تُغْلِبُهَا هَيْئَةٌ بِعَقِيقَتِهِ



وَالْقَبْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ



فَإِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ
وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



فَصَلِّ الْحَقَّ



معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مَجْلِسُ التَّحْقِیْقِ الْإِسْلَامِیِّ کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 www.KitaboSunnat.com

قُرْبَانِی، عقیقہ اور عشرہ ذی الحجۃ

منارِ وق فیض



www.KitaboSunnat.com

فصل الخطاب للنشر والتوزيع
0300-8074150

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

LIBRARY

www.KitaboSunnat.com

Lahore

Islamic

University

Book No.

قربانی، عقیقہ اور شہودی الحج

91-Bahawalpur Road, Town, Lahore

تألیف:

فانوق رفیع

آر 252
فاروق

ملنے کے لیے

نعمانی کتب خانہ: حق سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون: 042-37321865

مکتبہ اسلامیہ: ہادیہ علیہ سنٹر، اردو بازار لاہور فون: 042-37244973

مکتبہ اسلامیہ: بیرون امین پور بازار، کوتوالی روڈ، فیصل آباد فون: 041-2641204

اسلامی اکڈمی: الفضل مارکیٹ، اردو بازار لاہور فون: 042-37357587

کتاب سرائے: الحمد مارکیٹ، اردو بازار لاہور فون: 042-37320318

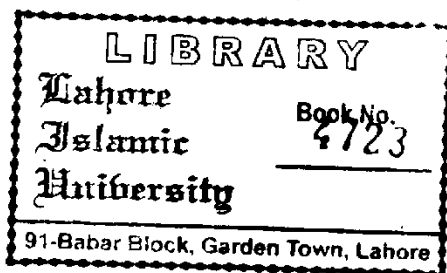
مکتبہ عائشہ: اقبال مارکیٹ، اقبال روڈ، کبھی چوک، راولپنڈی فون: 051-5551014

اسلامک بک کمپنی: امین پور بازار، فیصل آباد فون: 041-2647308

فَضْلُ الْخَطِّ

للنشر والتوزيع

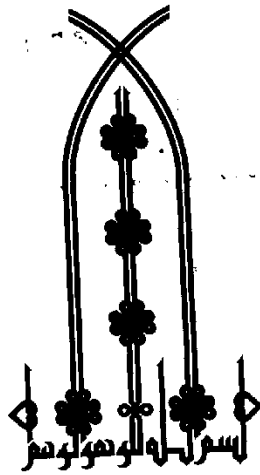
0300-8074150



www.KitaboSunnat.com



قربانی، حقیقتہ اور عشرہ ذی الحجہ



www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

فہرست

﴿﴾ مقدمہ 17

قربانی کی تعریف اور حکم

﴿﴾ انسان میں قربانی کا جذبہ 19

﴿﴾ قربانی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی عظیم ترین سنت 20

﴿﴾ عظیم ذبیحہ کیا تھا؟ 24

﴿﴾ ذبح کون تھے؟ 25

قربانی کی اہمیت و فضیلت

﴿﴾ قربانی کی فضیلت میں ضعیف روایات 28

﴿﴾ قربانی کا حکم 32

﴿﴾ قربانی سنت مؤکدہ 32

﴿﴾ سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کا عمل 34

﴿﴾ ایک ضعیف اثر کا بیان 35

﴿﴾ علماء کے اقوال و آراء 35

﴿﴾ سعودی فتویٰ کمیٹی کا فتویٰ 37



- ❖ رائج موقف 37
- ❖ قربانی کے وجوب کے دلائل اور ان کا جائزہ 38
- ❖ کیا رسول اللہ ﷺ پر قربانی واجب تھی؟ 42
- ❖ قربانی کا مقصد 43
- ❖ قبولیت قربانی کی شرطیں 44
- ❖ ① تقویٰ وللہیت 44
- ❖ ② رزق حلال 45

قربانی کے احکام و مسائل

- ❖ غیر اللہ کے نام کی قربانی 47
- ❖ قربانی کی رقم صدقہ کرنا 49
- ❖ قربانی کرنے والے کے لیے ضروری امور 50
- ❖ دوہیل جانور قربان نہ کیا جائے 51
- ❖ حج میں قربانی کرنا 52
- ❖ حاجی کا اہل خانہ کی طرف سے علیحدہ قربانی کرنا 53
- ❖ مسافر کا قربانی کرنا 55
- ❖ مذاہب و آراء 55
- ❖ رائج موقف 55

میت کو قربانی میں شامل کرنا

- ❖ فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ کا فتویٰ 60



- ❖ زندہ افراد کو قربانی میں شامل کرنا 64
- ❖ امت کو قربانی میں شریک کرنا خاصہ رسول 65
- ❖ میت کی طرف سے مستقل قربانی کرنا 66

قربانی کے جانور

- ❖ قربانی کے جانوروں کی تفصیل 68
- ❖ بھینس کی قربانی کا حکم 72
- ❖ حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ کا فتویٰ 74
- ❖ مفتی مبشر احمد ربانی رحمہ اللہ کا فتویٰ 74
- ❖ قربانی کے جانور کا دودانتا ہونا 74
- ❖ تحقیق الحدیث 75
- ❖ مُرْتَّہ کی تعریف 76
- ❖ مسنہ کی عدم دستیابی کی صورت میں 77
- ❖ دودانتا جانور با آسانی میسر آ جائے تو! 79
- ❖ جذعہ (بھیڑ کے کھیرے) کی عمر کا بیان 81
- ❖ رائج قول 81
- ❖ بکری کے جذعہ (کھیرا) کی قربانی کا حکم 82
- ❖ حاملہ جانور کی قربانی 85
- ❖ محمد بن ابراہیم آل الشیخ کا فتویٰ 86
- ❖ خصی جانور کی قربانی 88

- ❦ کیا خُصی جانور کی قربانی مستحب ہے 89
- ❦ غیر خُصی جانور کی قربانی 90
- ❦ قربانی کے جانور کی خوب نشوونما کرنا 90
- ❦ قربانی کے جانوروں کو قربہ کرنے کی روایات 92
- ❦ خلاصۃ التحقیق 94
- ❦ کس جانور کی قربانی افضل ہے؟ 94
- ❦ قربانی کے جانوروں کی فضیلت کے بارے ضعیف روایات 96
- ❦ رسول اللہ ﷺ کس رنگ کا جانور قربانی کرتے؟ 98
- ❦ سفید رنگ کی بکری کی قربانی 100
- ❦ سینگوں والے جانور کی قربانی 101

جن جانوروں کی قربانی جائز نہیں

- ❦ قربانی میں ممنوع جانور 103
- ❦ معمولی عیوب درخور اعتناء نہیں 104
- ❦ کان اور آنکھ کا عیوب سے پاک ہونا 105
- ❦ سینگ ٹوٹا ہو یا کان کٹا ہو تو! 107
- ❦ أَغْضَبُ الْقَرْنِ کی توضیح 108
- ❦ رائج موقف 109
- ❦ باہر سے ٹوٹا ہوا سینگ عیب نہیں 110
- ❦ دانت کا ٹوٹنا یا زخمی ہونا 111



❖ قربانی کے جانور کا دم کٹنا ہونا 112

❖ جانور خریدنے کے بعد عیب واقع ہونا؟ 113

تمام اہل خانہ کی طرف سے ایک قربانی

❖ ایک گھرانہ ایک قربانی 115

❖ رائج موقف 116

❖ امام طحاوی رحمہ اللہ کا دعویٰ تنسیخ 120

❖ گھر والوں کی طرف سے علیحدہ قربانی کرنا 122

❖ ایک آدمی کا دو جانور ذبح کرنا 122

اونٹ اور گائے کے حصے

❖ قربانی کے اونٹ میں دس حصے 125

❖ گائے اور اونٹ کے ایک سے زائد حصوں میں شریک ہونا 127

❖ مذہب اقول 129

❖ مذہب ثانی 131

❖ مذہب ثالث 133

❖ مذہب رابع 134

❖ مذہب خامس 134

❖ رائج مذہب 135

ایام قربانی کا بیان

❖ قربانی کی راتوں میں ذبح کا حکم 136



- ❖ رائج موقف 136
- ❖ قربانی کا افضل دن 137
- ❖ چوتھے دن قربانی کرنا 139
- ❖ قربانی کا ابتدائی وقت 139
- ❖ نماز عید سے قبل قربانی ذبح کرنے کا کفارہ 141

ذبح کرنے کے آداب

- ❖ قربانی کو اچھے طریقے سے ذبح کرنا 145
- ❖ جانور کے سامنے چھری تیز کرنا 146
- ❖ ذبیحہ کو دوسرے جانوروں سے چھپا کر ذبح کرنا 147
- ❖ ذبح کے وقت ذبیحہ کا منہ قبلہ رخ کرنا 148
- ❖ اونٹ کے علاوہ جانوروں کو لٹا کر ذبح کرنا 150
- ❖ ذبیحہ کے پہلو پر قدم رکھنا 151
- ❖ بسم اللہ پڑھ کر جانور ذبح کرنا 152
- ❖ بسم اللہ واللہ اکبر پڑھنا 153
- ❖ قربانی ذبح کرتے وقت صاحب قربانی کا نام لینا 154
- ❖ رائج مذہب 154
- ❖ اونٹ کو نحر کرنا 156
- ❖ نحر کرنے کا مسنون طریقہ 158
- ❖ قربانی کا جانور خود ذبح کرنا 158



- ❖ ذبح کرتے وقت تعاون لینا 160
- ❖ ذبح کرنے میں نائب بننا اور نائب بنانا 160
- ❖ کیا عورت قربانی کا جانور ذبح کر سکتی ہے؟ 161
- ❖ ذبح کے وقت حاضر ہونا 163
- ❖ عید گاہ میں قربانی کا جانور ذبح کرنا 164
- ❖ صاحب قربانی پر گوشت کھانا واجب نہیں 168
- ❖ رائج موقف 168

قربانی کے گوشت کا مصرف

- ❖ قربانی کے گوشت کی تقسیم کا طریقہ کار 170
- ❖ پہلا موقف 170
- ❖ دوسرا موقف 171
- ❖ رائج موقف 171
- ❖ تین دن سے زائد قربانی کا گوشت ذخیرہ کرنا 173
- ❖ مذاہب و آراء 176
- ❖ رائج موقف 177
- ❖ حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان 178

چرمہائے قربانی کا مصرف

- ❖ قربانی کا چمڑا ذاتی استعمال میں لانا 179
- ❖ قربانی کی کھالیں بیچنا جائز نہیں 180



- 180..... قربانی کا چڑا بطور اجرت دینا ﴿﴾
- 182..... قربانی کے چڑوں سے مبلغین و مدرسین کو تنخواہ دینا ﴿﴾
- 183..... مصارف صدقات ﴿﴾

عقیقہ کا بیان

- 185..... وجہ تسمیہ ﴿﴾
- 186..... خلاصہ کلام ﴿﴾
- 186..... عقیقہ کے بجائے نیکہ یا ذبیحہ کا لفظ کہنا ﴿﴾
- 188..... عقیقہ کا حکم ﴿﴾
- 188..... مذہب اول ﴿﴾
- 190..... مذہب ثانی ﴿﴾
- 191..... مذہب ثالث ﴿﴾
- 193..... رائج موقف ﴿﴾
- 195..... عقیقہ کے بجائے رقم صدقہ کرنا ﴿﴾
- 196..... عقیقہ میں جانور کے عوض گوشت دینا ﴿﴾
- 196..... عبد اللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ کا فتویٰ ﴿﴾
- 196..... عقیقہ میں کتنے جانور ذبح کیے جائیں؟ ﴿﴾
- 197..... لڑکے کی طرف سے ایک جانور ذبح کرنا؟ ﴿﴾
- 199..... عقیقہ کے جانور ﴿﴾
- 200..... گائے اور اونٹ سے عقیقہ کرنا ﴿﴾



- ❖ عقیقہ کے جانور کی شرائط 200
- ❖ عقیقہ کا وقت 201
- ❖ جو شخص عقیقہ کرنے کی طاقت نہ رکھے 202
- ❖ ایک غلط رسم کا رواج 203
- ❖ کیا آدمی اپنا عقیقہ خود کر سکتا ہے؟ 203
- ❖ عقیقہ کا جانور ذبح کرتے وقت کے مسنون کلمات 204
- ❖ عقیقہ کے جانور کی ہڈیاں توڑنا 205
- ❖ عقیقہ کے گوشت کا مصرف 206
- ❖ عقیقہ کے سری پائے صدقہ کرنا 206
- ❖ عقیقہ کے موقع پر رسم مہندی 206
- ❖ فضیلۃ الشیخ مبشر احمد ربانی رحمہ اللہ کا فتویٰ 207

عشرہ ذی الحجہ کے فضائل و مسائل

- ❖ ① حرمت کا مہینہ 208
- ❖ ② حج کا مہینہ 209
- ❖ ③ ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن 209
- ❖ عشرہ ذی الحجہ کے فضائل کے متعلق ضعیف روایات 210
- ❖ عشرہ ذی الحجہ اور رمضان المبارک کا آخری عشرہ؟ 213
- ❖ عرفہ کے روزہ کی فضیلت 214
- ❖ ذوالحجہ کے نو روزے رکھنا 215



- 216..... ایک تعارض اور اس کا حل ❖
- 217..... کیا عرفہ کا روزہ مکہ مکرمہ کی تاریخ کے مطابق رکھا جائے؟ ❖
- 217..... حافظ عبدالستار حماد رحمہ اللہ کا فتویٰ ❖
- 219..... حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ کا فتویٰ ❖
- 221..... سال بھر کا افضل دن ❖
- 222..... یوم عرفہ کا روزہ میدانِ عرفات میں ❖

عشرہ ذوالحجہ میں ممنوع افعال

- 225..... مذاہب و آراء ❖
- 226..... رائج موقف ❖
- 227..... بال اور ناخن زائل نہ کرنے کی حکمت ❖
- 227..... قربانی کرنے والا اگر بال یا ناخن کاٹ لے تو ❖
- 227..... گھر کے افراد اس حکم میں شامل ہیں؟ ❖
- 228..... سعودی فتویٰ کمیٹی کا فتویٰ ❖
- 229..... عشرہ ذوالحجہ میں تکبیرات کا آغاز و اختتام ❖
- 230..... رائج موقف ❖
- 231..... ضعیف روایات کی نشاندہی ❖

تکبیرات کا بیان

- 232..... کیا یکم ذوالحجہ سمیت ذوالحجہ کے ابتدائی آٹھ دنوں میں تکبیرات کہنا ❖
- 232..... ضعیف روایات کا بیان ❖



- 234..... ❖ تکبیرات کے اوقات
- 236..... ❖ عورتیں بھی تکبیرات کہیں گی
- 238..... ❖ حائضہ عورتیں بھی تکبیرات کہیں گی!
- 239..... ❖ تکبیرات کے الفاظ

www.KitaboSunnat.com





مقدمہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَ مَنْ يُضِلِّهِ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا، وَكُلُّ بِذْعَةٍ ضَلَالَةٌ، أَمَّا بَعْدُ!

قربانی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی عظیم سنت اور رسول مکرم ﷺ کا دائمی عمل ہے، پھر اہل اسلام کو اس اہم عمل کی خاصی تاکید ہے۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ قربانی کے مسائل پر ایک ایسی جامع کتاب میسر ہو جو تمام مسائل قربانی کو محیط اور ہر مسئلہ کو خوب اجاگر کرے، جو کسی مسئلہ کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہنے دے۔ اس مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے راقم الحروف نے اس کتاب کی تالیف کا منصوبہ تشکیل دیا اور زیر نظر کتاب میں قربانی کے متعلقہ تمام احکام و مسائل کو حتی الامکان خوب کھول کر بیان کیا۔ ہر مسئلہ کو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کے ٹھوس دلائل سے ثابت کیا گیا۔ پھر کسی مسئلہ میں کچھ اختلاف ہے تو مختلف مذاہب و آراء کو نقل کرنے کے بعد کتاب و سنت کے قریب ترین مذہب کے رائج ہونے کی نشاندہی کی گئی ہے، نیز جن ضعیف روایات سے کمزور استدلال کیا جاتا ہے، یا غلط مسائل کو رواج دیا جاتا ہے، ان روایات کا ضعف بیان کر کے ان غیر مشروع مسائل سے قارئین کو آگاہ کیا گیا ہے،

تاکہ متلاشیانِ حق کو تلاشِ حق میں سہولت ہو اور حیلے بہانوں اور کمزور دلائل کا سہارا لینے والے ناکام و نامراد ہوں۔

پھر قربانی کے مسائل کے ساتھ عقیقہ کے مسائل کافی مشابہت رکھتے ہیں، حتیٰ الوسع اس کتاب میں عقیقہ کے تمام مسائل بھی یکجا کر دیے گئے ہیں۔

نیز عشرہ ذی الحجہ کے فضائل و مسائل سمیت کئی اہم چیزیں اس ایڈیشن میں شامل کی گئی ہیں، جو شائقینِ علم اور متلاشیانِ حق کی علمی پیاس بجھانے میں مدد و معاون ثابت ہوگی۔

کتاب ہذا میں ہر شرعی مسئلہ کو دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور غلط مروج مسائل کا ابطال دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ اس ساری کاوش سے مقصود کتاب و سنت کی ترویج اور قرآن و سنت کی بالادستی کے نظریے کی راہ ہموار کرنا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اسے مؤلف، اس کے والدین، اساتذہ کرام اور اہل خانہ کے لیے اجر و ثواب کا ذریعہ اور توشہ آخرت بنائے۔ آمین!

فاروق رفیع



قربانی کی تعریف اور حکم

قربانی وہ جانور ہے جو اللہ کی راہ میں قربان کیا جائے۔^①

صاحب قاموس فرماتے ہیں:

« وَالْقُرْبَانُ بِالضَّمِّ مَا يُتَقَرَّبُ بِهِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى »

”قربانی وہ عمل ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے۔“^②

انسان میں قربانی کا جذبہ:

تخلیق انسانیت کے آغاز ہی سے انسان میں قربانی کا جذبہ کارفرما ہے اور انسان بارگاہ الہی میں قرب و مقام حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی پیش کرنے کا خواہاں رہا ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَى آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتَقَبَّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا
وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنْ
الْمُتَّقِينَ﴾ [المائدة : ۲۷]

”اور ان پر آدم کے دو بیٹوں کی خبر کی تلاوت حق کے ساتھ کر، جب ان دونوں

① فیروز اللغات : ۹۵۳۔

② القاموس المحيط۔

نے کچھ قربانی پیش کی تو ان میں سے ایک کی قبول کر لی گئی اور دوسرے کی قبول نہ کی گئی۔ اس نے کہا: میں تجھے ضرور ہی قتل کر دوں گا۔ اس نے کہا بے شک اللہ متقی لوگوں ہی سے قبول کرتا ہے۔“

قربانی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی عظیم ترین سنت:

قربانی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی عظیم ترین سنت ہے، یہ عمل اللہ تبارک و تعالیٰ کو اتنا پسند آیا کہ اس عمل کو قیامت تک کے لیے مسلمانوں کے لیے عظیم سنت قرار دیا گیا۔ قرآن حکیم میں منقول ہے کہ جب قوم ابراہیم علیہ السلام نے انھیں ہجرت پر مجبور کیا تو انھوں نے کہا:

﴿وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيَهْدِينِ﴾ رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿فَبَشِّرْنَاهُ بِعُلْمٍ حَلِيمٍ﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَبْنَؤُا بَنِيَّ أَزَىٰ فِي الْمَنَاكِبِ ﴿إِنِّي أَدْخُوكَ فَأَنْظُرَ مَا دَٰتَرَىٰ﴾ قَالَ يَا بَنِيَّ أَفْعَلْ مَا تُمَرُّونَ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ﴾ وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ ﴿قَدْ صَدَّقْتَ الرُّمْيَ﴾ إِنَّا كَدَّاكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ﴾ وَتَدْنِيهِ يُذَبِّحُ عَظِيمٍ ﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ﴾ [الصافات: ۹۹ تا ۱۰۸]

”اور اس نے کہا: بے شک میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں، وہ مجھے ضرور راستہ دکھائے گا۔ اے میرے رب! مجھے (لڑکا) عطا کر جو نیکیوں سے ہو۔ تو ہم نے اسے ایک بہت بردبار لڑکے کی بشارت دی۔ پھر جب وہ اس کے ساتھ دوڑ دھوپ کی عمر کو پہنچ گیا تو اس نے کہا: اے میرے چھوٹے بیٹے! بلاشبہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، تو دیکھ تو کیا خیال کرتا ہے؟ اس نے کہا: اے میرے باپ! تجھے جو حکم دیا جا رہا ہے کر گزر، اگر اللہ نے چاہا تو تو ضرور مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائے گا۔ تو جب دونوں نے حکم مان لیا

اور اس نے اسے پیشانی کی ایک جانب پر گرا دیا۔ اور ہم نے اسے آواز دی کہ اے ابراہیم! یقیناً تو نے خواب سچا کر دکھایا، بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ بے شک یہی تو یقیناً کھلی آزمائش ہے۔ اور ہم نے اس کے فدیے میں ایک بہت بڑا ذبیحہ دیا۔ اور پیچھے آنے والوں میں اس کے لیے یہ بات چھوڑ دی۔“

فوائد:

- ① نیک اور صالح اولاد کی دعا کرنا مستحسن فعل ہے اور نا امید اور مایوس ہونے کے بجائے بڑھاپے میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے پر امید رہنا چاہیے۔
- ② انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی ہوتے ہیں اور حالت نیند اور حالت بیداری میں ان کے لیے حکم الہی یکساں اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ اسی چیز کو مد نظر رکھتے ہوئے سیدنا ابراہیم علیہ السلام خواب کو حقیقت کا روپ دینے کے لیے تیار ہوئے تھے۔
- ③ تفاسیر میں جو مذکور ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرتے وقت چہرے کے بل لٹایا تھا، تاکہ چھری پھیرتے وقت شفقت پوری حکم ربانی پر غالب نہ آئے، سراسر باطل اور سیاق قرآن کے مخالف ہے، قرآن حکیم میں تو واضح آیا ہے کہ ﴿فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ﴾ ”غرض جب دونوں مطیع ہو گئے اور اس نے اسے پیشانی کی ایک جانب گرا دیا۔“ جبین سے مراد پیشانی کی ایک جانب ہے، پیشانی نہیں بلکہ پیشانی کے لیے عربی زبان میں لفظ ”الْجَبْهَةُ“ استعمال ہوتا ہے، اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

- ① علامہ وحید الزماں بیان کرتے ہیں کہ بعض نے کہا: ”جبین وہ مقام ہے جو ابرو کے بال کی جگہ تک ہے، تو ہر آدمی میں دو جبین ہیں، جو چہرے کے دونوں

طرف ہیں۔“^①

② مفسر قرآن حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”ہر انسان کے منہ (چہرے) پر دو جبینیں (دائیں اور بائیں) ہوتی ہیں اور درمیان میں پیشانی ”جَبْهَةٌ“ اس لیے ”لِلْجَبَيْنِ“ کا زیادہ صحیح ترجمہ ”کروٹ پر“ ہے۔ یعنی اس طرح کروٹ پر لٹا لیا، جس طرح جانور کو ذبح کرتے وقت قبلہ رخ کروٹ پر لٹایا جاتا ہے۔“^②

② ابن جریر طبری رحمہ اللہ ”وَتَلَّهُ لِلْجَبَيْنِ“ کی تفسیر بیان کرتے ہیں کہ ”(سیدنا ابراہیم علیہ السلام) نے اسے (سیدنا اسماعیل علیہ السلام) کو چہرے کی ایک جانب گرایا۔“ پیشانی کے دائیں اور بائیں جانب دو جبینیں ہوتی ہیں، یوں چہرے کی دو جبینیں اور ان کے درمیان میں پیشانی ہوتی ہے۔“^③

نیز جن روایات میں اسماعیل علیہ السلام کو اوندھے منہ لٹا کر ذبح کرنے کا بیان ہے، وہ روایات کمزور اور ناقابل حجت ہیں۔

① ﴿فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبَيْنِ﴾ کی تفسیر عکرمہ رحمہ اللہ یوں بیان کرتے ہیں: ”جب دونوں (باپ بیٹا) نے حکم الہی بخوشی تسلیم کر لیا اور بیٹا ذبح ہونے اور باپ ذبح کرنے کے لیے راضی ہو گیا تو بیٹے نے عرض کی:

﴿يَا أَبَتِ: أَقْذِفْنِي لِلْوَجْهِ، كَمَا لَا تَنْظُرُ إِلَيَّ فَتَرْحَمْنِي، وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى الشُّفْرَةِ فَأَجْزَعُ وَ لَكِنْ أَذْخِلُ الشُّفْرَةَ مِنْ تَحْتِي، وَأَمْضِي لِأَمْرِ اللَّهِ﴾

① لغات الحديث : ۲۶۴/۱

② تفسیر أحسن البیان از صلاح الدین یوسف

③ تفسیر طبری : ۷۶/۲۱

”ابو جان! مجھے چہرے کے بل گرایے تاکہ مجھے دیکھ کر آپ ترس نہ کھائیں اور میں چھری دیکھ کر بے صبرانہ ہو جاؤں، بلکہ میرے نیچے سے چھری داخل کریں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو کر گزریے۔“^①

② مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ﴿وَتَلَّهَ لِلْجَنِّیْنَ﴾ کا معنی ہے کہ انھوں (سیدنا ابراہیم علیہ السلام) نے اس کا چہرہ زمین پر رکھا تو سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے کہا:

﴿لَا تَذْبَحْنِیْ وَ اَنْتَ تَنْظُرُ اِلَیَّ وَ جِهَیْ عَسَیْ اَنْ تَرْحَمَنِیْ وَلَا تَنْجَهِزَ عَلَیَّ، اِزْبِطْ یَدَیَّ اِلَی رَقَبَتِیْ، ثُمَّ ضَعْ وَجْهَیْ لِلْاَرْضِ﴾

”مجھے ذبح کرتے وقت میرے چہرے کی طرف نہ دیکھنا ممکن ہے اس طرح تمہیں مجھ پر ترس آ جائے اور آپ مجھ پر دسترس نہ رکھ سکیں (بلکہ) میرے ہاتھ میری گردن کی طرف باندھو اور میرا چہرہ زمین پر رکھو (پھر چھری چلا دو)۔“^②

۳۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما ﴿وَتَلَّهَ لِلْجَنِّیْنَ﴾ کی تفسیر بایں الفاظ بیان کرتے ہیں:

﴿اَكْبَهُ عَلَی جَنْهَتِهِ﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اسے (سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو) پیشانی کے بل لٹا گرایا۔^③

① ضعیف : تفسیر طبری : ۷۶/۲۱۔

اس کے ضعف کی دو علتیں ہیں:

- ۱۔ اس سند میں محمد بن حمید بن حیان رازی ضعیف راوی ہے۔ جمہور محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔
- ۲۔ عکرمہ اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے درمیان انقطاع ہے۔ عکرمہ نے یہ روایت کس سے سنی اور درمیان میں کتنے واسطے ہیں، اس بارے کوئی صراحت نہیں ہے۔

② ضعیف : تفسیر طبری : ۷۶/۲۱۔ اس حدیث کا سبب ضعف دو علتیں ہیں: ۱۔ عبد اللہ بن ابی نجیح المکی کی تدلیس ہے۔ ۲۔ مجاہد اور اسماعیل علیہ السلام کے درمیان انقطاع ہے۔

③ ضعیف : تفسیر طبری : ۷۸/۲۱۔ اس اثر کی سند کے تمام راوی ضعیف ہیں، جو بالترتیب بیان کیے جاتے ہیں: ۱۔ محمد بن سعد بن محمد بن حسن عطیہ کمزور راوی ہے۔ ۲۔ سعد بن محمد بن حسن بن عطیہ تسامی ہے۔ ۳۔ حسین بن حسن بن عطیہ بالاتفاق ضعیف راوی ہے۔ ۴۔ حسن بن عطیہ عوفی ضعیف ہے۔ ۵۔ عطیہ بن سعد بن جنادہ عوفی ضعیف مدلس راوی ہے۔

لہذا رائج مفہوم یہی ہے کہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرتے وقت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے انھیں دائیں کروٹ لٹایا تھا، جیسے جانور کو ذبح کرتے وقت چہرے کی دائیں جانب لٹایا جاتا ہے۔

عظیم ذبیحہ کیا تھا؟:

سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں جو عظیم ذبیحہ عنایت کیا گیا، وہ سفید رنگ کا سینگوں والا خوبصورت مینڈھا تھا، اس کی دلیل سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی آئندہ حدیث ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

« ثُمَّ تَلَّهِ لِلْجَبِينِ، وَ عَلَى إِسْمَاعِيلَ قَمِيصٌ أَبْيَضُ، فَقَالَ: يَا أَبَتِ! إِنَّهُ لَيْسَ لِي ثَوْبٌ تُكْفِنُنِي فِيهِ غَيْرُهُ، فَاخْلَعْهُ حَتَّى تُكْفِنَنِي فِيهِ، فَعَالَجَهُ لِيُخْلَعَهُ فَنُودِيَ مِنْ خَلْفِهِ، "أَلَا يَا إِبْرَاهِيمُ قَدْ صَدَّقَتْ الرُّؤْيَا فَالْتَفَتَ إِبْرَاهِيمُ، فَإِذَا بِكَ بَشِ أَبْيَضَ أَقْرَنَ أَغْنَيْنَ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَقَدْ رَأَيْنَا نَبِيْعَ هَذَا الضَّرْبِ مِنَ الْكِبَاشِ»

”پھر سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لیے چہرے کی ایک جانب لٹایا اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے بدن پر سفید قمیص تھی (اس دوران) انھوں (اسماعیل علیہ السلام) نے عرض کی: ”ابو جان! اس قمیص کے سوا میرا کوئی اور کپڑا نہیں، جس میں آپ مجھے کفنا سکیں لہذا اسے اتار لیجیے، تاکہ آپ مجھے اس میں کفن دے سکیں۔“ چنانچہ وہ قمیص اتارنے لگے تو انھیں پیچھے سے آواز دی گئی۔ اے ابراہیم! تو نے واقعی خواب سچ کر دکھایا ہے۔ اس پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے پیچھے جھانکا تو ناگہاں وہاں انتہائی سفید سینگوں والا بہت خوبصورت مینڈھا تھا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، ”یقیناً ہم (قربانی کے لیے) اس قسم کے

مینڈھے خرید کرتے تھے۔“^①

فوائد:

1- ابو عاصم غنوی ثقہ راوی ہے، یحییٰ بن معین نے اسے ثقہ قرار دیا ہے، لہذا ابو حاتم کا ”لا أعرّفہ“ کہنا ان کی ثقاہت میں قاصر نہیں۔ (دیکھیے میزان الاعتدال: الجرح و التعديل)

2- حماد بن سلمہ ثقہ اور تدلیس سے بری ہیں۔ [دیکھیے فتح البین فی تحقیق طبقات المدلسین از زبیر علی زئی، ص: ۱۰۸۔ لہذا مسند احمد میں حماد بن سلمہ کا معنی قاصر نہیں پھر تاریخ دمشق اور بیہقی میں معنی نہیں بلکہ حماد بن سلمہ کی تحدیث ہے]

ذبح کون تھے؟

ذبح سیدنا اسماعیل علیہ السلام تھے یا سیدنا اسحاق علیہ السلام، اس بارے علماء کا اختلاف ہے، کچھ علماء سیدنا اسحاق علیہ السلام کو ذبح خیال کرتے ہیں اور کچھ علماء کی رائے ہے کہ ذبح سیدنا اسماعیل علیہ السلام تھے۔ ثانی الذکر علماء کا قول رائج ہے اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

① سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے عزم اور ان کے فدیہ میں ذبیحہ ذبح کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو سیدنا اسحاق علیہ السلام کی ولادت اور نبی ہونے کی بشارت دی، اس واقعہ قربانی کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ نوید سنائی:

﴿وَبَشِّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ﴾ [الصافات: ۱۱۲]

”اور ہم نے اسے اسحاق کی بشارت دی، جو صالحین سے نبی ہوگا۔“

اسی طرح سیدنا اسحاق علیہ السلام کی ولادت کے ساتھ سیدنا یعقوب علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری بھی دی گئی:

① صحیح: مسند أحمد: ۱/۲۹۷، ۲۷۰۷۔ سنن بیہقی: ۵/۱۵۴۔ تاریخ دمشق:

﴿فَبَشِّرْنَهَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ ذُرِّيِّهِ إِسْحَاقُ يَعْقُوبُ﴾ [ہود: ۷۱]

”ہم نے اسے (یعنی سیدہ سارہ کو ﷺ) اسحاق اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی۔“

سو جس کی ولادت پر نبی ہونے اور اس کے بعد اس کی اولاد سیدنا یعقوب ﷺ کی ولادت کی نوید دی گئی ہو، اس کے بارے قربانی کا حکم بے سود دکھائی دیتا ہے اور اس سے گزشتہ بشارتوں کی نفی ہوتی ہے۔ اس کے برعکس سیدنا اسماعیل ﷺ کی پیدائش پر جو بشارت ملی تھی اس میں یہ مذکور تھا:

﴿فَبَشِّرْنَهُ بَعْلًا حَلِيمًا﴾ [الصافات: ۱۰۱]

”ہم نے اسے (ابراہیم ﷺ کو) نہایت بردبار لڑکے کی بشارت دی۔“

یعنی وہ کسی عظیم سانحے اور کڑی آزمائش کے وقت عظیم حوصلے اور انتہائی صبر کا مظاہرہ کرے گا اور یہ کردار سیدنا اسماعیل ﷺ نے بحسن و خوبی سرانجام بھی دیا، لہذا ذبح سیدنا اسماعیل ﷺ ہی تھے۔

② سیدنا ابراہیم ﷺ کو سیدنا اسماعیل ﷺ کے ذبح کا حکم مکہ میں ہوا اور سیدنا اسحاق ﷺ اس وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اور پیدائش کے بعد بھی ان کا بچپن اور لڑکپن ملک شام میں گزرا تھا۔ جب کہ سیدنا اسماعیل ﷺ مکہ میں رہائش پذیر ہوئے اور انھی کے متعلق ذبح کا حکم نازل ہوا تھا۔

③ مسند احمد کی آئندہ حدیث اس تنازع کو دور کرتی ہے کہ ذبح سیدنا اسماعیل ﷺ ہی تھے کیونکہ اس حدیث میں بصراحت سیدنا اسماعیل ﷺ کا نام وارد ہے، جو واضح نص ہے کہ ذبح سیدنا اسماعیل ﷺ ہی تھے:

﴿عَرَضَ لَهُ الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَسْعَى، فَسَابَقَهُ فَسَبَقَهُ إِبْرَاهِيمُ ثُمَّ ذَهَبَ بِهِ جِبْرِيلُ إِلَى جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ، فَعَرَضَ لَهُ الشَّيْطَانُ فَرَمَاهُ

بَسْبَعِ حَصِيَّاتٍ حَتَّى ذَهَبَ، ثُمَّ عَرَضَ لَهُ عِنْدَ الْجَمْرَةِ الْوُسْطَى،
فَرَمَاهُ بِسَبْعِ حَصِيَّاتٍ، ثُمَّ تَلَّهُ لِلْجَبِينِ، وَ عَلَى إِسْمَاعِيلَ قَمِيصٌ
أَبْيَضٌ، فَقَالَ : يَا أَبَتِ ! إِنَّهُ لَيْسَ لِي ثَوْبٌ تُكْفِنُنِي فِيهِ غَيْرُهُ،
فَاخْلَعُهُ حَتَّى تُكْفِنَنِي فِيهِ، فَعَالَجَهُ لِيَخْلَعَهُ فَنُوْدِي مِنْ خَلْفِهِ، أَنْ
يَا إِبْرَاهِيمُ ! قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا فَالْتَفَتَ إِبْرَاهِيمُ فَإِذَا هُوَ بِكَبْشٍ
أَبْيَضَ أَقْرَنَ أَغْيَنَ ﴿

”جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو مناسک حج کی تعمیل کا حکم ملا تو مقام سعی کے قریب ان سے شیطان کا سامنا ہوا اور اس نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے دوڑ کر آگے نکلنے کی کوشش کی تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس سے سبقت لے گئے۔ پھر سیدنا جبریل علیہ السلام انھیں ”یعنی ابراہیم علیہ السلام کو“ جمرہ عقبہ کی طرف لے گئے اور شیطان ان کے سامنے آیا تو انھوں نے اسے سات کنکریاں ماریں، حتیٰ کہ وہ بھاگ گیا، بعد ازاں شیطان سے جمرہ وسطیٰ کے قریب سامنا ہوا اور انھوں نے اسے سات کنکریاں ماریں، اس جگہ اس (سیدنا ابراہیم علیہ السلام) نے اسے (سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو) چہرے کی ایک جانب لٹایا اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام پر سفید قمیص تھی، اس نے عرض کیا: ”ابا جان! اس قمیص کے سوا میرا کوئی اور کپڑا نہیں، جس میں آپ مجھے کفن دے سکیں گے۔ اسے اتار لیجئے تاکہ آپ مجھے اس میں کفن دے سکیں۔“ وہ اسے اتارنے لگے تو ان کے پیچھے سے آواز آئی۔ اے ابراہیم! تو نے واقعی خواب سچ کر دکھایا ہے۔ چنانچہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے پیچھے دیکھا تو ناگہاں وہاں سینگوں والا سفید خوبصورت مینڈھا تھا۔“^①

① صحیح : مسند أحمد : ۱/ ۲۹۷ - سنن بیہقی : ۵/ ۱۵۴ - شعب الإيمان للبیہقی :

۴/ ۶۶۴ - تاریخ دمشق : ۶/ ۲۱۰ -

قربانی کی اہمیت و فضیلت

قربانی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی عظیم سنت، رسول مکرم ﷺ کا دائمی عمل اور اہل اسلام کا اجماعی مسئلہ ہے، لہذا ہر صاحب استطاعت کے لیے قربانی کرنا مستحب فعل ہے۔

قربانی کی فضیلت میں ضعیف روایات:

قربانی کی اہمیت کے متعلق کچھ سخت ضعیف اور موضوع قسم کی روایات منقول ہیں، جنہیں بیان کرنے سے گریز کرنا چاہیے، البتہ ان کا ضعف وغیرہ بیان کرنا مقصود ہو تو ایسی روایات کا بیان کرنا درست ہے، تاکہ لوگوں میں مروجہ ضعیف روایات کا خاتمہ ہو سکے اور بلا تحقیق ضعیف اور موضوع روایات بیان کرنے والوں کا باب بند ہو جائے، قربانی کی اہمیت و فضیلت کے بارے میں ضعیف اور من گھڑت روایات درج ذیل ہیں:

① سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَا عَمِلَ آدَمِيُّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ إِهْرَاقِ الدَّمِ، إِنَّهُ لَتَأْتِيَنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُونِهَا وَأَشْعَارِهَا وَأَظْلَافِهَا وَإِنْ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللَّهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ مِنَ الْأَرْضِ، فَطَبِّئُوا بِهَا نَفْسًا »

”یوم نحر کو انسان نے خون بہانے سے بہتر کوئی عمل نہیں کیا جو اللہ تعالیٰ کو اس سے محبوب ترین ہو، بلاشبہ وہ قربانی کا جانور، روز قیامت اپنے سینگ، بال اور کھریاں لے کر (بطور ثبوت قربانی) حاضر ہوگا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی وہ خون اللہ کے ہاں قبولیت کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے، سو اس قربانی

سے دلی خوشی محسوس کرو۔“^①

② سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے استفسار کیا:

﴿ يَا رَسُولَ اللَّهِ ! مَا هَذِهِ الْأَضَاحِي ؟ قَالَ : سُنَّةُ أَبِيكُمْ ، إِبْرَاهِيمَ ،

قَالُوا : فَمَا لَنَا فِيهَا ، يَا رَسُولَ اللَّهِ ؟ قَالَ : بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٍ ، قَالُوا :

فَالصُّوفُ ، يَا رَسُولَ اللَّهِ ! قَالَ : بِكُلِّ شَعْرَةٍ مِنَ الصُّوفِ حَسَنَةٌ 》

”یا رسول اللہ! یہ قربانیاں کیا ہیں؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ تمہارے والد سیدنا

ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں۔“ انھوں نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ! ہمارے لیے ان

میں کیا اجر ہے؟“ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تمہارے لیے ہر بال کے عوض

نیکی ہے۔“ انھوں نے پوچھا: ”قربانی کی اون، کھال میں کیا اجر ہے؟“

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اون کے ہر بال کے بدلے نیکی ہے۔“^②

③ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَا أَنْفَقْتَ الْوَرِقَ فِي شَيْءٍ أَفْضَلَ مِنْ نَحِيرَةِ فِي يَوْمِ عِيدٍ 》

”روز عید قربانی سے افضل کوئی رقم خرچ نہیں ہوئی۔“^③

① ضعیف جداً جامع ترمذی، أبواب الأضاحی، باب ما جاء فی فضل الأضاحی :

۲۴۹۳۔ سنن ابن ماجہ، أبواب الأضاحی، باب ثواب الأضاحی : ۳۱۲۶۔ سنن

بیہقی : ۲۶۱/۹۔ مستدرک حاکم : ۲۲۲، ۲۲۱/۴۔ الضعیفہ : ۵۲۶۔ سلیمان بن

یزید متروک راوی ہے۔

② موضوع: مسند أحمد : ۳۶۸/۴، ۱۹۳۰۲۔ سنن ابن ماجہ، أبواب الأضاحی،

باب ثواب الأضاحی : ۳۱۲۷۔ مستدرک حاکم : ۳۸۹/۲۔ الضعیفہ : ۵۲۷۔

سنن بیہقی : ۲۶۱/۹۔ طبرانی کبیر : ۴۹۳۵۔ یہ روایت من گھڑت ہے، اس کی سند میں

عائذ اللہ بحاشی منکر الحدیث اور ابو ذؤنہب بن حارث متروک ہے اور یحییٰ بن معین نے اسے کذاب

کہا ہے۔

③ ضعیف جداً: سنن دارقطنی : ۴۸۱۵۔ سنن بیہقی : ۲۶۱/۹۔ طبرانی کبیر : ۱۰۷۳۵۔

الضعیفہ : ۵۲۴۔ ابراہیم بن یزید خوزی ضعیف اور مجہم بالکذب راوی ہے۔

④ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ ضَحَّى طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُهُ، مُحْتَسِبًا لِأُضْحِيَّتِهِ كَانَتْ لَهُ حِجَابًا مِّنَ النَّارِ ﴾

”جس نے خوش دلی اور طلبِ ثواب کی نیت سے اپنی قربانی ذبح کی وہ روزِ قیامت اس کے لیے جہنم سے حجاب بنے گی۔“^①

⑤ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ ! ضَحُّوْا وَاحْتَسِبُوا بِدِمَائِهَا، فَإِنَّ الدَّمَ وَقَعَ فِي الْأَرْضِ، فَإِنَّهُ يَقَعُ فِي حِرْزِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ ﴾

”لوگو! قربانی کرو اور ان کے خون سے طلبِ ثواب کی نیت رکھو، اس لیے کہ بلاشبہ خون زمین پر گرتا ہے، لیکن وہ اللہ کی پناہ میں محفوظ ہو جاتا ہے۔“^②

⑥ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ يَا فَاطِمَةُ ! قُومِي إِلَى أُضْحِيَّتِكَ فَاشْهَدِيهَا، فَإِنَّهُ يُغْفَرُ لَكَ عِنْدَ أَوَّلِ قَطْرَةٍ تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهَا كُلُّ ذَنْبٍ عَمِلْتِيهِ، وَقُولِي : إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ : قَالَ عِمْرَانُ : قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ! هَذَا لَكَ وَلِأَهْلِ بَيْتِكَ خَاصَّةً : فَأَهْلُ ذَاكَ أَنْتُمْ : أَمْ لِلْمُسْلِمِينَ عَامَّةً ، قَالَ : لَا بَلَّ لِلْمُسْلِمِينَ عَامَّةً ﴾

① موضوع : طبرانی کبیر : ۲۶۷۰۔ الضعیفہ : ۵۲۹۔ اس کی سند میں سلیمان بن عمرو نضی کذاب اور احادیث گھڑنے والا ہے۔

② موضوع : طبرانی اوسط : ۸۵۵۴۔ الضعیفہ : ۵۳۰۔ یہ روایت من گھڑت ہے، اس کی سند میں عمرو بن حصین عقلی متروک ہے۔

”اے بیٹی! قربانی کی طرف اٹھو اور ذبح کرنے کے مرحلے میں قربانی کے پاس حاضر ہو، اس لیے کہ اس کے خون کا پہلا قطرہ گرنے کے وقت تیرے تمام گناہ بخش دیے جائیں گے، جو گناہ تو نے کیے ہیں اور اس وقت یہ کلمات کہو: ”بلاشبہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے، جو تمام جہانوں کا رب ہے، اس کے سوا کوئی شریک نہیں اور میں یہ حکم دیا گیا ہوں اور فرماں برداروں میں سے ہوں۔“ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ! قربانی سے گناہوں کی تطانی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے لیے خاص ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت سمیت اس کے اہل ہیں یا یہ (گناہوں کی مغفرت) عام ہے؟“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”(یہ اہل بیت کے ساتھ خاص نہیں) بلکہ تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔“^①

① سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا:

﴿يَا فَاطِمَةُ! قَوْمِي فَأَشْهَدِي أَضْحَيْتِ لَكَ بِأَوَّلِ قَطْرَةٍ تَقْطُرُ مِنْ دَمِهَا مَغْفِرَةٌ لِكُلِّ ذَنْبٍ أَمَا إِنَّهُ يُجَاءُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلُحُومِهَا وَدِمَائِهَا سَبْعِينَ ضِعْفًا حَتَّى تُوَضَعَ فِي مِيزَانِكَ﴾

”اے فاطمہ! اٹھو اپنی قربانی کے پاس حاضر ہو، بلاشبہ اس کے خون کا پہلا قطرہ گرنے پر تیرے تمام گناہوں کی مغفرت ہے اور روز قیامت قربانی اپنے گوشت اور خون سے ستر گنا (موٹی بنا کر) لائی جائے گی حتیٰ کہ تیرے میزان میں رکھ دی جائے گی۔“^②

① ضعیف : مستدرک حاکم : ۲۲۲/۴، سنن بیہقی : ۲۳۹/۵، طبرانی کبیر :

۱۵۰۰۲، طبرانی اوسط : ۲۶۰۹۔ ثابت بن ابی صفیہ ابو حمزہ ثمالی راوی ہے۔

② ضعیف جدًّا : سنن بیہقی : ۲۸۳/۹۔ عمرو بن خالد قرشی متروک راوی ہے اور محمد بن علی بن حسین

عن اباء سے روایت کرتا ہے، یہ آئہ مجہول ہیں۔



خلاصہ:

قربانی کی فضیلت و اہمیت کے متعلق تمام روایات ضعیف ہیں۔ ابن عربی رحمہ اللہ ترمذی کی شرح میں لکھتے ہیں: قربانی کی فضیلت میں کوئی بھی حدیث صحیح نہیں ہے۔^①

قربانی کا حکم:

قربانی واجب ہے یا سنت مؤکدہ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے، آئندہ سطور میں ہم ہر گروہ کے دلائل اور رائج مسئلہ کی نشاندہی کریں گے۔

قربانی سنت مؤکدہ:

جمہور علماء کا موقف ہے کہ قربانی سنت مؤکدہ ہے، قربانی کے سنت مؤکدہ ہونے کے دلائل حسب ذیل احادیث و آثار ہیں:

① سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، مَنْ فَعَلَهُ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا، وَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ قَدَّمَهُ لِأَهْلِهِ، لَيْسَ مِنَ النَّسْكِ فِي شَيْءٍ»

”بلاشبہ ہم اپنے اس (عید الاضحیٰ کے) دن میں سب سے پہلے جس عمل سے آغاز کریں گے، وہ نماز پڑھنا ہے، پھر ہم واپس (گھروں میں) پلٹیں گے اور قربانی ذبح کریں گے۔ جس نے یہ عمل (نماز عید کے بعد قربانی) کیا، بالتحقیق اس نے ہماری سنت اختیار کی اور جس نے (نماز عید سے) قبل (جانور) ذبح کیا، یہ محض گوشت ہے جو اس نے اپنے اہل خانہ کو جلد پیش کیا ہے، اس کی کوئی قربانی نہیں ہے۔“^②

① تحفة الأحوذی : ۶۲/۵۔

② صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب سنة الأضحية : ۵۵۴۵۔ صحیح مسلم،

کتاب الأضاحی، باب وقتها : ۱۹۶۱۔

② سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا ذَبَحَ لِنَفْسِهِ، وَ مَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهُ، وَأَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِينَ »

”جس نے نماز سے قبل (قربانی) ذبح کی، اس نے محض اپنی خاطر (جانور) ذبح کیا اور جس نے نماز (عید) کے بعد جانور ذبح کیا تو یقیناً اس کی قربانی پوری ہو گئی اور اس نے مسلمانوں کی سنت پائی۔“^①

ان احادیث میں ”فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا“ اور ”أَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِينَ“ کے الفاظ دلیل ہیں کہ قربانی سنت مؤکدہ ہے، واجب نہیں۔

③ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

« إِذَا رَأَيْتُمْ هِلَالَ ذِي الْحِجَّةِ وَ أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يُضَحِّيَ فَلْيُمْسِكْ عَنْ شَعْرِهِ وَ أَظْفَارِهِ »

”جب تم ذوالحجہ کا چاند دیکھ لو اور تم میں سے کسی کا قربانی کرنے کا ارادہ ہو تو وہ اپنے بال (کائٹے) اور ناخنوں کو (ترشوانے) سے باز رہے۔“^②

فوائد:

① سید سابق: ”آپ ﷺ کے یہ الفاظ: ”أَرَادَ أَنْ يُضَحِّيَ“ ”جس کا قربانی کرنے کا ارادہ ہو۔“ دلیل ہیں کہ قربانی سنت ہے، واجب نہیں۔“^③

② شوکانی: ”قربانی کو ارادہ سے معلق کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی واجب نہیں۔“^④

① صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب سنة الأضحية: ۵۵۴۶۔

② صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب نہی دخل علیہ عشر ذی الحجۃ، وهو یرید

التضحية، أن یأخذ من شعره و أظفاره شیئاً: ۱۹۷۷۔ سنن بیہقی: ۲۶۶/۹۔

صحیح ابن حبان: ۵۹۱۶۔

③ فقہ السنة: ۳۳/۲۔ ④ نیل الأوطار: ۱۱۸/۵۔

③ ابن قدامہ: ”قربانی کے حکم کو ارادہ سے معلق کیا گیا ہے، جب کہ واجب کو ارادہ سے معلق نہیں کیا جاتا، لہذا قربانی سنت ہے۔“^①

④ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« ضَحَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ،

ذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ وَسَمَّى وَكَبَّرَ، وَوَضَعَ رِجْلَهُ عَلَى صِفَاحِهِمَا »

”نبی ﷺ نے سینگوں والے سفید و سیاہ رنگ کے انتہائی جاذب نظر دو مینڈھے قربانی

کے لیے ذبح کیے، آپ ﷺ نے ان دونوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور ذبح کرتے

وقت « بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ » کہا اور اپنا پاؤں ان کے پہلوؤں پر رکھا۔“^②

یہ حدیث دلیل ہے کہ قربانی سنت ہے، واجب نہیں، کیونکہ آپ ﷺ کے فعل سے زیادہ سے زیادہ اس عمل کا مسنون ہونا ثابت ہوتا ہے اور آپ ﷺ کا دائمی فعل سنت مؤکدہ ہوتا ہے۔ سید سابق نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ قربانی سنت مؤکدہ ہے۔^③

سیدنا ابو بکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کا عمل:

ابو سرحہ غفاری رضی اللہ عنہ حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں:

« أَدْرَكْتُ أَبَا بَكْرٍ أَوْ رَأَيْتُ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ لَا

يُضَحِّيَانِ كَرَاهِيَةً أَنْ يُفْتَدَى بِهِمَا »

”میں نے سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا، وہ اس بات کی ناگواری کی وجہ سے قربانی

نہیں کرتے تھے کہ (اس مسئلہ میں) ان کی اقتدانہ کی جائے۔“^④

① المغنی لابن قدامہ مع الشرح الكبير : ۹۵/۱۱۔

② صحيح بخاری، كتاب الأضاحی، باب التکبیر عند الذبح : ۵۵۶۵۔ صحيح

مسلم، كتاب الأضاحی، باب استحباب استحسان الضحیة : ۱۹۶۶۔

③ فقه السنه : ۳۳/۲۔

④ صحيح : سنن بیہقی : ۲۶۵/۹۔ إروا الغلیل : ۱۱۳۹۔

فائدہ:

سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کا قربانی نہ کرنا قربانی کے مسنون ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ اگر قربانی فرض ہوتی تو شیخین کبھی بھی اس عمل کو ترک نہ کرتے اور نہ لوگوں میں اس کے عدم وجوب کا تاثر پیدا کرتے۔

ایک ضعیف اثر کا بیان:

ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے منقول اثر جو قربانی کے عدم وجوب پر دلالت کرتا ہے، ضعیف ہے۔ ابو وائل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا:

«إِنِّي لَأَدْعُ الْأَضْحَىٰ وَ إِنِّي لَمُوسِرٌ، مَخَافَةَ أَنْ يَرَىٰ جِيرَانِي أَنَّهُ حَتَمَ عَلَيَّ»

”میں آسودہ حال ہونے کے باوصف اس ڈر سے قربانی چھوڑ دیتا ہوں کہ میرے ہمسائے یہ خیال نہ کریں کہ قربانی مجھ پر فرض ہے۔“^①

علماء کے اقوال و آراء:

① ابو عیسیٰ امام ترمذی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«وَالْعَمَلُ عَلَىٰ هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ الْأَضْحِيَّةَ لَيْسَتْ بِوَاجِبَةٍ، وَلَكِنَّهَا سُنَّةٌ مِنْ سُنَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْتَحَبُّ أَنْ يُعْمَلَ بِهَا، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ»

”علماء اس موقف پر عمل پیرا ہیں کہ قربانی کرنا واجب نہیں، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

① ضعیف: سنن بیہقی: ۲۶۵/۹۔ مصنف عبد الرزاق: ۸۱۴۹۔ اس سند میں سفیان ثوری اور سلیمان بن مہران اعمش کی تالیس ہے۔

سنتوں میں سے ایک سنت ہے، جس پر عمل کرنا مستحب ہے۔ سفیان ثوری اور عبد اللہ بن مبارک کا بھی یہی قول ہے۔^①

② امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح البخاری کتاب الاضاحی کے شروع میں یہ باب ”بَابُ سُنَّةِ الْأَضْحِيَّةِ“ ”قربانی کے مسنون ہونے کا باب“ باندھ کر قربانی کے مسنون ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب قائم کر کے قربانی کے وجوب کے قائلین کی مخالفت کی طرف اشارہ کیا ہے۔
③ ابن حزم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”کسی بھی صحابی سے پسند صحیح قربانی کا وجوب ثابت نہیں جب کہ جمہور علماء سے قربانی کا غیر واجب ہونا ثابت ہے۔ البتہ قربانی شرائع دین میں سے ہے، اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف نہیں ہے اور شافعیہ اور جمہور علماء کے نزدیک قربانی سنت مؤکدہ ہے اور ایک توجہ یہ ہے کہ شافعیہ اسے فرض کفایہ تسلیم کرتے ہیں۔“

④ ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ مالدار مقیم پر قربانی واجب ہے، مالک رحمہ اللہ بھی اسی موقف کے قائل ہیں، لیکن انھوں نے مقیم کی قید نہیں لگائی اور اوزاعی، ربیعہ اور لیث سے بھی یہی قول منقول ہے، پھر احناف میں سے ابو یوسف نے (ابو حنیفہ کی) اور اہلب مالکی نے (امام مالک) کی مخالفت اور جمہور علماء کے موقف کی موافقت کی ہے۔
⑤ امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”استطاعت اور آسودہ حالی کے باوجود قربانی نہ کرنا مکروہ ہے اور ان سے قربانی کے وجوب کا قول بھی منقول ہے۔ محمد بن حسن شیبانی بیان کرتے ہیں: قربانی ایسی سنت ہے جسے ترک کرنے کی رخصت نہیں۔“

⑥ طحاوی کہتے ہیں: ”ہم اسی (قول محمد بن حسن شیبانی کے) قول کو مذہب بناتے ہیں



اور قربانی کے وجوب کی کوئی دلیل نہیں ہے۔“^①

⑦ امام نووی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”علماء کا مالدار شخص پر قربانی کے وجوب کے متعلق اختلاف ہے اور جمہور علماء کہتے ہیں: صاحب حیثیت شخص کے لیے قربانی کرنا مسنون ہے اور اگر ایسا شخص بغیر کسی عذر کے قربانی نہ کرے تو نہ یہ گناہ گار ہوگا اور نہ اس پر قضا لازم ہوگی۔“ سیدنا ابو بکر صدیق، سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا بلال، ابو سعید رضی اللہ عنہ، سعید بن مسیب، اسود، عطاء، مالک، احمد، ابو یوسف، اسحاق، ابو ثور، مزنی، ابن منذر اور داؤد ظاہری رحمہم بھی اسی موقف کے قائل ہیں۔^②

⑧ شوکانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: جمہور علماء کا مذہب ہے کہ قربانی سنت ہے، واجب نہیں۔^③

⑨ سید سابق: ”قربانی سنت مؤکدہ ہے اور استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرنا مکروہ فعل ہے۔“^④

سعودی فتویٰ کمیٹی کا فتویٰ:

”صاحب استطاعت کے حق میں قربانی کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ اس کی دلیل سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے سینگوں والے سفید اور سیاہ رنگ کے دو مینڈھے قربانی کیے۔“^⑤

راجح موقف:

اوپر بیان کردہ احادیث و آثار، جمہور علماء کی رائے اور محدثین کے اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ قربانی سنت مؤکدہ ہے، واجب نہیں۔

① فتح الباری : ۶/۱۰۔

② شرح النووي : ۱۰۹/۱۲۔ المغنی لابن قدامہ مع الشرح الكبير : ۹۵/۱۱۔

③ نیل الأوطار : ۱۱۷/۵۔

④ فقہ السنة : ۳۳/۲۔

⑤ بخاری : ۵۵۶۵۔ مسلم : ۱۹۶۶۔ فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية : ۴۱۳/۹۔

قربانی کے وجوب کے دلائل اور ان کا جائزہ:

قربانی کے وجوب کے دلائل حسب ذیل ہیں:

① فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَأَنْحَرْ﴾ [الکوثر: ۲]

”اپنے رب کے لیے نماز پڑھیے اور قربانی دیجیے۔“

فوائد:

① علی بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَأَنْحَرْ﴾ سے مراد یہ ہے کہ یوم نحر کو قربانی ذبح کی جائے۔“ ①

② سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَأَنْحَرْ﴾ کی تفسیر بیان کرتے ہیں کہ نماز

سے فرض نماز اور نحر سے عید الاضحیٰ کے دن قربانی ذبح کرنا مقصود ہے۔ ②

اس آیت سے قربانی کا وجوب متعین کرنے کی کوئی واضح نص نہیں۔ البتہ اس آیت

سے یہ مفہوم کشید کرنا کہ اس آیت میں قربانی وغیرہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ذبح کی

جائے یہ حکم بہتر اور قرین صواب معلوم ہوتا ہے۔

① تفسیر طبری: ۶۵۴/۲۴۔ علی بن ابی طلحہ کا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں اور یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما

سے مرسل روایات بیان کرتے ہیں۔ تقریب التہذیب۔

② ضعیف جدًا: تفسیر طبری: ۶۵۳/۲۴۔

یہ روایت مسلسل بالضعفاء ہے:

۱۔ محمد بن سعد بن محمد بن حسن بن عطیہ۔ ضعیف

۲۔ سعد بن محمد بن حسن بن عطیہ۔ تسامیل

۳۔ حسین بن حسن بن عطیہ۔ بالاتفاق ضعیف

۴۔ حسن بن عطیہ عوفی۔ ضعیف

۵۔ عطیہ بن سعد بن جنادہ۔ ضعیف مدلس

① شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”وجوب کے قائلین مذکورہ آیت سے قربانی کے وجوب پر استدلال کرتے ہیں کہ امر وجوب کے متقاضی ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ (اس امر سے قربانی کی فرضیت مقصود نہیں بلکہ) اس سے مقصود قربانی کو رب تعالیٰ کے لیے خاص کرنا ہے، بتوں کے لیے نہیں، سو امر کا رخ اس اہم مسئلہ کی طرف ہے اور نماز اور قربانی کو اللہ تعالیٰ کے لیے خاص کرنے کے وجوب میں کوئی شک نہیں ہے۔“ ①

② محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ اس آیت ﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۖ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ کی تفسیر بیان کرتے ہیں: ”لوگ (مشرکین) غیر اللہ کے لیے نماز پڑھتے اور غیر اللہ کے لیے جانور ذبح کرتے تھے، سوائے محمد! جب ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے تو آپ ﷺ کی نماز اور قربانی فقط میرے (یعنی رب تعالیٰ کے) لیے ہونی چاہیے۔“ ②

③ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

اس آیت میں بھی ﴿قُلْ إِن صَلَائِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ کی مثل حکم ہے کہ آپ ﷺ اپنی نماز اور قربانی خالص اللہ تعالیٰ کے لیے انجام دیں۔ چونکہ مشرکین غیر اللہ کی عبادت کرتے اور غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرتے تھے۔ سو ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مشرکین کی مخالفت کرنے اور ان کے باطل طریقے سے انحراف کا حکم دیا ہے اور عبادت و قربانی میں اخلاص وللہیت پیدا کرنے پر

① نیل الأوطار : ۱۱۸/۵۔

② حسن : تفسیر طبری : ۶۵۴/۲۴۔ ابو صحر حید بن زیاد الخراط صدوق راوی ہے اور باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔

زور دیا ہے۔“^①

④ حافظ ابن جریر طبری رحمہ اللہ تمام تفسیری اقوال نقل کرنے کے بعد بیان کرتے ہیں:

”ان تفسیری اقوال میں سے رائج قول یہ ہے کہ اس آیت میں آپ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو آپ ﷺ کو بیش قیمت انعام اور خیر کثیر سے نوازا ہے، اس کا شکر ادا کرتے ہوئے آپ ﷺ جھوٹے خداؤں اور معبودانِ باطلہ کے سوا خالص رب تعالیٰ کے لیے نمازیں پڑھیے اور بتوں کے بجائے محض اللہ تعالیٰ کے لیے قربانی کیجیے۔“^②

② سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ، فَلَا يَقْرَبَنَّ مَصَلًّا »

”جس کے پاس قربانی کی طاقت ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب ہرگز نہ پھٹکے۔“^③

یہی روایت سنن دارقطنی میں ایک دوسری سند سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ وَجَدَ سَعَةً فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَصَلًّا »

”جو طاقت رکھے اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ پھٹکے۔“^④

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ”اس حدیث کے موقوف و مرفوع ہونے میں اختلاف ہے اور طحاوی وغیرہ کا قول ہے کہ اس روایت کا موقوف ہونا رائج ہے، بالفرض اگر اسے صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے، تب بھی یہ قربانی کے وجوب کی صریح دلیل نہیں ہے۔ (بلکہ یہ قربانی کی تاکید پر دلالت کرتی ہے)۔“^⑤

① تفسیر ابن کثیر۔

② تفسیر طبری : ۶۵۵/۲۴۔

③ ضعیف : مسند أحمد : ۳۲۱/۲۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الأضاحی، باب الأضاحی واجبة

ہی ام لا : ۳۱۲۳۔ مستدرک حاکم : ۲۳۲/۴۔ عبد اللہ بن عیاش قتبانی ضعیف ہے۔

④ ضعیف جدًا : سنن دارقطنی۔ اس سند میں عمرو بن حصین عقیلی متردک ہے۔

⑤ فتح الباری : ۶/۱۰۔

③ سیدنا مخنف بن سلیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿يَأْتِيهَا النَّاسُ: عَلَى كُلِّ أَهْلٍ بَيْتٍ فِي كُلِّ عَامٍ أَضْحِيَّةٌ وَعَتِيرَةٌ﴾

”لوگو! ہر سال ہر گھرانے پر قربانی اور عتیرہ ”رجب کے مہینے جانور ذبح کرنا“ فرض ہے۔“ ①

④ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْعَتِيرَةِ، وَكَانَتْ ذَبِيحَةً يَذْبَحُونَهَا فِي رَجَبٍ، فَهَذَا هُمُ عَنْهَا، وَأَمَرَهُمُ بِالْأَضْحِيَّةِ﴾

”رسول اللہ ﷺ نے عتیرہ سے منع فرمایا۔ عتیرہ ایک ذبیحہ تھا جسے لوگ رجب میں ذبح کرتے تھے، آپ ﷺ نے اس (عتیرہ) سے منع کیا اور انھیں قربانی کا حکم دیا۔“ ②

⑤ سیدنا مخنف بن سلیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿عَلَى أَهْلِ كُلِّ بَيْتٍ أَنْ يَذْبَحُوا شَاةً فِي كُلِّ رَجَبٍ، وَفِي كُلِّ أَضْحَى شَاةً﴾

”ہر گھرانے پر لازم ہے کہ وہ ہر رجب میں ایک بکری ذبح کریں اور ہر عید قربان میں ایک بکری ہے۔“ ③

① ضعیف : سنن ابی داؤد، کتاب الضحایا، باب ما جاء فی إيجاب الأضاحی : ۲۷۸۸۔
جامع ترمذی، أبواب الأضاحی، باب الأضحية فی کل عام : ۱۵۱۸۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الأضاحی، باب الأضاحی واجبة أم لا : ۳۱۲۵۔ مسند أحمد : ۷۶/۵۔ عامر اور ملتہ مجہول راوی ہے۔

② ضعیف : مسند، بزار : ۷۸۳۲۔ عبد اللہ بن لہیعہ غلط اور مدس راوی ہے۔

③ ضعیف جدًا : مصنف عبد الرزاق : ۸۰۰۱۔ مسند أحمد طبرانی کبیر : ۷۴۰۔

عبد الکرم بن ابی الحارث متروک اور حبیب بن جعفر مجہول راوی ہے۔

کیا رسول اللہ ﷺ پر قربانی واجب تھی؟

گزشتہ بحث میں ہم یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ قربانی سنت مؤکدہ ہے، واجب نہیں۔ یہ حکم بلا تخصیص عام ہے اور عام مسلمانوں کی طرح رسول اللہ ﷺ کے لیے بھی قربانی مستحب ہی تھی، واجب نہیں تھی۔ البتہ کچھ روایات میں بیان ہے کہ قربانی نبی ﷺ کے لیے واجب اور عام اہل اسلام کے لیے مسنون ہے، لیکن ایسی تمام روایات ناقابل حجت اور غیر ثابت ہیں، ذیل میں ہم کچھ روایات پیش کریں گے:

① سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« ثَلَاثٌ هُنَّ عَلَى فَرَائِضٍ وَ هُنَّ لَكُمْ تَطَوُّعٌ : النَّحْرُ، وَالْوَتْرُ، وَ رَكْعَتَا الضُّحَى »

”تین چیزیں، قربانی، وتر اور چاشت کی دو رکعتیں مجھ پر فرض اور تمہارے لیے غیر واجب ہیں۔“ ①

② سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« أُمِرْتُ بِرَكْعَتَيِ الضُّحَى وَ لَمْ تُؤْمَرُوا بِهَا، وَ أُمِرْتُ بِالْأَضْحَى وَ لَمْ تُكْتَبْ »

”میں چاشت کی دو رکعتوں کا حکم دیا گیا ہوں اور تمہیں اس نماز کا حکم نہیں اور مجھے قربانی کا حکم دیا گیا لیکن یہ تم پر واجب نہیں ہے۔“ ②

③ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« أُمِرْتُ بِالْوَتْرِ وَالْأَضْحَى، وَ لَمْ يُعْزَمْ عَلَيَّ »

① ضعیف : مسند أحمد : ۲۳۱/۱ - مستدرک حاکم : ۴۴۱/۱ - سنن دارقطنی :

۱۶۵۰ - ابو جندب یحییٰ بن ابی حنیفہ ضعیف اور مدلس ہے۔

② ضعیف : مسند أحمد : ۳۱۷/۱، ۲۳۲/۱ - جابر بن یزید مٹھی ضعیف راوی ہے۔

”میں وتر اور قربانی کا حکم دیا گیا ہوں، لیکن (یہ چیزیں) مجھ پر فرض نہیں کی گئیں۔“ ①

قربانی کا مقصد:

قربانی کا پہلا مقصد محض اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا، اس کا قرب تلاش کرنا اور تقویٰ کا حصول ہونا چاہیے، قربانی میں کسی مخلوق کی رضا تلاش کرنا یا اللہ کے سوا کسی اور کی خوشنودی چاہنا ناجائز اور روح قربانی کے متضاد ہے، اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ إِنْ صَلَّيْتُ وَنَسِيتُ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾

”کہہ دے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت

اللہ کے لیے ہے، جو جہانوں کا رب ہے۔“ [الأنعام: ۱۶۲]

فوائد:

① حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ اس آیت میں آپ ﷺ کو حکم دے رہا ہے ہیں کہ آپ ﷺ مشرکین جو غیر اللہ کی عبادت کرتے اور غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں کو آگاہ کیجیے کہ آپ ﷺ کی عبادت اور قربانی کا طریقہ مشرکین سے مختلف ہے، کیونکہ آپ کی نماز محض رضائے الہی کے لیے اور قربانی فقط ایک اللہ کے لیے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، نیز مذکورہ آیت کا حکم، اس آیت: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ ”آپ ﷺ اپنے رب کے لیے نماز پڑھیں اور قربانی کریں۔“ کی مثل ہے، اس آیت میں بھی حکم ہے کہ آپ ﷺ اپنی نماز اور قربانی خالص اللہ کے لیے انجام دیں۔

① ضعیف جدًا: مصنف عبد الرزاق: ۴۵۷۲۔ سنن دارقطنی: ۲۱/۲۔ ضعیف

الجامع: ۱۲۶۰، عبد اللہ بن عمر الرحزری متروک راوی ہے۔

چونکہ مشرکین غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے اور غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرتے تھے سو ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مشرکین کی پرزور مخالفت کرنے اور ان کے باطل عقائد سے یکسر انحراف کا حکم دیا ہے اور عبادت و قربانی میں اخلاص پیدا کرنے پر زور دیا ہے۔^①

② قربانی کا دوسرا اہم مقصد نفس کی تطہیر اور تقویٰ کا حصول ہے، قربانی سے دلوں کا تقویٰ ہی اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كُنْ يَنَالُ اللَّهُ لِحُومِهَا وَلَا دِمَائُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ﴾

”اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچیں گے اور نہ ان کے خون اور لیکن اسے تمہاری طرف سے تقویٰ پہنچے گا۔“ [الحج: ۳۷]

لہذا قربانی میں ذاتی تشہیر اور ریاکاری کا عمل دخل نہ ہو اور اسی طرح قربانی میں خلاف شرعی امور اور رب تعالیٰ کو ناراض کرنے والے برے افعال سے اجتناب کیا جائے، تاکہ قربانی شرف قبولیت حاصل کر سکے۔

قبولیت قربانی کی شرطیں:

قبولیت قربانی کی بنیادی شرطیں دو ہیں:

① تقویٰ وللہیت:

تقویٰ اور پرہیزگاری قربانی کی قبولیت کی اہم شرط ہے اور قربانی کی قبولیت میں تقویٰ اور رضائے الہی کا حصول بنیادی حیثیت کا حامل ہے اور اگر قربانی میں شہرت اور دکھلاوا مقصود ہو تو ایسی قربانی رد کر دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سیدنا آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کی قربانی کا احوال بیان کرتے ہیں:

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتَقَبَّلَ مِنْ أَحِبَّهِمَا وَلَمْ

① تفسیر ابن کثیر، سورۃ الأنعام: ۱۶۲۔

يُنْقَبِلُ مِنَ الْآخِرِ ۚ قَالَ لَا فُتُلُوكَ ۚ قَالَ إِنَّمَا يَنْقَبِلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿﴾

”اور ان پر آدم کے دو بیٹوں کی خبر کی تلاوت حق کے ساتھ کر، جب ان دونوں نے کچھ قربانی پیش کی تو ان میں سے ایک کی قبول کر لی گئی اور دوسرے کی قبول نہ کی گئی۔ اس نے کہا: میں تجھے ضرور ہی قتل کر دوں گا۔ اس نے کہا: بے شک اللہ متقی لوگوں ہی سے قبول کرتا ہے۔“ [المائدہ: ۲۷]

یہ آیت واضح نص ہے کہ قربانی کی قبولیت میں تقویٰ اہم شرط ہے اور اگر تقویٰ کا حصول مطلوب نہ ہو تو قربانی قبول نہیں ہوگی۔

② رزق حلال:

جس شخص کی آرزو ہے کہ اس کی قربانی کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شرف قبولیت حاصل ہو، اس پر لازم ہے کہ اس کے ذرائع آمدن حلال کمائی پر مشتمل ہوں اور قربانی کا جانور حلال کمائی سے خریدا گیا ہو، حرام کھانے والے اور حلال مال میں حرام کی آمیزش کرنے والے کی قربانی قبول نہیں ہوتی، اس کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا، وَإِنَّ اللَّهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ، فَقَالَ: ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا﴾ [رَبِّيَ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلَيْهِمْ] ﴿[المؤمنون: ۵۱] وَقَالَ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُّوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ﴾ [البقرة: ۱۷۲] ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلُ، يُطِيلُ السَّفَرَ، أَشْعَثَ أَغْبَرَ، يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ، يَا رَبِّ! يَا رَبِّ! وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ، وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ، فَأَنَّى يُسْتَجَابَ لِذَلِكَ﴾

”لوگو! بلاشبہ اللہ پاک ہے اور وہ پاکیزہ مال ہی قبول کرتا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو وہی حکم دیا جو انبیاء و رسل کو حکم ارشاد کیا، فرمایا: ”اے رسولو! پاکیزہ چیزوں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو، یقیناً جو تم کرتے ہو، میں اسے خوب جاننے والا ہوں۔“ اور اہل ایمان سے کہا: ”اے مومنو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ جو ہم نے تمہیں رزق دی ہیں۔“ پھر آپ ﷺ نے بیان فرمایا: ”ایک شخص لمبا سفر کرتا ہے، اس کے بال پراگندہ اور قدم غبار آلود ہیں، وہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے یارب! یارب! پکارتا ہے، جب کہ اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام اور اس کا لباس حرام ہے اور اسے حرام غذا دی گئی، پس ایسے شخص کی دعا کیونکر قبول ہوگی؟“^①

فوائد:

- ① اس حدیث میں حلال مال سے خرچ کرنے کی ترغیب اور حرام مال سے خرچ کرنے کی ممانعت ہے۔^②
- ② قربانی اور زکاۃ و صدقات کی قبولیت کے لیے رزق حلال شرط ہے اور حرام مال سے دی گئی قربانی اور زکاۃ و صدقات بارگاہ الہی میں قبول نہیں ہوتے۔



① صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب قبول الصدقة من الکسب الطیب : ۱۰۱۵۔
جامع ترمذی، کتاب التفسیر، باب و من سورة البقرة : ۲۹۸۹۔ مسند أحمد : ۳۲۸/۲۔
② شرح النووی : ۹۹/۷۔ تحفة الأحوذی : ۲۲۹/۸۔



قربانی کے احکام و مسائل

غیر اللہ کے نام کی قربانی:

درج ذیل آیات میں محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر قربانی کرنے کا حکم ہے۔

① اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ إِنْ صَلَّيْتُ وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾

”کہہ دے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت

اللہ کے لیے ہے، جو جہانوں کا رب ہے۔“ [الأنعام: ۱۶۲]

② دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَأَنحِرْ﴾ [الکوثر: ۲]

”پس تو اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔“

ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے خالص رضائے الہی کے حصول کے لیے قربانی کرنے کا

حکم دیا ہے اور مشرکین جو غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرتے تھے ان کی مخالفت کا حکم ہے،

یز غیر اللہ کے نام پر جانور قربان کرنا حرام اور شریعت کی نظر میں ایسا شخص ملعون ہے۔

③ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَعَنَ اللَّهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَيْهِ، وَلَعَنَ اللَّهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللَّهِ وَلَعَنَ

اللَّهُ مِنْ آوَى مُحْدِثًا، وَلَعَنَ اللَّهُ مَنْ غَيَّرَ مَنَارَ الْأَرْضِ»
 ”اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جو اپنے والدین پر لعنت بھیجے، جو شخص غیر اللہ
 کے لیے ذبح کرے اللہ اس پر لعنت کرے، جو شخص بے دین کو پناہ دے اللہ اس
 پر لعنت کرے اور اللہ اس شخص پر لعنت کرے جو زمین کی علامات تبدیل کرے۔“^①

فوائد:

امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

”غیر اللہ کے لیے ذبح کرنے سے مقصود غیر اللہ کے نام یعنی بت، صلیب، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، یا کعبہ کی خاطر جانور ذبح کرنا ہے، قربانی کی یہ تمام صورتیں حرام ہیں اور ایسا ذبیحہ کھانا حلال نہیں، خواہ ذبح کرنے والا مسلم، عیسائی یا یہودی ہو۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے ایسے ذبیحوں کی حرمت پر نص بیان کی ہے اور شافعیہ کا ایسے ذبیحوں کی حرمت پر اتفاق ہے۔ پھر ذبح کرنے والا اگر غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنے کے ساتھ مذبح لہ ”جس مقدس ہستی کی خاطر جانور ذبح کیا جا رہا ہے“ کی تعظیم و عبادت کا اعتقاد رکھے تو ایسا، اعتقاد کفر ہے اور ذبح کرنے والا اگر اس عمل سے قبل مسلمان ہو تو اس باطل عمل کی وجہ سے مرتد ہو جائے گا۔“^②

مذکورہ بحث کو اگر مزید گہرائی سے دیکھیں تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ، سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، سیدنا حسن و سیدنا حسین رضی اللہ عنہما، اور پیر و مرشد کے نام پر جانور ذبح کرنا اور ان مقدس ہستیوں کی رضا کی خاطر قربانی کرنا حرام اور شرک ہے، جس سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ لہذا پیچتن پاک سمیت کسی ولی، پیر، مرشد کے نام کی قربانی کرنے سے گریز کیا جائے اور خالص رضائے الہی کے لیے قربانی کی جائے۔

① صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب تحریم الذبح لغیر اللہ : ۱۹۷۸۔ سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب من ذبح لغیر اللہ : ۴۴۲۷۔

② شرح النووی : ۱۴۰ / ۱۳۔

قربانی کی رقم صدقہ کرنا:

کفار، یہود و نصاریٰ اور بعض نام نہاد مسلمان دانشور یہ شوشہ چھوڑتے رہتے ہیں کہ مسلمان جتنا مال عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانیوں کی مد میں خرچ کرتے ہیں، اگر اتنا مال ہسپتالوں کی تعمیر، رفاہ عامہ کے کاموں اور انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے خرچ کیا جائے تو انسانی زندگی میں بہتری آسکتی، غربت کا خاتمہ ہو سکتا اور زندگی کی ضروری سہولتوں سے عام انسان بھی بہرہ ور ہو سکتا ہے۔ یہ زہریلا پراپیگنڈہ اتنے زور و شور سے کیا جاتا ہے کہ عام مسلمان ان کے بہکاوے میں آکر اسلام کی اس عظیم سنت کو ترک کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے، لیکن ذرا غور کیجیے اگر قربانی کی مد میں خرچ ہونے والا مال انسانی فلاح و بہبود کے لیے افضل اور موزوں تر ہوتا تو نبی ﷺ کے دور میں سسکتی اور بد حال انسانیت کی خاطر قربانی کے بجائے فلاح انسانیت کے لیے رقم خرچ کرنا افضل قرار پاتا ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ کا ہمیشہ قربانی کرنا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس عظیم سنت کو قائم و دائم رکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی کرنا ہی افضل و اولیٰ ہے۔

① ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”وَالْأَضْحِيَّةُ أَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَةِ بِقِيَمَتِهَا“

”عید الاضحیٰ کے دن قربانی کرنا قربانی کی قیمت صدقہ کرنے سے افضل ہے۔“

احمد، ربیعہ اور ابوالثراد کا یہی موقف ہے۔

② قربانی کرنا اس لیے افضل ہے کہ نبی ﷺ نے قربانی کی اور آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین نے قربانی کی ہے اور اگر انھیں معلوم ہوتا کہ قربانی کی قیمت صدقہ کرنا افضل ہے تو آپ ﷺ اور خلفائے راشدین قربانی کی سنت چھوڑ کر یہ رقم صدقہ و خیرات کرتے۔

③ نیز قربانی کی رقم صدقہ کرنے کو قربانی پر ترجیح دینا اس لیے درست نہیں کیونکہ اس

سے نبی کریم ﷺ کی عظیم سنت چھوٹی ہے۔ (جو کسی بھی اعتبار سے بہتر نہیں) ^①

نیز انسانی فلاح اور سستی اور مفلوک الحال انسانیت کی بہبود کے لیے اسلام کا بہترین نظام نظام زکوٰۃ ہے، جسے عملی جامہ پہنا کر مطلوبہ نتائج حاصل کیے جاسکتے ہیں، لیکن اس نظام کی استواری کفار، یہود و نصاریٰ اور نام نہاد مسلم دانشوروں کو ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ پھر دیکھی انسانیت کی بھلائی کے لیے کفار کا اپنا کردار کیا ہے اور کیا کفار یہود و نصاریٰ اپنے تہوار ترک کرنے اور ان پر خرچ ہونے والے مال کو صدقہ و خیرات کرنے اور انسانی بہبود پر صرف کرنے کے لیے تیار اور عمل پیرا ہیں؟ جب وہ منسوخ شریعتوں کے تہوار منانے اور ان پر خرچ ترک کرنے کے لیے آمادہ نہیں تو اسلام کی عظیم سنت (قربانی) ترک کرنا کیسے درست ہے۔ سو کفار کے اس زہریلے پراپیگنڈے کے مقابلے میں اہل اسلام کو پر زور طریقے سے اس سنت پر عمل پیرا رہنا چاہیے اور دین اسلام پر مضبوطی سے قائم رہنا چاہیے، اسی میں اہل اسلام کی خیر و بقا کا راز مضمر ہے۔

قربانی کرنے والے کے لیے ضروری امور:

جو شخص قربانی کا ارادہ رکھتا ہے وہ ذوالحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد بالوں اور ناخنوں کو نہ چھیڑے، تا وقتیکہ قربانی نہ کر لے، قربانی ذبح کرنے کے بعد اس کا بال اتارنا اور ناخن تراشنا جائز و مباح ہے، دلائل حسب ذیل ہیں:

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ إِذَا دَخَلْتَ الْعَشْرَ، وَ أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَضْغِيَ، فَلَا يَمَسَّ مِنْ شَعْرِهِ وَ بَشِيرِهِ شَيْئًا ﴾

”جب دس ذوالحجہ (یعنی ذوالحجہ کا چاند طلوع ہو جائے) کا آغاز ہو جائے اور تم میں سے کوئی شخص قربانی کرنا چاہے تو وہ اپنے بال اور جلد کے کسی حصہ کو نہ

① المغنی لابن قدامہ مع الشرح الكبير: ۹۶/۱۱۔

چھوئے (یعنی بدن کے کسی حصہ سے بال نہ اتروائے)۔“^①

دودھیل جانور قربان نہ کیا جائے:

جس کے پاس دودھیل جانور ہی ہو وہ اسے ذبح نہ کرے۔ عید الاضحیٰ کے دن نبی ﷺ کے بتائے ہوئے نسخے عید الاضحیٰ کے دن بال کاٹنا، ناخن تراشنا، مونچھیں پست کرنا، زیر ناف بال مونڈھنا، پر عمل کرنے سے مکمل قربانی کا اجر و ثواب حاصل کر سکتا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ أُمِرْتُ بِیَوْمِ الْأَضْحَى عِندًا جَعَلَهُ اللَّهُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ، قَالَ الرَّجُلُ : أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ أَجِدْ إِلَّا مَنِحَةً أَنْتَى أَفَأُضْحِي بِهَا، قَالَ : لَا وَلَكِنْ تَأْخُذُ مِنْ شَعْرِكَ وَأَظْفَارِكَ وَتَقْصُ شَارِبَكَ، وَتَحْلِقُ عَانَتَكَ، فِتِلْكَ تَمَامُ أَضْحِيَّتِكَ عِنْدَ اللَّهِ ﴾

”مجھے یوم الاضحیٰ کو عید کا حکم دیا گیا ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے عید قرار دیا ہے۔“ اس پر ایک شخص نے عرض کیا: ”بتائیے! اگر میں صرف دو دودھیل بکری ہی پاؤں تو کیا اسے ذبح کر دوں؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں، بلکہ تم (روزِ عید) اپنے بال کاٹ لینا، ناخن تراش لینا، مونچھیں پست کر لینا اور زیر ناف بال مونڈھ لینا (یہ عمل) اللہ تعالیٰ کے ہاں تیری پوری قربانی شمار ہوگا۔“^②

فائدہ:

جس شخص کے پاس قربانی کے لیے صرف دودھیل جانور ہے اور وہ قربانی کا ارادہ

① المغنی لا بن قدامہ مع الشرح الكبير : ۹۷/۱۱۔

② حسن : سنن أبی داؤد، کتاب الضحایا، باب ما جاء فی إيجاب الأضاحی : ۲۷۸۹۔

سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب من لم يجد الأضحية : ۴۳۷۰۔ مسند أحمد : ۱۶۹/۲۔ صحيح ابن حبان : ۵۹۱۴۔ یحییٰ بن ہلال صدیقی مدون راوی ہے۔

رکھتا ہے تو وہ ایسا جانور ذبح کرنے کے بجائے قربانی کا اجر و ثواب حاصل کرنا چاہتا ہے وہ حدیث الباب میں مذکور طریقے پر عمل کرنے سے قربانی کا ثواب حاصل کر

سکتا ہے۔
www.KitaboSunnat.com

حج میں قربانی کرنا:

حج کے موقع پر قربانی کرنا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے اور حجاج کرام کا اس سنت پر عمل کرنا مستحب فعل ہے۔

① ابو طفیل رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا:

« يَزْعُمُ قَوْمُكَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعَى بَيْنَ الصِّفَا وَالْمَرْوَةِ وَأَنَّ ذَلِكَ سُنَّةٌ »

”آپ کی قوم سمجھتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی ہے اور یہ سنت ہے، اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ انھوں نے سچ کہا ہے۔ بے شک جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو مناسک حج کا حکم دیا گیا تو مقام سعی پر شیطان ان کے سامنے آیا، اس نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو سیدنا سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس سے آگے نکل گئے، پھر جبریل علیہ السلام سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو جمرہ عقبہ کی طرف لے گئے اور شیطان ان کے سامنے تو آیا تو اسے سات کنکریاں ماریں حتیٰ کہ شیطان بھاگ گیا، بعد ازاں شیطان جمرہ وسطیٰ کے قریب سامنے آیا تو انھوں نے پھر اسے سات کنکریاں ماریں، پھر انھوں نے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو چہرے کی ایک جانب لٹایا اور اسماعیل علیہ السلام پر سفید قمیص تھی، انھوں نے عرض کی: ”ابا جان! میرے پاس اس کے علاوہ کوئی اور کپڑا نہیں، جس میں آپ مجھے کفن دے سکیں گے۔“ (لہذا یہ قمیص اتار لیجیے) سیدنا ابراہیم علیہ السلام وہ قمیص اتارنے لگے تو پیچھے سے آواز آئی، اے ابراہیم! تو نے واقعی خواب سچ کر دکھایا ہے۔ انھوں نے

- مڑ کر دیکھا تو ناگہاں وہاں سفید مینڈھا تھا۔^①
- ② سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع (کے موقع پر قربانی ذبح کی) اور مجھے ارشاد فرمایا:
- ﴿أَصْلِحْ هَذَا اللَّحْمَ، قَالَ: فَأَصْلَحْتُهُ، فَلَمْ يَزَلْ يَأْكُلُ مِنْهُ حَتَّى بَلَغَ الْمَدِينَةَ﴾
- ”اس گوشت کو محفوظ کرو۔ ثوبان کہتے ہیں: چنانچہ میں نے اسے محفوظ کیا، پھر آپ اس سے مسلسل کھاتے رہے، حتیٰ کہ آپ مدینہ پہنچ گئے۔“^②

فوائد:

- ① حج کے موقع پر قربانی کرنا درست ہے اور حجاج کرام دوران حج عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی کر سکتے ہیں۔
- ② قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ ذخیرہ کرنا جائز ہے۔ اگر کسی شخص نے کئی قربانیاں کی ہوں تو کسی ایک قربانی کا مکمل گوشت ذخیرہ کرنا جائز و مباح ہے۔
- ③ شافعی کہتے ہیں: قربانی تمام لوگوں کے لیے اور منیٰ میں موجود حاجی کے لیے بھی مسنون ہے، ابو ثور کا بھی یہی موقف ہے۔^③
- حاجی کا اہل خانہ کی طرف سے علیحدہ قربانی کرنا:

حج کرنے والا حج میں شریک اپنے اہل خانہ کی طرف سے بھی قربانی کر سکتا ہے، اس کی دلیل درج ذیل حدیث ہے۔

- ① صحیح: مسند احمد: ۲۹۷/۱ - سنن بیہقی: ۱۵۴/۵ - تاریخ دمشق: ۶/۲۱۰۔
- ② صحیح مسلم، کتاب الاضاحی: ۱۹۷۵ - سنن أبو داؤد، کتاب الاضاحی، باب فی المسافر یضحی: ۲۸۱۴۔
- ③ شرح ابن بطلال: ۴/۱۱۔

① سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

﴿ خَرَجْنَا لَا نَرَى إِلَّا الْحَجَّ فَلَمَّا كُنَّا بِسَرِفٍ حِضْتُ، فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَآنَا أَبْكِي، فَقَالَ: مَا لَكَ، أَنْفَسْتِ، قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: إِنَّ هَذَا أَمْرٌ، كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ، فَأَقْضِي مَا يَقْضِي الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ قَالَتْ: وَصَحَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَسَائِهِ الْبَقَرِ ﴾

”ہم خالص حج کے ارادے سے نکلے اور جب ہم مقام سرف پر پہنچے تو میں حائضہ ہو گئی، پھر رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور میں رو رہی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا ہے؟ کیا تو حیض میں مبتلا ہو گئی ہے؟“ میں نے عرض کی: ”ہاں!“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے آدم زادوں پر یہ امر لکھ دیا ہے، سو تو وہ اعمال کر جو حج کرنے والا کرتا ہے، البتہ بیت اللہ کا طواف نہ کرو۔“ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (عید الاضحیٰ کے دن) اپنی بیویوں کی طرف سے گائے ذبح کی۔“①

② سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

﴿ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ أُتِيَتْ بِلَحْمِ بَقَرٍ كَثِيرٍ فَطُورَحَ فِي بَيْتِي، فَقُلْتُ: مَا هَذَا؟ قَالُوا: ذَبَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَسَائِهِ الْبَقَرِ ﴾

”(دورانِ حجۃ الوداع) جب یومِ نحر تھا، میرے پاس گائے کا کثیر گوشت لایا گیا اور میرے گھر میں رکھ دیا گیا، میں نے پوچھا: ”یہ کیا ہے؟“ انھوں (گوشت لانے والوں) نے کہا: ”رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے ذبح کی ہے۔“②

① صحیح بخاری، کتاب الحيض، باب الأمر بالنفساء إذا نفسن : ٢٩٤-

② حسن : مسند أحمد : ٢٧٢/٦-

فوائد:

① حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: یہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ گائے کا ذبح کرنا قربانی کے لیے تھا۔^①

② حج میں شامل اہل خانہ کی طرف سے علیحدہ قربانی کرنا مسنون ہے۔
مسافر کا قربانی کرنا:

مقیم کی طرح مسافر کے لیے قربانی کرنا مشروع ہے، البتہ علماء کا مسافر کے لیے قربانی کی مشروعیت کے مسئلہ میں اختلاف ہے، ذیل میں علماء کے مذاہب نقل کرنے کے بعد ہم رائج موقف کی نشاندہی کریں گے۔

مذاہب و آراء:

① شافعیہ اور جمہور علماء کا مذہب ہے کہ جیسے مقیم کے لیے قربانی مسنون ہے، اسی طرح مسافر کے لیے بھی قربانی مشروع ہے۔

② ابراہیم نخعی اور ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ مسافر پر قربانی نہیں ہے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہی قول منقول ہے۔

③ مالک اور علماء کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ مسافر کے لیے منیٰ اور مکہ میں قربانی مشروع نہیں۔^②

رائج موقف:

اس مسئلہ میں جمہور علماء کا موقف رائج ہے اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

① سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

① فتح الباری : ۸/۱۰۔

② شرح النووی : ۱۳/۱۳۳۔ عون المعبود : ۲۷/۸۔

« ذَبَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِيَّتَهُ ثُمَّ قَالَ: « يَا ثَوْبَانُ: أَصْلِحْ لَحْمَ هَذِهِ، فَلَمْ أَزَلْ أَطْعِمُهُ مِنْهَا حَتَّى قَدِمَ الْمَدِينَةَ »
 ”(حجۃ الوداع کے موقع پر) رسول اللہ ﷺ نے اپنی قربانی ذبح کی پھر فرمایا:
 اے ثوبان! اس کا گوشت ذخیرہ کرلو۔ بعد ازاں میں آپ ﷺ کو مسلسل اس
 سے کھلاتا رہا، حتیٰ کہ آپ ﷺ مدینہ پہنچ گئے۔“^①

فوائد:

- ① قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ ذخیرہ کرنا اور اسے زائر راہ بنانا جائز ہے۔
- ② سفر کے لیے سامان سفر ذخیرہ کرنا اور زائر راہ لینا توکل میں قادر نہیں اور ایسا فحش توکل کے زمرے سے خارج نہیں ہوتا۔
- ③ مسافر کے لیے قربانی ایسے ہی مشروع ہے، جیسے مقیم کے لیے اور ہمارا (شافعیہ کا) اور جمہور علماء کا یہی موقف ہے۔^②
- ④ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

« أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَحَاضَتْ بِسَرِفٍ قَبْلَ أَنْ تَدْخُلَ مَكَّةَ وَهِيَ تَبْكِي فَقَالَ: مَا لَكَ، أَنْفَسْتَ، قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: إِنَّ هَذَا أَمْرٌ، كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ، فَأَقْضِي مَا يَقْضِي الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ، فَلَمَّا كُنَّا بِمِنَى أُتِيتُ بِلَحْمٍ بَقَرٍ، فَقُلْتُ مَا هَذَا؟ قَالُوا ضَحَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

- ① صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب بیان ما کان من النہی عن أکل لحوم الأضاحی بعد ثلاث فی أول الإسلام: ۱۹۷۵۔ سنن أبی داؤد، کتاب الأضاحی، باب فی المسافر یضحی: ۲۸۱۴۔
- ② شرح النووی: ۱۳/۱۳۴۔ عون المعبود: ۲۷/۸۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَزْوَاجِهِ بِالْبَقَرِ ﴿

”وہ مکہ داخل ہونے سے قبل مقام سرف پر حیض سے دو چار ہو گئیں اور نبی ﷺ ان کے پاس تشریف لائے جب کہ وہ رو رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ”تجھے کیا ہے؟ تو حیض میں مبتلا ہو گئی ہے؟“ انھوں نے عرض کی: ”ہاں!“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے یہ امر (حیض) آدم زادیوں پر لکھ دیا ہے۔ سو حج کرنے والا جو اعمال کرے وہ اعمال کر، البتہ بیت اللہ کا طواف نہ کرنا“ (عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں) پھر جب ہم (دس ذوالحجہ کو) منیٰ میں تھے، میرے پاس گائے کا گوشت لایا گیا۔ میں نے پوچھا: ”یہ کیسا گوشت ہے؟“ انھوں (گوشت لانے والوں) نے کہا: ”رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے ذبح کی ہے۔“^①

نوائد:

① امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر یہ باب ”بَابُ الْأَضْحِيَّةِ لِلْمُسَافِرِ وَالنِّسَاءِ“ (مسافر اور عورتوں کے لیے قربانی کا بیان) قائم کر کے مسافر کے لیے قربانی کا جواز بیان کیا ہے۔

② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، اس عنوان میں اشارہ ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ مسافر کے لیے قربانی مشروع نہیں، ان کا موقف خلاف سنت ہے۔^②

③ ابن بطل رحمہ اللہ حدیث الباب کی شرح میں لکھتے ہیں کہ شافعی کہتے ہیں: ”قربانی تمام لوگوں کے لیے مسنون ہے اور منیٰ میں حج کرنے والے پر بھی قربانی مشروع

صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب الأضحية للمسافر : ۵۵۴۸۔ صحیح

مسلم، کتاب الحج، باب بیان وجوہ الإحرام : ۱۲۱۱۔

فتح الباری : ۸/۱۰۔

ہے، ابو ثور کا بھی یہی موقف ہے اور شافعی کی دلیل اوپر بیان کردہ حدیث ہے۔“^①

④ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَحَضَرَ
الْأَضْحَى، فَاشْتَرَكْنَا فِي الْبَقَرَةِ سَبْعَةً وَفِي الْبَعِيرِ عَشْرَةً »

”ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں سفر میں تھے اور عید آگئی تو ہم گائے میں سات اور اونٹ میں دس افراد شریک ہوئے۔“^②

یہ حدیث بھی واضح نص ہے کہ حالت سفر میں قربانی کرنا جائز اور حالت اقامت کی طرح سنت مؤکدہ ہے۔



① شرح ابن ابی طال : ۴/۱۱۔

② حسن : جامع سنن ترمذی، أبواب الأضاحی، باب ما جاء فی الاشتراك فی الأضحية : ۱۵۰۱۔ صحیح ابن حبان : ۴۰۰۷۔ صحیح ابن خزيمة : ۲۹۰۸۔ علماء بن امر صدوق اور باقی راوی ثقہ ہیں۔

میت کو قربانی میں شامل کرنا

میت کو قربانی میں شریک کرنا جائز نہیں، کیونکہ میت کو قربانی میں شریک کرنے کے جواز کے بارے صحیح مسلم کی جس روایت سے استدلال کیا جاتا ہے وہ استدلال درست نہیں، ذیل میں حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا اور اس سے اخذ کیا جانے والا استدلال پیش خدمت ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِكَبْشٍ أَقْرَنَ، يَطَأُ فِي سَوَادٍ، وَيَبْرُكُ فِي سَوَادٍ، وَيَنْظُرُ فِي سَوَادٍ، فَأُتِيَ بِهِ لِيُضْحِيَ بِهِ قَالَ لِعَائِشَةَ: هَلُمِّي الْمُدْبِيَّةَ، ثُمَّ قَالَ: إِشْحِذِيهَا بِحَجَرٍ، فَفَعَلْتُ، ثُمَّ أَخَذَهَا، وَأَخَذَ الْكَبْشَ فَأَضْجَعَهُ، ثُمَّ ذَبَحَهُ، ثُمَّ قَالَ: بِاسْمِ اللَّهِ، اَللَّهُمَّ! تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَمِنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ، ثُمَّ ضَحَّى بِهِ﴾

”رسول اللہ ﷺ نے سینگوں والے ایسے مینڈھے کا حکم دیا جو سیاہی میں چلتا (یعنی اس کے ہاتھ پاؤں سیاہ تھے) سیاہی میں بیٹھتا (اس کا پیٹ سیاہ تھا) اور سیاہی میں دیکھتا (یعنی اس کی آنکھیں سیاہ تھیں) ہو۔ پھر (ان صفات کا حامل) مینڈھا ذبح کرنے کے لیے لایا گیا تو آپ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: ”چھری لاؤ۔“ بعد ازاں آپ ﷺ نے ارشاد کیا کہ اسے پتھر پر تیز کرو۔ انھوں نے (اس حکم کی) تعمیل کی، بعد ازاں آپ ﷺ نے چھری پکڑی، پھر مینڈھے کو پکڑ کر لٹایا

اس کے بعد اسے ذبح کرنے لگے تو یہ کلمات کہے: (بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ، تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ مِنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ) ”اللہ کے نام سے، اے اللہ! محمد، آل محمد اور امت محمد (ﷺ) کی طرف سے قبول فرما۔“ پھر اسے ذبح کر دیا۔“^①

اس حدیث سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ نبی ﷺ نے قربانی میں امت محمد ﷺ کو بھی شریک کیا ہے اور امت محمد ﷺ میں کئی فوت شدگان بھی تھے جو آپ ﷺ سے پہلے فوت ہو چکے تھے۔ لہذا میت کو قربانی میں شریک کرنا جائز ہے، یہ استدلال سراسر باطل اور بے سرو پا ہے، کیونکہ الفاظ حدیث میں تو امت محمد ﷺ کو قربانی میں شریک کرنے کا ذکر ہی نہیں۔ حدیث میں تو فقط اتنا وارد ہوا ہے کہ نبی ﷺ نے محمد ﷺ آل محمد اور امت محمد ﷺ کی طرف سے قبولیت قربانی کی دعا کی ہے، انھیں قربانی میں شریک نہیں کیا۔

فضیلۃ الشیخ حافظ عبد المنان نور پوری رحمہ اللہ کا فتویٰ:

صحیح مسلم والی حدیث سے زندہ (لوگ) مراد ہیں، پھر صحیح مسلم کے لفظ ہیں:

«وَأَخَذَ الْكَبْشَ، فَأَضْجَعَهُ، ثُمَّ ذَبَحَهُ، ثُمَّ قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ! تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ، وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ مِنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ»

”اس میں یہ نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے اہل اور آل اور امت محمدیہ کی طرف سے قربانی کی، اس میں تو ذبح کے بعد اپنی، آل محمد اور امت محمد ﷺ کی طرف سے قبولیت کی دعا کا تذکرہ ہے۔“^②

پھر جن احادیث سے استدلال کیا جاتا ہے کہ میت کو قربانی میں شریک کرنا جائز ہے، وہ احادیث ضعیف ہیں۔

① صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب استحباب الضحیة: ۱۹۶۷۔ سنن أبی داؤد،

کتاب الضحایا، باب ما یستحب من الضحایا: ۲۷۹۲۔

② أحکام و مسائل از حافظ عبد المنان نور پوری: ۱/ ۴۴۴، ۴۴۵۔

① سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحَّى بِكَبْشَيْنِ سَمِينَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ مَوْجُوعَيْنِ فَذَبَحَ أَحَدَهُمَا فَقَالَ: اللَّهُمَّ عَنْ مُحَمَّدٍ وَأُمِّتِهِ مَنْ شَهِدَ لَكَ بِالتَّوْحِيدِ وَشَهِدَ لِي الْبَلَاغَ»

”بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے موٹے تازے، چتکبرے، سینگوں والے دو خسی مینڈھے ذبح کیے اور ایک کو ذبح کیا تو (یہ کلمات) کہے: ”اے اللہ! (یہ قربانی) محمد ﷺ اور اس کی امت کے ان افراد کی طرف سے ہے، جنہوں نے تیری توحید کی گواہی دی ہے اور میری تبلیغ کے گواہ ہیں۔“ ①

② سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«أَتَى بِكَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ عَظِيمَيْنِ مَوْجُوعَيْنِ، فَأَضْجَعَ أَحَدَهُمَا وَقَالَ: بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُمَّ عَنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، ثُمَّ أَضْجَعَ الْآخَرَ فَقَالَ: بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ عَنْ مُحَمَّدٍ وَأُمِّتِهِ، مَنْ شَهِدَ لَكَ بِالتَّوْحِيدِ وَشَهِدَ لِي الْبَلَاغَ»

”یقیناً رسول اللہ ﷺ کے پاس چتکبرے، سینگوں والے، موٹے تازے، دو خسی مینڈھے لائے گئے اور آپ ﷺ نے ان میں سے ایک کو لٹایا اور (ذبح کرتے وقت یہ کلمات) کہے: ”بسم اللہ واللہ اکبر، اے اللہ! (یہ قربانی) محمد اور آل محمد ﷺ کی طرف سے۔“ پھر آپ ﷺ نے دوسرا مینڈھا لٹایا اور اسے ذبح کرتے وقت یوں گویا ہوئے: ”اللہ کے نام سے، اللہ سب سے بڑا ہے، اے اللہ! (یہ قربانی)“

① ضعیف : مستدرک حاکم : ۲۲۷/۴، ۲۲۸ - سنن بیہقی : ۲۸۷/۹ - سنن ابن ماجہ، أبواب الأضاحی، باب أضاحی رسول اللہ ﷺ : ۳۱۲۲ - عبد اللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب، ہاشمی ضعیف راوی ہے، دیکھیے تحریر تقریب احمدیہ۔

محمد ﷺ اور اس کی امت کے ان افراد کی طرف سے جنہوں نے تیری توحید کی گواہی دی اور میری تبلیغ کی شہادت دی۔“^①

③ سیدنا ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« أَنْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا ضَحَّى اشْتَرَى كَبْشَيْنِ سَمِينَيْنِ أَفْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ فَإِذَا صَلَّى وَخَطَبَ النَّاسَ، أُتِيَ بِأَحَدِهِمَا وَهُوَ قَائِمٌ فِي مُصَلَّاهُ، فَذَبَحَهُ بِنَفْسِهِ بِالْمُذْبِيحَةِ، ثُمَّ يَقُولُ: اَللّٰهُمَّ! إِنَّ هَذَا عَنْ أُمَّتِي جَمِيعًا مِمَّنْ شَهِدَ لَكَ بِالتَّوْحِيدِ وَشَهِدَ لِي بِالْبَلَاغِ، ثُمَّ يُؤْتِي بِالْآخَرِ فَيَذْبَحُهُ بِنَفْسِهِ وَيَقُولُ: هَذَا عَنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ فَيُطْعِمُهُمَا جَمِيعًا الْمَسَاكِينَ، وَيَأْكُلُ هُوَ وَاهْلُهُ مِنْهُمَا »

”بے شک رسول اللہ ﷺ جب قربانی کا ارادہ کرتے تو دو موٹے تازے، سینگوں والے، چتکبرے مینڈھے خریدتے پھر جب آپ ﷺ نماز (عید) پڑھتے اور لوگوں کو خطبہ ارشاد فرماتے تو ایک مینڈھا لایا جاتا حالانکہ آپ ﷺ اپنی نماز کی جگہ پر کھڑے ہوتے اور آپ ﷺ خود اسے چھری سے ذبح کرتے اور یہ (کلمات) کہتے: اے اللہ! یہ (قربانی) میری امت کے ان تمام افراد کی طرف سے ہے جنہوں نے تیری توحید کی گواہی دی اور میرے پیغام پہنچانے کی شہادت دی۔ پھر دوسرا مینڈھا لایا جاتا، آپ ﷺ اسے خود ذبح کرتے اور کہتے: ”یہ محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ کی طرف سے ہے۔“ پھر آپ ﷺ ان دونوں جانوروں کا گوشت مساکین کو بھی کھلاتے، خود بھی تناول کرتے اور آپ ﷺ کے اہل خانہ

① ضعیف: مسند أبی یعلیٰ: ۱۷۹۲۔ سنن بیہقی: ۲۶۸/۹ عبد اللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب ہاشمی ضعیف راوی ہے۔

بھی ان سے کھاتے۔“^①

ایسی تمام مطلق روایات جن سے فوت شدگان کو قربانی میں شامل کرنے کی دلیل لی جاتی ہے وہ ضعیف ہیں۔ نیز اوپر بیان کردہ صحیح مسلم کی روایت میں منقول الفاظ: (بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ، تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ مِنْ اُمَّةٍ مُحَمَّدٍ) ”اللہ کے نام سے، اے اللہ! محمد، آل محمد اور امت محمد کی طرف سے قبول فرما۔“^②

اور سنن ابی داؤد میں مینڈھے ذبح کرتے وقت نبی ﷺ سے منقول یہ الفاظ: ”اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَ لَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَ اُمَّتِهِ بِسْمِ اللّٰهِ اُكْبَرُ“ ”اے اللہ! (یہ قربانیاں) تیرا عطیہ اور محمد ﷺ اور اس کی امت کی جانب سے تیرے لیے ہیں، اللہ کے نام سے اور وہ سب سے بڑا ہے۔“^③

ان روایات سے یہ استدلال کرنا کہ چونکہ نبی ﷺ نے امت کو قربانی میں شریک کیا ہے اور آپ ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ کے بعض امتی وفات پا چکے تھے، لہذا میت کو قربانی میں شریک کرنا جائز ہے۔ یہ استدلال کئی اعتبار سے باطل ہے۔

① یہ مطلق روایت ہے اور اصول فقہ کا معروف قاعدہ ہے کہ ایک ہی مسئلہ میں مقید اور مطلق روایات منقول ہوں تو مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا، چنانچہ آئندہ عنوان کے تحت منقول روایت مقید ہے اور اس میں آپ ﷺ کی طرف سے ان زندہ افراد کو قربانی میں شریک کرنا ثابت ہے، جو قربانی کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔

① ضعیف: مسند أحمد: ۳۹۱/۶۔ طبرانی کبیر: ۹۱۵۔ سنن بیہقی: ۲۵۹/۹۔ عبد اللہ بن محمد بن عقیل ضعیف راوی ہے۔

② صحیح مسلم: ۱۹۶۷۔

③ حسن: سنن أبی داؤد، کتاب الضحایا، باب ما یستحب من الضحایا: ۲۷۹۵۔ سنن ابن ماجہ، أبواب الأضاحی، باب أضاحی رسول اللہ ﷺ: ۳۱۲۱۔ مسند أحمد: ۳۷۵/۳۔ صحیح ابن خزیمہ: ۲۸۹۹۔ مستدرک حاکم: ۱۶۶۹۔ صحیح ابن خزیمہ، مسند احمد اور مستدرک حاکم میں محمد بن اسحاق کے سماع کی تصریح موجود ہے، لہذا یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔

② امت کے ایسے زندہ افراد جو قربانی کی استطاعت نہیں رکھتے تھے، ان کی طرف سے قربانی کرنا خاصہ رسول ہے، کسی عام امتی کو اس کی اجازت نہیں، لہذا قربانی میں میت کو بلا ثبوت شامل نہیں کیا جاسکتا۔

زندہ افراد کو قربانی میں شامل کرنا:

رسول اللہ ﷺ کا امت کے ان زندہ افراد کی طرف سے قربانی کرنا ثابت ہے، جو قربانی کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى لِلنَّاسِ يَوْمَ النَّحْرِ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ خُطْبَتِهِ وَصَلَاتِهِ دَعَا بِكَنْشٍ فَذَبَحَهُ بِنَفْسِهِ وَقَالَ: بِسْمِ اللَّهِ، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُمَّ عَنِّي وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِي »

”یقیناً رسول اللہ ﷺ نے یوم نحر (دس ذوالحجہ) کو لوگوں کو نماز (عید) پڑھائی اور جب آپ ﷺ خطبہ اور عید سے فارغ ہوئے، آپ ﷺ نے ایک مینڈھا منگوا یا، اسے خود ذبح کیا اور (ذبح کرتے وقت) یہ کلمات کہے: ”بسم اللہ، اللہ اکبر، اے اللہ! یہ (قربانی) میری اور میری امت کے ان افراد کی طرف سے جو قربانی نہیں کر سکے۔“ ①

فوائد:

① یہ حدیث دلیل ہے کہ نبی ﷺ نے قربانی میں امت کے ان افراد کو شریک کیا، جو قربانی دینے سے قاصر تھے۔ لہذا مطلق روایت سے یہ ثابت کرنا کہ آپ ﷺ نے امت

① حسن : سنن بیہقی : ۲۶۴/۹ - مستدرک حاکم : ۲۲۹/۴ - دارقطنی : ۵۴۴، ۵۴۵ - مطلب بن عبد اللہ بن مطلب بن خطب صدوق مدلس ہیں، لیکن اس روایت میں ان کے سماع کی تصریح ہے، مدلس کا ازالہ ہو گیا اور تدلیس کی علت ختم ہونے کی وجہ سے روایت حسن ہے۔

کے فوت شدگان کو بھی قربانی میں شامل کیا تھا، سراسر باطل ہے۔ بلکہ حدیث الباب صریح نص ہے کہ قربانی میں امت کے صرف ان زندہ افراد کو شامل کیا گیا جو قربانی کی استطاعت نہیں رکھتے تھے۔

② جب آپ ﷺ کی طرف سے دی گئی قربانی میں امت کے تمام زندہ افراد کو شامل نہیں کیا گیا تو مردوں کو قربانی میں شریک کرنا کیسے ثابت ہو سکتا ہے۔
امت کو قربانی میں شریک کرنا خاصہ رسول:

امت کے زندہ افراد کو قربانی میں شریک کرنا نبی ﷺ کا خاصہ و امتیاز ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے گھر والوں کو قربانی میں شامل کرنا تو ثابت ہے، لیکن کسی صحابی سے قربانی میں امت کو شریک کرنا ثابت نہیں۔

عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

”تَضَحِيَّةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أُمَّتِهِ وَإِشْرَاكُهُمْ فِي أَضْحِيَّتِهِ مَخْصُوصٌ بِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَمَّا تَضَحِيَّتُهُ عَنْ نَفْسِهِ وَآلِهِ فَلَيْسَ مَخْصُوصٌ بِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا مَنْسُوخٌ، وَالذَّلِيلُ عَلَى ذَلِكَ أَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ كَانُوا يُضَحُّونَ الشَّاةَ الْوَاحِدَةَ يَذْبَحُهَا الرَّجُلُ عَنْهُ وَعَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ كَمَا عَرَفْتُ، وَلَمْ يَثْبُتْ عَنْ أَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ التَّضَحِيَّةُ عَنِ الْأُمَّةِ، وَإِشْرَاكُهُمْ فِي أَضْحِيَّتِهِ الْبَتَّةُ“

”امت کی طرف سے قربانی کرنا اور انھیں اپنی قربانی میں شریک کرنا رسول اللہ ﷺ کا خاصہ ہے، لیکن اپنی طرف سے اور اہل خانہ کی طرف قربانی کرنا نہ آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص اور نہ یہ عمل منسوخ ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ

کرام رحمہ اللہ اپنی طرف سے اور اپنے اہل خانہ کی طرف ایک بکری قربانی کرتے رہے ہیں، لیکن کسی صحابی سے یہ ثابت نہیں کہ اس نے امت کی طرف سے قربانی کی ہے یا کبھی کسی نے امت کے افراد کو قربانی میں شریک کیا ہے۔“^①

میت کی طرف سے مستقل قربانی کرنا:

میت کی طرف سے مستقل قربانی کرنا جائز نہیں، کیونکہ میت کی طرف سے باقاعدہ قربانی کرنے کی روایات ضعیف ہیں۔

① احسن اللہ بیان کرتے ہیں:

«رَأَيْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ فَقُلْتُ لَهُ: مَا هَذَا؟ فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصَانِي أَنْ أُضَحِّيَ عَنْهُ فَإِنَّا أُضَحِّي عَنْهُ»

”میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ (قربانی پر) دو مینڈھے (ایک اپنی طرف سے اور دوسرا نبی ﷺ کی طرف سے) ذبح کرتے تھے۔“ میں نے انھیں پوچھا: ”یہ کیوں؟“ اس پر انھوں نے بتایا: ”بے شک رسول اللہ ﷺ نے مجھے وصیت کی کہ میں ان کی طرف سے قربانی کروں، اس لیے میں آپ ﷺ کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔“^②

② عاصم بن شریب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

① تحفة الأحوذی : ۶۹/۵۔

② ضعیف : سنن أبی داؤد، کتاب الضحایا، باب الأضحیة عن المیت : ۲۷۹۰۔ جامع

ترمذی، أبواب الأضاحی، باب ما جاء فی الأضحیة عن المیت : ۱۴۹۵۔ مسند أحمد :

۱۰۷/۱۔ مسند أبی یعلی : ۴۵۹۔ مستدرک حاکم : ۲۵۵/۴۔ شریک بن عبد اللہ

قاضی ضعیف مدلس ہے اور ابوالحسناء مجہول راوی ہے۔

﴿ اَتَى عَلَىَّ بَنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَكْبِشُ فَذَبَحَهُ وَقَالَ :
بِسْمِ اللَّهِ اَللَّهُمَّ مِنْكَ، وَلَكَ، وَمِنْ مُحَمَّدٍ لَكَ، ثُمَّ أَمَرَ بِهِ فَتَصَدَّقَ
بِهِ، ثُمَّ اَتَى يَكْبِشُ آخَرَ فَذَبَحَهُ فَقَالَ : بِسْمِ اللَّهِ اَللَّهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ وَ
مِنْ عَلَىَّ لَكَ ﴾

”سیدنا علیؑ کے پاس ایک مینڈھا لایا گیا، انھوں نے اسے ذبح کیا (اور ذبح کرتے وقت یہ کلمات) کہے: اللہ کے نام سے، اے اللہ! تیری توفیق سے اور تیرے لیے اور محمدؐ کی طرف سے تیرے لیے ہے، پھر اس کے بارے حکم دیا اور اسے صدقہ کر دیا۔“ بعد ازاں دوسرا مینڈھا لایا گیا، انھوں نے اسے ذبح کیا اور یہ کلمات کہے: ”اللہ کے نام کے ساتھ تیری توفیق سے اور تیرے لیے ہے۔ (یہ قربانی) علیؑ کی طرف سے تیرے لیے ہے۔“^①

عبدالرحمن مبارکپوریؒ بیان کرتے ہیں:

”لَمْ أَجِدْ فِي التَّضَحِّيَةِ عَنِ الْمَيِّتِ مُنْفَرِدًا حَدِيثًا صَحِيحًا، وَأَمَّا حَدِيثُ عَلِيٍّ الْمَذْكُورُ فِي الْبَابِ فَضَعِيفٌ كَمَا عَرَفْتُ“
”میت کی طرف سے علیؑ سے علیحدہ قربانی کرنے کے بارے مجھے ایک بھی صحیح حدیث نہیں ملی اور اس مسئلہ میں سیدنا علیؑ سے مذکور حدیث ضعیف ہے، جیسا کہ تمہیں معلوم ہے۔“^②

لہذا میت کو قربانی میں شریک کرنا یا میت کی طرف سے علیحدہ قربانی کرنا جائز نہیں۔



① ضعیف: سنن بیہقی: ۲۸۷/۹، عاصم بن شریب مجہول راوی ہے۔

② تحفة الأحوذی: ۶۰/۵۔

قربانی کے جانور

قربانی کے جانوروں کی تفصیل:

قربانی کے لیے بھییمۃ الأنعام اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری کا ہونا شرط ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور جنس کی قربانی کتاب و سنت کی رو سے مشروع نہیں۔ دلائل حسب ذیل ہیں:

① قربانی کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾ [الحج: ۳۴]

”اور ہم نے ہر امت کے لیے ایک قربانی مقرر کی ہے، تاکہ وہ ان پالتو چوپاؤں پر اللہ کا نام ذکر کریں جو اس نے انھیں دیے ہیں۔“

② دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾ [الحج: ۲۸]

”تاکہ وہ اپنے بہت سے فائدوں میں حاضر ہوں اور چند معلوم دنوں میں ان پالتو چوپاؤں پر اللہ کا نام ذکر کریں جو اس نے انھیں دیے ہیں۔“

مذکورہ بالا آیات میں قربانی کے مخصوص جانوروں ’بھییمۃ الانعام‘ کا بیان ہوا ہے، ’بھییمۃ الانعام‘ (پالتو چوپاؤں) سے کون سے چوپائے مراد ہیں، اس بھییمۃ الانعام کی توضیح قرآن

میں دوسرے مقام پر ہوئی ہے کہ پالتو چوپاؤں سے مقصود اونٹ، گائے اور بھیڑ، بکری ہیں:

﴿وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةٌ وَفَرُشَاءٌ كُؤُومًا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ﴾ ثُنْيِيَّةُ أَزْوَاجٍ مِّنَ النَّبَاتِ الثَّنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْيِزِ الثَّنَيْنِ قُلْ إِلَّا لِلَّهِ كَرِيمٍ حَرَّمَ أَمْرَ الْأُنْكَيَيْنِ أَمَّا اسْتَمَلْتُ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنْكَيَيْنِ تَوَعُّونِي يَعْلَمُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ وَمِنَ الْإِبِلِ الثَّنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ الثَّنَيْنِ ﴿[الأنعام: ١٤٢، ١٤٣، ١٤٤]

”اور چوپاؤں میں سے کچھ بوجھ اٹھانے والے اور کچھ زمین سے لگے ہوئے (پیدا کیے)۔ کھاؤ اس میں سے جو اللہ نے تمہیں رزق دیا اور شیطان کے قدموں کے پیچھے مت چلو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ آٹھ قسمیں، بھیڑ میں سے دو اور بکری میں سے دو۔ کہہ کیا اس نے دونوں نحرام کیے یا دونوں مادہ؟ یا وہ (بچہ) جس پر دونوں مادوں کے رحم لپٹے ہوئے ہیں؟ مجھے کسی علم کے ساتھ بتاؤ، اگر تم سچے ہو۔ اور اونٹوں میں سے دو اور گائیوں میں سے دو، کہہ کیا اس نے دونوں نحرام کیے ہیں یا دونوں مادہ؟“

تفسیر:

یہ آیت دلیل ہے کہ بھیمۃ الأنعام کا اطلاق چوپاؤں کی چار اقسام اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری پر ہی ہوتا ہے۔

① ابن جریر طبری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

﴿وَأَمَّا النَّعْمُ، فَإِنَّهَا عِنْدَ الْعَرَبِ اسْمٌ لِلْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ خَاصَّةً﴾
 ”انعام، نعم کی جمع ہے۔ اور اہل عرب کے نزدیک نعم، بالخصوص اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری کا نام ہے۔“ ①

① تفسیر طبری: ۴۵۷/۹۔



② حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

”بھیمۃ الانعام سے مراد اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری ہے، اور حسن بصری رحمہ اللہ اور قتادہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔“^①

③ امام قرطبی رحمہ اللہ سورہ حج، آیت (۲۸) کی تشریح بیان کرتے ہیں:

﴿وَالْأَنْعَامُ هُنَا الْإِبِلُ، وَالْبَقَرُ وَالْغَنَمُ، وَبَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ هِيَ الْأَنْعَامُ﴾
 ”یہاں انعام سے مراد اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری ہے اور بھیمۃ الانعام اور انعام ہم معنی الفاظ ہیں۔“^②

④ شوکانی رحمہ اللہ، سورہ حج کی آیت (۲۸) کی شرح میں لکھتے ہیں:

”بھیمۃ الانعام اونٹ گائے اور بھیڑ بکری ہے اور بھیمۃ الانعام سے مراد انعام ہی ہے۔“^③

پھر سورہ حج، آیت ۳۴: ﴿عَلَىٰ مَا رَزَقَهُهُ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾ کی تفسیر میں رقم طراز ہیں: ”وَ فِيهِ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّ الْقُرْبَانَ لَا يَكُونُ إِلَّا مِنَ الْأَنْعَامِ دُونَ غَيْرِهَا“
 اس آیت میں اشارہ ہے کہ قربانی صرف انعام اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری ہی کی ہوتی ہے اور ان کے علاوہ کسی اور جانور کی قربانی نہیں ہوتی۔“^④

⑤ نواب صدیق حسن خان بیان کرتے ہیں:

” (قربانی کے لیے) انعام کی قید اس لیے لگائی گئی کہ انعام کے سوا کسی اور جانور کی قربانی درست نہیں، اگرچہ اس کا کھانا حلال ہے۔“^⑤

① تفسیر ابن کثیر: ۸/۲۔

② تفسیر قرطبی: ۴۴/۱۲۔

③ فتح القدیر: ۱۱۵/۵۔

④ فتح القدیر: ۱۱۵/۵۔

⑤ ترجمان القرآن: ۷۴۱۔

⑥ ”وَ إِنَّمَا خُصَّ بِهِيْمَةُ الْأَنْعَامِ، لِأَنَّهَا الْمَشْرُوعَةُ فِي الْقُرْبِ“
 ”(قربانی کے لیے) بھییمۃ الانعام کا ذکر خاص اس لیے کیا گیا ہے، کیونکہ بھییمۃ الانعام ہی کی قربانی مشروع ہے۔“^①

⑦ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: قربانی میں فقط بھییمۃ الانعام اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری، کفایت کرتے ہیں، اس کی دلیل یہ آیت ہے:
 ﴿لِيَذْكُرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾
 اور بھییمۃ الانعام سے مراد، اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری ہے۔^②

⑧ سید سابق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

”وَلَا تَكُونُ إِلَّا مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَلَا تُجْزَىٰ مِنْ غَيْرِ هَذِهِ الثَّلَاثَةِ، يَقُولُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ: لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ“

”قربانی صرف اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری ہی کی ہوتی ہے اور ان جنسوں کے سوا کسی اور جانور کی قربانی کفایت نہیں کرتی۔ کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں: تاکہ وہ ان پالتو چوپاؤں پر اللہ کا نام ذکر کریں جو اس نے انھیں دیے ہیں۔“^②

درج بالا آیات اور مفسرین کے اقوال سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ چار جانوروں اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری ہی کی قربانی مشروع ہے اور اس کے علاوہ کسی اور حلال جانور کی قربانی قبول نہیں، لہذا قربانی کے لیے انھی چار اجناس کے چوپاؤں میں سے کسی چوپائے کا انتخاب کیا جائے، نیز نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی انھی چوپاؤں، اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری کی قربانی ثابت ہے۔

① زاد المسیر : ۴ / ۳۸۳۔

② المغنی لابن قدامہ الشرح الکبیر : ۱۱ / ۱۰۰۔

③ فقہ السنة : ۲ / ۳۴۔

لہذا قرآن و سنت، تعامل صحابہ اور اقوال مفسرین کھلی دلیل ہیں کہ انھی جانوروں کی قربانی مشروع ہے اور ان چار اجناس کے علاوہ کسی اور جانور کی قربانی کے جواز کا ثبوت قرآن و سنت میں موجود نہیں، لہذا مبنی بر احتیاط اور رائج موقف یہی ہے کہ ان جانوروں کے علاوہ کسی اور جانور کی قربانی نہ کی جائے۔

بھینس کی قربانی کا حکم:

مذکورہ بالا بحث میں ہم نے بالتفصیل وضاحت کی ہے کہ کتاب و سنت اور فقہاء و مفسرین کے اقوال کی رو سے صرف چار اقسام کے چوپاؤں، اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری کی قربانی جائز ہے اس کے علاوہ کسی اور جانور کی قربانی مشروع نہیں۔ لیکن احناف کے نزدیک بھینس کی قربانی جائز ہے اور ان کا یہ جواز کسی آیت و حدیث سے ماخوذ نہیں، بلکہ بھینس کی قربانی کے جواز کی دلیل ہدایہ شریف کی یہ عبارت ہے: ”وَيَدْخُلُ فِي الْبَقَرِ الْجَامُوسُ لِأَنَّهُ مِنْ جَنْسِهِ“ ”اور بھینس گائے (کے حکم) میں داخل ہے، کیونکہ بھینس گائے کی جنس سے ہے۔“ لیکن یہ استدلال کئی وجوہ سے باطل ہے۔

① صاحب ہدایہ کی عبارت ہی دلیل ہے کہ بھینس اور گائے کی اجناس مختلف ہیں، کیونکہ جو چیز حکماً کسی اور جنس میں داخل ہو، اس کی جنس اس چیز سے یقیناً مختلف ہوتی ہے۔

② احناف کی اپنی عبارات اس بات کی گواہ ہیں کہ بھینس گائے کی جنس نہیں، بلکہ بھینس اور گائے کی جنسیں مختلف ہیں، اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

① فقہ حنفی کی مایہ ناز کتاب در المختار میں مذکور ہے کہ ”وَلَا يَعْتُمُّ الْبَقَرُ الْجَامُوسَ“ گائے بھینس کو عام نہیں (یعنی جنس گائے میں بھینس شامل نہیں ہے)۔^①
حاشیہ رد المختار کا مصنف اس عبارت کی شرح میں لکھتا ہے:

”وَلَا يَعْمُ الْبَقْرُ الْجَامُوسَ“ (گائے بھینس کو شامل نہیں)۔

”أَنْى فَلَوْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ لَحْمَ بَقَرٍ وَلَا يَحْنُثُ بِأَكْلِ الْجَامُوسِ كَعَكْسِهِ لِأَنَّ النَّاسَ يُفَرِّقُونَ بَيْنَهُمَا، قِيلَ يَحْنُثُ لِأَنَّ الْبَقَرَ أَعْمٌ، وَ الصَّحِيحُ الْأَوَّلُ كَمَا فِي النَّهْرِ عَنِ التَّاتَارِخَانِيَّةِ“

”یعنی اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ وہ گائے کا گوشت نہیں کھائے گا تو بھینس کا گوشت کھانے سے اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی، اسی طرح کوئی بھینس کا گوشت نہ کھانے کی قسم کھائے تو گائے کا گوشت کھانے سے اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی۔

کیونکہ لوگ گائے اور بھینس کی اجناس میں فرق کرتے ہیں۔“

ایک (ضعیف) قول ہے کہ اس عمل سے اس کی قسم ٹوٹ جائے گی، کیونکہ گائے عام ہے، جس میں بھینس شامل ہے، لیکن پہلا قول رائج ہے، جیسا کہ ’النہر‘ میں فتاویٰ تاتار خانہ سے منقول ہے۔“^①

② ہدایہ کی معروف شرح ’فتح القدیر‘ میں منقول ہے:

”وَالْبَقْرُ لَا يَتَنَاوَلُ الْجَامُوسَ لِلْعُرْفِ“

”عرف عام میں بھینس گائے کی جنس میں شامل نہیں ہے۔“^②

جب خود احناف بھینس کو گائے کی جنس تسلیم نہیں کرتے تو ایسے مختلف لجنس چوپائے کو قربانی کے ان چوپاؤں میں کیسے شامل کیا جاسکتا ہے جن کے بارے کتاب و سنت میں واضح نص بیان ہوئی ہے۔

① حاشیہ رد المختار : ۸۰/۴۔

② فتح القدیر : ۲۷۶/۱۱۔

حافظ عبد المنان نور پوری رحمہ اللہ کا فتویٰ:

سوال کیا بھینس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ دونوں صورتوں میں کتاب و سنت کے دلائل سے وضاحت فرمادیں؟

جواب جو لوگ بھینس کی قربانی کے جواز کے قائل ہیں، ان کے ہاں دلیل بس یہی ہے کہ لفظ بقر اس (بھینس) کو بھی شامل ہے یا پھر اس کو بقر پر قیاس کرتے ہیں اور معلوم ہے کہ گائے کی قربانی رسول اللہ ﷺ کے قول، عمل اور تقریر سے ثابت ہے، لہذا گائے کی قربانی کی جائے جو رسول اللہ ﷺ سے تینوں طریقوں سے ثابت ہے۔ واللہ اعلم^①

مفتی مبشر احمد ربانی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

فضیلۃ الشیخ مبشر احمد ربانی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں:

”ائمہ اسلام کے ہاں جاموس (بھینس) کا جنس بقر سے ہونا مختلف فیہ ہے یعنی بر احتیاط اور رائج موقف یہی ہے کہ بھینس کی قربانی نہ کی جائے، بلکہ مسنون قربانی اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری سے کی جائے، جب یہ جانور موجود ہیں تو ان کے ہوتے ہوئے مشتبہ امور سے اجتناب ہی کرنا چاہیے اور دیگر بحث و مباحثے سے بچنا ہی اولیٰ و بہتر ہے۔“^②

قربانی کے جانور کا دودانتا ہونا:

قربانی کے جانوروں کا دودانتا ہونا شرط ہے اور اگر قربانی کے دودانتے جانور دستیاب ہوں تو قربانی کے لیے انھی (دودانتے) جانوروں کا انتخاب لازم ہے۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

① احکام و مسائل از عبد المنان نور پوری: ۴۴۰/۱۔

② احکام و مسائل از مبشر احمد ربانی، ص: ۵۱۱۔

﴿ لَا تَذْبَحُوا إِلَّا مُسِنَّةً، إِلَّا أَنْ يَعْسُرَ عَلَيْكُمْ، فَتَذْبَحُوا جَذْعَةً مِنَ الضَّأْنِ ﴾

”تم (قرآنی میں) محض دو دانٹا جانور ہی ذبح کرو، البتہ اگر (دو دانٹا کا حصول) تمہارے لیے مشکل ہو جائے تو بھیڑ کا کھیرا ذبح کرو۔“^①

تحقیق الحدیث:

علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے (سلسلۃ الضعیفۃ تحت حدیث : ۶۵۔ ارواء الغلیل : ۱۱۴۵ اور ہدایۃ الرواۃ وغیرہ) میں اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور سبب ضعف ابو زبیر کی تالیس بیان کی ہے، لیکن ان کا مذکورہ حدیث کو ضعیف قرار دینا دو وجوہ سے درست نہیں ہے۔
① بخاری و مسلم میں مدلس کی تالیس قاذح نہیں، صحیحین میں منقول مدلسین کی معصن روایات کے بارے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

”وَأَعْلَمُ أَنَّ مَا كَانَ فِي الصَّحِيحَيْنِ عَنِ الْمُدْلِسِينَ بِعَنْ وَنَحْوِهَا، مَحْمُولٌ عَلَى ثُبُوتِ السَّمَاعِ مِنْ جِهَةِ أُخْرَى“
”بلاشبہ صحیحین (بخاری و مسلم) میں مدلسین سے عن اور اس جیسے تالیس کے دیگر الفاظ سے منقول روایت دوسرے طرق سے ثبوت سماع پر محمول ہے۔“
(لہذا بخاری و مسلم میں مدلس کا عنہ صحت حدیث میں قاذح نہیں)^②

② پھر مستخرج ابی عوانہ میں ابو زبیر کی کے سماع کی صراحت موجود ہے، لہذا تالیس کا شائبہ بالکل ہی ختم ہو جاتا ہے، سو اس حدیث کے صحیح ہونے کے بارے کسی قسم کے شک و

① صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب سن الأضحیۃ : ۱۹۶۳۔ سنن أبی داؤد، کتاب الضحایا، باب ما یجوز فی الضحایا من السن : ۲۷۹۷۔ سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب المسنة والجذعة : ۴۳۸۳۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الأضاحی، باب ما یجزئ من الأضاحی : ۳۱۴۱۔ مستخرج أبی عوانہ : ۶۳۳۸۔

② شرح النووی : فصل فی التدلیس : ۱۰۳/۱۔

شہ میں مبتلا نہ ہوا جائے۔

مُسِنَّہ کی تعریف :

① امام نووی رحمہ اللہ مُسِنَّہ کی توضیح میں بیان کرتے ہیں:

”قَالَ الْعُلَمَاءُ: الْمُسِنَّةُ هِيَ الشَّيْءُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ، فَمَا فَوْقَهَا“

”منہ اونٹ، گائے اور بھیڑ، بکری میں سے دو دانت یا اس سے بڑی عمر کا جانور ہے۔“^①

② شوکانی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں کہ علماء بیان کرتے ہیں:

”الْمُسِنَّةُ هِيَ الشَّيْءُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ فَمَا فَوْقَهَا، وَ هَذَا تَصْرِيحٌ بِأَنَّهُ لَا يَجُوزُ الْجَذْعُ وَلَا يُجْزَى إِلَّا إِذَا عُسِّرَ عَلَى الْمُضْجَى وَجُودُ الْمُسِنَّةِ“

”منہ اونٹ، گائے اور بھیڑ، بکری میں سے دو دانت یا اس سے بڑی عمر کا جانور ہے اور (حدیث الباب میں واضح) صراحت ہے کہ بھیڑ کے کھیرے کی قربانی صرف اس صورت میں جائز اور کافی ہے جب قربانی کرنے والے پر دو دانت جانور کا حصول مشکل ہو جائے۔“^②

③ ”الْثَنِيَّ اور الْمُسِنَّہ“ مترادف المعنی الفاظ ہیں اور ”الْثَنِيَّ اور الْمُسِنَّہ“ اس جانور کو کہتے ہیں، جس کے اگلے دو دانت گر گئے ہوں۔

فوائد:

① دو دانت، چار دانت، چھ دانت وغیرہ جانور کی قربانی جائز ہے، بشرطیکہ وہ ان عیوب

① شرح النووي: ۱۳/۱۱۷۔

② نال الأوطار: ۵/۱۲۰۔

سے پاک ہو، جن سے پاک ہونا صحت قربانی کی شرط ہے۔

② دو دانتا جانور کی باسہولت دستیابی کی صورت میں دو دانتا جانور کی قربانی کرنا لازم ہے۔

③ امیر یمنی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

”وَالْحَدِيثُ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّهُ لَا يُجْزَى الْجَذْعُ مِنَ الضَّانِ فِي حَالِ
مِنَ الْأَحْوَالِ إِلَّا عِنْدَ تَعَسُّرِ الْمُسِنَّةِ“

”حدیث الباب دلیل ہے کہ بھیڑ کا کھیرا کسی بھی صورت قربانی کے لیے درست
نہیں، البتہ دو دانتا جانور ملنا مشکل ہو تو بھیڑ کا کھیرا جائز ہے۔“^①

منہ کی عدم دستیابی کی صورت میں:

اگر اونٹ، گائے اور بھیڑ، بکری کا دو دانتا جانور ملنا مشکل ہو تو عسرت و تنگی اور مجبوری
کی صورت میں بھیڑ کے کھیرے کی قربانی جائز ہے، دلائل آئندہ احادیث ہیں:

① سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”لَا تَذْبَحُوا إِلَّا مُسِنَّةً، إِلَّا أَنْ يَعْسَرَ عَلَيْكُمْ، فَتَذْبَحُوا جَذْعَةً مِنَ
الضَّانِّ“

”تم (قربانی میں) صرف دو دانتا ہی ذبح کرو، البتہ اگر (دو دانتا کا حصول)
تمہارے لیے مشکل ہو جائے تو بھیڑ کا کھیرا ذبح کرو۔“

② کلیب بن شہاب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

① سبل السلام : ۱۳۵۶/۴۔

② صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب سن الأضحية : ۱۹۶۳۔ سنن أبی داؤد،

کتاب الضحایا، باب ما يجوز فی الضحایا من السن : ۲۷۹۷۔ سنن نسائی، کتاب

الضحایا، باب المسنة والجذعة : ۴۳۸۳۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الأضاحی، باب ما

يجزى من الأضاحی : ۳۱۴۱۔ مستخرج أبی عوانہ : ۶۳۳۸۔



﴿ كُنَّا فِي سَفَرٍ فَحَضَرَ الْأَضْحَىٰ فَجَعَلَ الرَّجُلُ مِنَّا يَشْتَرِي الْمُسِنَّةَ بِالْجَذَعَتَيْنِ وَالثَلَاثَةِ، فَقَالَ لَنَا رَجُلٌ مِنْ مُزَيْنَةَ، كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَحَضَرَ هَذَا الْيَوْمَ، فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَطْلُبُ الْمُسِنَّةَ بِالْجَذَعَتَيْنِ وَالثَلَاثَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْجَذَعَ يُوفَىٰ مِمَّا يُوفَىٰ مِنْهُ الثَّانِي ﴾

”ہم سفر میں تھے کہ عید الاضحیٰ آگئی، چنانچہ ہم میں سے ہر شخص دو یا تین (بھیڑ کے) (کھیروں کے عوض دو دانٹا (بکری) خریدنے لگا، اس پر مزینہ قبیلے کے ایک آدمی نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں محو سفر تھے کہ یہ دن (عید قربان) آگیا اور ہر شخص دو یا تین (بھیڑ کے) (کھیروں کے بدلے دو دانٹا (بکری) طلب کرنے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بلاشبہ بھیڑ کا کھیرا اس کام کو پورا کرتا ہے، جسے دو دانٹا (بکری) پورا کرتی ہے۔“^①

③ کلب بن شہاب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے بیان کیا:

﴿ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ الْأَضْحَىٰ بِيَوْمَيْنِ نَغْطِي الْجَذَعَتَيْنِ بِالثَّنِيَّةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْجَذَعَ تَجْزِي مَا تُجْزِي مِنْهُ الثَّنِيَّةُ ﴾

”ہم نبی ﷺ کے ہمراہ تھے اور عید الاضحیٰ سے دو روز قبل دو دانٹا (بکری) کے عوض (بھیڑ کے) دو کھیرے دیتے تھے (اس پر) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”بے شک (بھیڑ کا) کھیرا اس (قربانی) سے کفایت کرتا ہے، جس سے دو دانٹا

① حسن : سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب المسنة والجذعة: ٤٣٨٨۔ مستدرک حاکم : ٢٢٦/٤۔ عاصم بن کلب اور کلب بن شہاب مدوق راوی ہیں۔

(کبری) کافی ہے۔“^①

فوائد:

- ① دو دانتا جانور باسہولت میسر نہ آنے کی صورت میں بھیڑ کے کھیرے کی قربانی جائز ہے۔
 - ② دو دانتا کے میسر نہ آنے کی دو صورتیں ہیں: ① منڈی میں دو دانتا نایاب ہو۔
 - ② منڈی میں دو دانتا جانور کے نرخ انتہائی تیز ہوں۔
- بصورت دیگر دو دانتا جانور کے باسہولت میسر آنے کی صورت میں بھیڑ کے کھیرے کی قربانی جائز نہیں۔

دو دانتا جانور با آسانی میسر آ جائے تو.....:

اگر دو دانتا جانور با آسانی میسر ہو تو بھیڑ کے کھیرے کی قربانی جائز نہیں، بھیڑ کے کھیرے کی قربانی صرف اس وقت جائز ہے، جب دو دانتا جانور کا حصول مشکل ہو، مطلق بھیڑ کا کھیرا کافی نہیں، نیز بھیڑ کے کھیرے کے مطلق جواز کے بارے مروی روایات ضعیف اور غیر مستند ہیں۔

- ① سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
- «نِعْمَ أَوْ نِعْمَتِ الْأُضْحِيَّةُ الْجَذْعُ مِنَ الضَّأْنِ، فَانْتَهَبَهَا النَّاسُ»
- ”بہترین قربانی بھیڑ کا کھیرا ہے (یہ سن کر) لوگ بھیڑ کے کھیرے کو تیزی سے خریدنے لگے۔“^②

- ② سیدنا ہلال بن ابی ہلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

① حسن : سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب المسنة والجذعة : ۴۳۸۹۔ سنن بیہقی : ۲۷۱/۹۔ مسند أحمد : ۳۶۸/۵۔

② ضعیف : جامع ترمذی، أبواب الأضاحی، باب ما جاء فی الجذع من الضأن فی الأضاحی : ۱۴۹۹۔ مسند أحمد : ۴۴۴/۲۔ سنن بیہقی : ۲۷۱/۹، کدَام بن عبد الرحمن السُلمی اور ابو کُہاش السُلمی مجہول راوی ہیں۔

﴿يَجُوزُ الْجَذْعُ مِنَ الضَّانِ أَضْحِيَّةً﴾

”قربانی میں بھیڑ کا کھیرا جائز ہے۔“^①

③ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿نَزَلَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: كَيْفَ رَأَيْتَ عَبْدَنَا؟ فَقَالَ: لَقَدْ تَبَاهَى بِهِ أَهْلُ السَّمَاءِ، إِعْلَمْ يَا مُحَمَّدُ! أَنَّ الْجَذْعَ مِنَ الضَّانِ خَيْرٌ مِنَ السَّيِّدِ مِنَ الْمَعْزِ، وَأَنَّ الْجَذْعَ خَيْرٌ مِنَ السَّيِّدِ مِنَ الْبَقْرِ، وَأَنَّ الْجَذْعَ مِنَ الضَّانِ خَيْرٌ مِنَ السَّيِّدِ مِنَ الْإِبِلِ، وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ ذَبْحًا خَيْرًا مِنْهُ فَذَى بِهِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ﴾

”جبرائیل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (انھیں) پوچھا: ”ہماری عید کے بارے بتائیے (تم اس کی منزلت کیا محسوس کرتے ہو؟)“ انھوں نے کہا: ”عید پر آسمان کے فرشتے باہم فخر کرتے ہیں، اے محمد! جان لو کہ بھیڑ کا کھیرا بکری کے دودانتا سے بہتر ہے، بھیڑ کا جذع، گائے کے دودانتا سے افضل ہے اور بھیڑ کا جذع اونٹ کے دودانتے سے بھی بہتر ہے۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ اس (بھیڑ کے کھیرے) سے بہتر کوئی ذبیحہ سمجھتے تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو فدیہ میں وہ جانور دیتے۔“^②

④ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿الْجَذْعُ مِنَ الضَّانِ خَيْرٌ مِنَ السَّيِّدِ مِنَ الْمَعْزِ﴾

① ضعیف : مسند أحمد : ۳۶۸/۶۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الأضاحی، باب ما یجزی

من الأضاحی : ۳۱۳۹۔ سنن بیہقی : ۲۷۱/۹۔ محمد بن ابی یحییٰ السلمی کی والدہ مجہولہ ہیں۔

② ضعیف : مستدرک حاکم : ۲۲۲/۴، ۲۳۳۔ مسند بزار : ۱۲۰۷۔ اسحاق بن ابراہیم

حمینی ضعیف راوی ہے۔

”بھیڑ کا کھیرا بکری کے دو دانتا سے افضل ہے۔“^①

جذعہ (بھیڑ کے کھیرے) کی عمر کا بیان:

جذعہ کی عمر کی تعیین کے بارے علماء کے مختلف اقوال ہیں:

① جمہور علماء کے نزدیک بھیڑ کا جذعہ وہ ہے جس کی عمر ایک سال مکمل ہو چکی ہو۔

② بھیڑ کے چھ یا سات ماہ کے بچے کو جذعہ کہا جاتا ہے۔

③ ایک قول کے مطابق بھیڑ کا آٹھ ماہ کا اور ایک دوسرے قول کے مطابق بھیڑ کا دس ماہ کا بچہ جذعہ ہے۔^②

رائج قول:

① امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

«وَالْجَذْعُ مِنَ الضَّانِّ، مَا لَهُ سَنَةٌ تَامَةٌ هُوَ الْأَصَحُّ عِنْدَ أَصْحَابِنَا، وَهُوَ الْأَشْهُرُ عِنْدَ أَهْلِ اللُّغَةِ وَغَيْرِهِمْ»

”مکمل ایک سالہ بھیڑ کا بچہ جذعہ ہے اور ہمارے اصحاب (شافعیہ) کے نزدیک یہی قول رائج اور اہل لغت اور دیگر علماء (جمہور) کے نزدیک یہ قول زیادہ مشہور ہے۔“^③

② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

«هُوَ وَصِفٌ لِسَنٍّ مُعَيَّنٍ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ، فَمِنْ الضَّانِّ مَا أَكْمَلَ السَّنَةَ وَهُوَ قَوْلُ الْجَمْهُورِ»

① ضعیف: مسند أحمد: ۴۰۲/۲۔ مستدرک حاکم: ۲۲۷/۴۔ اسحاق بن ابراہیم حسینی

ضعیف اور ثمامہ بن وائل بن حصین ابو ثعلابہ مجہول راوی ہے۔

② فتح الباری: ۸۰۷/۱۰۔ شرح النووی: ۱۱۸/۱۳۔

③ شرح النووی: ۱۱۸/۱۳۔

” (جذع) کھیرا بھیمہ الانعام (اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری) میں سے معین عمر کے جانور کا وصف ہے اور بھیڑ کا جذع (کھیرا) وہ ہے جو مکمل ایک سال کا ہو چکا ہو۔ جمہور علماء کا یہی قول ہے (پھر جذع کے بارے باقی اقوال صیغہ تمریض سے بیان کر کے انھیں مرجوح قرار دیا ہے)۔“^①

③ ابن اثیر جزی لکھتے ہیں:

”وَمِنَ الضَّأْنِ مَا تَمَّتْ لَهُ سَنَةٌ“

”بھیڑ کا (کھیرا جذع) وہ ہے جو پورے ایک سال کا ہو چکا ہو۔“^②

بکری کے جذع (کھیرا) کی قربانی کا حکم:

بکری کے کھیرے کی قربانی کسی بھی صورت جائز نہیں۔ کیونکہ قربانی میں اونٹ، گائے، بکری کا دو دانٹا ہونا شرط ہے۔

البتہ نبی ﷺ نے چند معین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بکری کے کھیرے کی قربانی کی رخصت دی تھی، یہ رخصت انھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے خاص تھی، باقی امت اس رخصت میں شامل نہیں اور نہ اس رخصت پر قیاس درست ہے۔ دلائل حسب ذیل ہیں۔

① سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«صَحَّيْ خَالٍ لِي يُقَالُ لَهُ: أَبُو بُرْدَةَ، قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: شَأْنُكَ شَأْنُ لَحْمٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ عِنْدِي دَاجِيْنَا جَذْعَةً مِنَ الْمَغْزِ، قَالَ: اذْبَحْ وَلَا تَصْلُحْ لِغَيْرِكَ»

”میرے ماموں ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے نماز عید سے قبل قربانی کی تو رسول ﷺ نے انھیں کہا: تیری بکری گوشت کی بکری ہے (یعنی اس کے گوشت کا فائدہ ہے لیکن قربانی میں

① فتح الباری : ۷/۱۰۔

② النہایۃ فی غریب الحدیث : ۷۱۳/۱۔

قبول نہیں) انھوں نے عرض کی: ”یا رسول اللہ! میرے پاس بکری کا پالتو جذعہ (کھیرا) ہے۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم اسے ذبح کرو اور تیرے سوا کسی اور کے لیے (بکری کے کھیرے کی قربانی) درست نہیں۔“^①

② سیدنا عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :

«أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهُ غَنَمًا يَفْسِمُهَا عَلَى صَحَابَتِهِ ضَحَايَا، فَبَقِيَ عَتُودٌ فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : ضَحِّ بِهْ أَنْتَ»

”بلاشبہ نبی ﷺ نے انھیں (عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو) کچھ بکریوں دیں کہ وہ انھیں آپ ﷺ کے اصحاب پر بطور قربانی تقسیم کریں، (پھر) بکری کا کھیرا باقی بچا اور انھوں نے نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم اس کی قربانی کرلو۔“^②

③ سنن بیہقی کی درج ذیل روایت دلیل ہے کہ بکری کے جذعہ کی یہ رخصت سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے لیے خاص تھی اور ان کے علاوہ کسی اور کو بکری کے جذعہ کی قربانی کی رخصت نہیں۔ چنانچہ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

① صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب قول النبی ﷺ لأبی بردة، ضح بالجدع من المعز ولن تجزی عن أحد بعدك : ۵۵۵۶۔ صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب وقفها : ۱۹۶۱۔ سنن أبی داود، کتاب الضحایا، باب ما يجوز فی الضحایا من السن : ۲۸۰۱۔

② صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب أضحية النبی ﷺ بکبشین أقرنین : ۵۵۵۵۔ صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب سن الأضحية : ۱۹۶۵۔ جامع ترمذی، أبواب الأضاحی، باب ماجاء فی الجذع من الضأن فی الأضاحی : ۱۵۰۰۔ سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب المسنة والجذعة : ۴۳۸۴۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الأضاحی، باب ما یجزی من الأضاحی : ۳۱۳۸۔

«أَعْطَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَنَمًا أَقْسِمُهَا صَحَابًا بَيْنَ أَصْحَابِي فَبَقِيَ عَتُوذُ مِنْهَا قَالَ : ضَحَّ بِهَا أَنْتَ وَلَا أَرْخِصُهُ لِأَحَدٍ فِيهَا بَعْدُ»

”رسول اللہ ﷺ نے مجھے کچھ بکریاں دیں کہ میں انھیں قربانی کے لیے اپنے رفقاء میں تقسیم کروں چنانچہ (تقسیم کے بعد) ان میں ایک بکری کا کھیرا باقی بچا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم اس کی قربانی دو، لیکن میں کسی اور کو اس (بکری کے جذعہ) کی قربانی کی رخصت نہیں دیتا۔“^①

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام بیہقی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

«إِنْ كَانَتْ هَذِهِ الزِّيَادَةُ مَحْفُوظَةً كَانَ هَذَا رُخْصَةً لِعُتْبَةِ كَمَا رُخِصَ لِأَبْنِي بُرْدَةَ»

”اگر یہ زائد الفاظ (کہ سیدنا عقبہ بن عامر رحمہ اللہ کو بکری کے جذعہ کی خاص رخصت تھی) محفوظ ہوں تو یہ (بکری کے جذعہ کی) سیدنا عقبہ رحمہ اللہ کو خاص رخصت ہے جیسے سیدنا ابو بردہ رحمہ اللہ کو (اس کی) خاص رخصت دی گئی تھی۔“^②

چنانچہ مذکورہ حدیث کے کلمات محفوظ و ثابت ہیں، اس لیے بقول امام بیہقی رحمہ اللہ یہ رخصت ان دو صحابہ (سیدنا عقبہ بن عامر رحمہ اللہ اور سیدنا ابو بردہ رحمہ اللہ) کے لیے ہی خاص تھی اور کسی عام امتی کو قربانی میں بکری کا جذعہ (کھیرا) ذبح کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

فوائد:

① امام ترمذی رحمہ اللہ حدیث براء بن عازب رحمہ اللہ نقل کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں:

«وَقَدْ أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ : أَنْ لَا يُجْزَى الْجَذْعُ مِنَ الْمَعْزِ وَقَالُوا :

① صحیح : سنن بیہقی : ۲۷۰/۹۔

② صحیح : سنن بیہقی : ۲۷۰/۹۔

إِنَّمَا يُجْزَى الْجَذْعُ مِنَ الضَّأْنِ ﴿

”اہل علم کا اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ (قربانی میں) بکری کا جذعہ (کھیرا) کفایت نہیں کرتا اور (قربانی میں) دو دانتا میسر نہ آنے کی صورت میں (فقط) بھیڑ کا کھیرا ہی کفایت کرتا ہے۔“^①

② امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

﴿ قَالَ الْبَيْهَقِيُّ وَ سَائِرُ أَصْحَابِنَا وَ غَيْرُهُمْ، كَانَتْ هَذِهِ رُخْصَةً

لِعُقْبَةِ بْنِ عَامِرٍ كَمَا كَانَ مِثْلُهَا رُخْصَةً لِأَبِي بُرْدَةَ بْنِ نِيَّارٍ ﴿

”بیہقی، تمام شافعیہ اور دیگر علماء کہتے ہیں کہ یہ (بکری کے جذعہ کی) رخصت سیدنا عقبہ بن عامر رحمہ اللہ اور سیدنا ابو بردہ بن نیار رحمہ اللہ کے لیے خاص تھی۔“^②

③ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”وَفِي الْحَدِيثِ أَنَّ الْجَذْعَ مِنَ الْمَعْزِ لَا يُجْزَى وَهُوَ قَوْلُ الْجَمْهُورِ“

”حدیث براء میں بیان ہے کہ بکری کے جذعہ کی قربانی کافی نہیں اور جمہور علماء کا بھی یہی موقف ہے۔“^③

حاملہ جانور کی قربانی:

حاملہ جانور کی قربانی جائز ہے اور اس کے پیٹ کا بچہ حلال ہے۔ اس کی دلیل درج

ذیل حدیث ہے۔

سیدنا ابوسعید خدری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے پوچھا: یا رسول اللہ!

﴿ نَنَحِرُ النَّاقَةَ وَ نَذْبَحُ الْبَقْرَةَ وَالشَّاةَ فَتَجِدُ فِي بَطْنِهَا الْجَنِينَ،

أَتُلْقِيهِ، أَمْ نَأْكُلُهُ، قَالَ: كُلُّوهُ إِنْ شِئْتُمْ فَإِنَّ ذَكَاتِهِ ذَكَاةُ أُمِّهِ ﴿

① جامع ترمذی تحت حدیث: ۱۵۰۸۔

② شرح النووی: ۱۹۱۳۔

③ فتح الباری: ۲۰/۱۰۔

”ہم اونٹنی نحر کرتے ہیں اور گائے اور بکری ذبح کرتے ہیں تو ہم اس کے پیٹ میں بچہ پاتے ہیں، کیا ہم اسے پھینک دیں یا کھالیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر چاہو تو کھا لو، اس لیے کہ اس کا ذبح کرنا اس کی ماں کا ذبح کرنا ہے۔“^①

محمد بن ابراہیم آل الشیخ کا فتویٰ:

سوال کیا حاملہ بکری کی قربانی درست ہے؟

جواب حاملہ بکری کی قربانی جائز ہے، جیسے غیر حاملہ کی قربانی درست ہے۔ بشرطیکہ وہ عیوب سے پاک ہو، جن سے قربانی کے جانوروں کا پاک ہونا لازم ہے۔^②

فوائد:

① حاملہ جانور کے پیٹ کا بچہ اگر حاملہ جانور کے ذبح کے بعد مردہ حالت میں پایا جائے تو بالاتفاق حلال ہے۔ لیکن اگر حاملہ جانور کے ذبح کے بعد زندہ ہو تو اسے ذبح کرنا ضروری ہے کیونکہ وہ مستقل علیحدہ نفس ہے جسے کھانے کے لیے اس کو ذبح کرنا لازم ہے۔

مفسر الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

”فَإِنَّ ذَكَاتَهُ ذَكَاةُ أُمِّهِ“

”حاملہ کے پیٹ کے بچہ کا ذبح کرنا اس کی ماں کا ذبح کرنا ہے۔“

① حسن لشواہدہ : سنن أبی داؤد، کتاب الضحایا، باب ما جاء فی ذکاة الجنین :

۲۸۲۷۔ یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے۔ کیونکہ جالد بن سعید ضعیف راوی ہے۔ لیکن مسند احمد،

۳۹۸۳، اور صحیح ابن حبان: ۵۸۸۹۔ میں یہ روایت حسن لہذا سند سے مروی ہے۔ لہذا یہ حدیث

دلیل ہے کہ حاملہ جانور کو ذبح کرنا، اس کی قربانی کرنا جائز ہے اور اس کے پیٹ کا بچہ کھانا حلال ہے۔

② فتاویٰ و رسائل محمد بن ابراہیم آل الشیخ : ۱۲۷/۶۔

سے مراد یہ ہے کہ حاملہ جانور کو ذبح کرنا اس کے بچے کو ذبح کرنے کے لیے کافی ہے۔ اگر حاملہ جانور کو ذبح کرنے کے بعد اس کے پیٹ کا بچہ مردہ حالت میں ملے تو وہ بالاتفاق حلال ہے۔ لیکن اگر وہ پیٹ سے مستقل زندہ حالت میں نکلے ہو تو حاملہ جانور کے ذبح کرنے سے وہ حلال نہیں ہو گا۔ نووی، شافعی، حسن بن زیاد اور ابو حنیفہ کے صاحبزین (ابو یوسف اور محمد) کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ بھی اسی موقف کے قائل ہیں۔ بشرطیکہ جنین کے جسم پر بال اُگ چکے ہیں۔ لیکن امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے کہ حاملہ جانور کے پیٹ سے مردہ حالت میں خارج ہونے والا بچہ حرام ہے اور اس کی ماں کو ذبح کرنا اس کے حلال ہونے کے لیے ناکافی ہے۔

خطابی کہتے ہیں: یہ حدیث دلیل ہے کہ مذبوحہ جانور کے پیٹ کے بچے کو کھانا جائز ہے بشرطیکہ اس کی ماں کو ذبح کیا گیا ہو، خواہ بچے کو دوبارہ نہ ہی ذبح کیا جائے۔^①

② ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”حاملہ جانور کو ذبح کرنا اس کے بچے کے حلال ہونے کے لیے کافی ہے۔ خواہ اس کے بال اُگے ہوں یا نہ، یعنی مذبوحہ جانور کا بچہ جب ماں کے پیٹ سے مردہ حالت میں خارج ہو یا مذبوحہ جانور کے پیٹ میں مردہ پایا جائے یا پیٹ سے خارج ہونے کے بعد مذبوحہ جانور کی مثل حرکت کرے تو وہ بچہ حلال ہے۔“^②

③ اگر مذبوحہ جانور کے پیٹ کا بچہ زندہ نکلے جسے ذبح کرنا ممکن ہو پھر اسے ذبح نہ کیا اور وہ ذبح کیے بغیر مر جائے تو وہ حلال نہیں ہے، احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”إِنْ خَرَجَ حَيًّا فَلَا بُدَّ مِنْ ذَكَاتِهِ لِأَنَّهُ نَفْسٌ أُخْرَى“

”اگر مذبوحہ جانور کے پیٹ کا بچہ زندہ نکلے تو اسے ذبح کرنا لازم ہے، اس لیے کہ

① عون المعبود: ۸/۳۴ تا ۳۵۔

② المغنی مع الشرح الكبير: ۱۱/۵۲۔

وہ ایک اور جان ہے۔“ ①

خصی جانور کی قربانی:

خصی جانور کی قربانی جائز ہے اور قربانی کے جانور کا خصی ہونا عیب نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ سے خصی جانور کی قربانی ثابت ہے اور اگر جانور کا خصی ہونا عیب ہوتا تو نبی ﷺ خصی جانور کا انتخاب ہرگز نہ کرتے۔

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« ذَبَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الذَّنْبِ كَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ مَوْجَتَيْنِ »

”رسول اللہ ﷺ نے عید الاضحیٰ کے دن سینکوں والے دو چتکبرے خصی مینڈھے ذبح کیے۔“ ②

فوائد:

① خطابي ﷺ کہتے ہیں:

« وَ فِي هَذَا دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْخَصِيَّ فِي الضَّحَايَا غَيْرُ مَكْرُوهٍ وَقَدْ كَرِهَهُ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ لِنَقْصِ الْعُضْوِ وَ هَذَا النِّقْصُ لَيْسَ بِعَيْبٍ لِأَنَّ الْخِصَاءَ يَزِيدُ اللَّحْمَ طَيِّبًا وَيَنْفِي فِيهِ الزُّهُومَةَ وَ سُوءَ الرَّائِحَةِ »

”خطابی ﷺ بیان کرتے ہیں: یہ حدیث دلیل ہے کہ قربانی کے جانوروں کا خصی ہونا مکروہ نہیں ہے۔ البتہ بعض اہل علم نے نقص عضو (عدم ذکوریت کی وجہ سے

① المغنی مع الشرح الكبير: ۵۴/۱۱۔

② حسن: سنن أبی داود، کتاب الضحایا، باب ما یستحب من الضحایا: ۲۷۹۲۔ سنن ابن ماجہ أبواب الأضاحی، باب أضاحی رسول اللہ ﷺ: ۳۱۲۱۔ مسند أحمد: ۳۷۰/۳۔ صحیح ابن خزیمہ: ۲۸۹۹۔

خصی جانور کی قربانی کو مکروہ خیال کیا ہے (لیکن جانور کا خصی ہونا قربانی میں عیب نہیں کیونکہ خصی ہونے سے گوشت کی عمدگی میں اضافہ ہوتا ہے اور اس سے گوشت کا تعفن اور بدبو ختم ہو جاتی ہے۔“^①

② ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”خصی جانور کی قربانی جائز ہے کیونکہ نبی ﷺ نے دو خصی مینڈھوں کی قربانی کی ہے اور جس جانور کے خصیتیں کٹ گئے ہوں یا شل ہو گئے وہ بھی خصی جانور کے حکم میں ہے۔ نیز خصی جانور کی قربانی اس لیے بھی جائز ہے کہ خصی کرنے سے مکروہ عضو کے ضائع ہونے سے جانور کا گوشت عمدہ اور زیادہ ہوتا ہے اور ایسا جانور فربہ ہو جاتا ہے۔ حسن بصری، عطاء خراسانی، شععی، نخعی، مالک، شافعی، ابو ثور اور اصحاب الرائے بھی اسی موقف کے قائل ہیں اور اس کے جواز پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔“^②

کیا خصی جانور کی قربانی مستحب ہے:

③ خصی جانور کی قربانی غیر خصی جانور سے افضل نہیں۔ بلکہ خصی اور غیر خصی دونوں قسم کے جانور کی قربانی جائز ہے۔ قاضی شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں۔

حدیث الباب سے استدلال کیا گیا ہے کہ خصی جانور کی قربانی مستحب ہے۔ ہادویہ کا یہی موقف ہے، لیکن حدیث کے ظاہر مفہوم سے خصی جانور کی قربانی کی افضلیت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ آپ ﷺ سے غیر خصی جانور کی قربانی بھی ثابت ہے، لہذا خصی اور غیر خصی جانور کی قربانی کا برابر ثواب ہے۔^③

① عون المعبود: ۱۲/۸-۱۳-فتح الباری: ۱۰/۱۴-

② المغنی لابن قدامہ والشرح الكبير: ۱۱/۱۰۳-

③ نیل الأوطار: ۱۲۷/۵-

غیر خصی جانور کی قربانی:

خصی جانور کی طرح غیر خصی جانور مینڈھا (ساڑ) کی قربانی بھی مسنون ہے۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« ضَحَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشٍ أَقْرَنَ فَحِيلَ

يَأْكُلُ فِي سَوَادٍ، وَيَمْشِي فِي سَوَادٍ، وَيَنْظُرُ فِي سَوَادٍ »

”رسول اللہ ﷺ نے سیگوں والا غیر خصی مینڈھا قربانی کیا جو سیاہی میں کھاتا

(یعنی اس کا منہ سیاہ تھا) سیاہی میں چلتا (اس کی ٹانگیں سیاہ تھیں) اور سیاہی میں

دیکھتا تھا (یعنی اس کی آنکھیں سیاہ تھیں)۔“^①

فوائد:

شوکانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: یہ حدیث دلیل ہے کہ نبی ﷺ نے جیسے خصی جانور کی قربانی کی، اسی طرح غیر خصی جانور کی قربانی بھی کی ہے (لہذا خصی و غیر خصی جانور کی قربانی مسنون ہے)۔^②

قربانی کے جانور کی خوب نشوونما کرنا:

قربانی کے جانوروں کی اچھے طریقے سے پرورش کرنا اور انھیں خوب کھلا پلا کر موٹا تازہ کرنا مستحب فعل اور افضل عمل ہے۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

① حسن : سنن أبی داؤد، کتاب الضحایا، باب ما يستحب من الضحایا : ۲۷۹۶۔

جامع ترمذی، أبواب الأضاحی، باب ما جاء ما يستحب من الأضاحی : ۱۴۹۶۔

سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب المسنة والجذعة : ۴۳۹۵۔ سنن ابن ماجہ،

أبواب الأضاحی، باب ما يستحب من الأضاحی : ۳۱۲۸۔ مستدرک حاکم : ۲۲۸/۴۔

سنن بیہقی : ۲۷۳/۹ جعفر بن محمد بن حسین المعروف جعفر صادق کے سوا اس حدیث کے تمام

راوی ثقہ ہیں اور جعفر صادق صدوق راوی ہیں۔

② نیل الأوطار : ۱۲۶/۵۔

سیدنا ابوامامہ بن سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿ كُنَّا نُسَمِّنُ الْأَضْحِيَّةَ بِالْمَدِينَةِ وَكَانَ الْمُسْلِمُونَ يُسَمِّنُونَ ﴾

”ہم مدینہ میں اپنی قربانی کو موٹ تازہ کیا کرتے تھے اور تمام مسلمان بھی (اپنی قربانیوں کو) خوب موٹا کیا کرتے تھے۔“^①

صحیح بخاری میں یہ روایت معلق (بے سند کے) مروی ہے لیکن مستخرج ابی نعیم میں متصل صحیح سند سے مروی ہے کہ یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿ كَانَ الْمُسْلِمُونَ يَشْتَرِي أَحَدَهُمُ الْأَضْحِيَّةَ فَيُسَمِّنُهَا، وَيَذْبَحُهَا فِي آخِرِ ذِي الْحِجَّةِ ﴾

”مسلمان اپنی قربانیاں خرید کر انھیں خوب موٹا کرتے اور ذوالحجہ کے آخر میں انھیں ذبح کرتے تھے۔“^②

فوائد:

- ① قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: یہ حدیث دلیل ہے کہ قربانی کے جانور کو خوب موٹا تازہ کرنا مستحب عمل ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس عمل پر مطلع تھے۔^③
- ② امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

﴿ وَأَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلَى اسْتِحْبَابِ سَمِينَتِهَا وَطَبِيعَتِهَا، وَاخْتَلَفُوا فِي تَسْمِينِهَا فَمَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ الْجُمْهُورِ اسْتِحْبَابُهَا ﴾

”علماء کا موٹی اور عمدہ تر قربانی کرنے کے استحباب پر اجماع ہے۔ پھر علماء کا

① صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب أضحية النبی صلی اللہ علیہ وسلم بکشین اقرنین فی ترجمۃ الباب۔

② فتح الباری: ۱۴/۱۰۔

③ نیل الأوطار: ۱۲۶/۵۔

قربانیوں کو موٹا کرنے کے مسئلہ پر اختلاف ہے اور ہمارا (شافعیہ) اور جمہور علماء کا مذہب ہے کہ قربانیوں کو موٹا کرنا افضل ہے (اور یہی مذہب رائج ہے)۔“^①

③ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

« وَ يُسَنُّ اسْتِسْمَانُ الْأَضْحِيَّةِ وَاسْتِحْسَانُهَا لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى : ذَلِكَ وَ مَنْ يُعْظِمَ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : تَعْظِيمُهَا اسْتِمْسَانُهَا وَ اسْتِعْظَامُهَا وَ اسْتِحْسَانُهَا وَلِأَنَّ ذَلِكَ أَعْظَمُ لِأَجْرِهَا وَ أَكْثَرُ لِنَفْعِهَا »

”قربانی کے جانور کو فربہ کرنا اور خوبصورت بنانا مسنون فعل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:“ (یہ اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو یقیناً یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے)۔“ [الحج : ۳۲] سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہیں کہ (شعائر اللہ کی تعظیم) سے مراد قربانی کے جانور کو موٹا اور بڑا کرنا اور انھیں خوبصورت بنانا ہے۔ نیز قربانی کے جانور کو موٹا تازہ کرنا اس لیے بھی افضل ہے کہ موٹے جانوروں کی قربانی کا اجر و ثواب اور نفع زیادہ ہے۔“^②

قربانی کے جانوروں کو فربہ کرنے کی روایات:

قربانی کے جانوروں کو موٹا تازہ کرنے کی فضیلت کے متعلق درجہ ذیل روایات ضعیف ہیں۔ لہذا خطباء و واعظین کو ایسی ضعیف روایات بیان کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ ضعیف و کمزور روایات سے کوئی شرعی استحباب ثابت نہیں ہوتا، بلکہ ضعیف اور موضوع روایات بیان کرنے کے بارے سخت وعید وارد ہوتی ہے، لہذا وعظ و ارشاد میں صحیح و حسن روایات پیش کرنی چاہئیں صحیح و حسن روایات ہی ثبوت دین کا منبع ہیں۔

① شرح النووي : ۱۱۸/۱۳۔

② المغنی لابن قدامة و المشرح الكبير : ۹۹/۱۱۔

- ① سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے:
- « اِسْتَفْرِهُوا ضَحَايَاكُمْ فَإِنَّهَا مَطَايَاكُمْ عَلَى الصِّرَاطِ »
- ”اپنی قربانیوں کو خوب فرہ کرو، اس لیے کہ یہ پلی صراط پر تمہاری سواریاں ہوں گی۔“ ①
- ② حدیث ہے کہ « عَظَمُوا ضَحَايَاكُمْ، فَإِنَّهَا عَلَى الصِّرَاطِ مَطَايَاكُمْ »
- ”اپنی قربانیوں کو خوب موٹا تازہ کرو، کیونکہ یہ پلی صراط پر تمہاری سواریاں ہوں گی۔“ ②
- ③ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:
- « أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعِيدَيْنِ أَنْ نَلْبَسَ أَجْوَدَ مَا نَجِدُ، وَأَنْ نَتَطَيَّبَ مَا نَجِدُ، وَأَنْ نَضَعِي بِأَسْمَنِ مَا نَجِدُ »
- ”رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم عیدین میں جو لباس میسر ہو اس میں سے عمدہ ترین لباس پہنیں، جو خوشبو دستیاب ہو اس میں سے بہترین خوشبو استعمال کریں اور حتیٰ الوسع فرہ ترین جانور کی قربانی کریں۔“ ③

① ضعیف جدًا : مسند الفردوس : تلخیص الحبیر : ۱۳۸/۴ - الضعیفہ : ۱۲۵۵ - (اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن عید اللہ بن عبد اللہ بن وہب متروک راوی ہے، حتیٰ کہ امام حاکم نے اسے وضاع (حدیثیں گھڑنے والا) قرار دیا ہے (تقریب التہذیب : ۵۹۴) اور اس کا والد عبید اللہ بن عبد اللہ بن وہب مجہول راوی ہے۔

② ضعیف جدًا : کشف الخفاء : ۷۵/۲ - تلخیص الحبیر : ۱۳۸/۴ - الضعیفہ : ۷۴ - ابن صلاح کہتے ہیں، یہ حدیث محدثین کے ہاں غیر معروف ہے اور ہمارے علم کے مطابق یہ ثابت نہیں ہے۔ تلخیص الحبیر : ۱۳۸/۴ - کشف الخفاء : ۷۵/۲ - علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ”ان الفاظ سے مروی یہ روایت بالکل بے سند ہے۔“ [الضعیفہ : ۱۷۳/۱]

③ ضعیف : مستدرک حاکم : ۳۳۰/۴ - طبرانی کبیر : ۲۶۹۰ - اسحاق بن بزرگ ضعیف راوی ہے۔

④ سیدنا رافع بن مکیث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ أَفْضَلَ الضَّحَايَا أَغْلَاهَا وَ أَسْمَنُهَا ﴾

”بلاشبہ مہنگے ترین اور زیادہ موٹے جانوروں کی قربانی افضل ہے۔“ ①

خلاصۃ التحقیق:

یہاں یہ روایات بیان کرنے کا یہ مقصود نہیں کہ قربانی میں موٹے اور فربہ جانور ذبح کرنا افضل نہیں، بلاشبہ قربانی میں خوب موٹے تازے جانور ذبح کرنا افضل عمل ہے۔ لیکن ان ضعیف روایات کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس فضیلت کو ثابت کرنے کے لیے ضعیف روایات کا سہارا نہ لیا جائے، بلکہ صحیح اور حسن احادیث سے جس مسئلہ کی جتنی اور جیسی فضیلت ثابت ہو وہی فضیلت بیان کی جائے، کیونکہ کسی بھی مسئلہ کے فضیلت کے ثبوت کے لیے قرآن حکیم اور صحیح و حسن احادیث ہی معیار ہیں۔

کس جانور کی قربانی افضل ہے؟

اگر انسان انفرادی طور پر اونٹ ذبح کرے تو اونٹ کی قربانی افضل ہے، پھر انفرادی طور پر گائے ذبح کرنا افضل، اس کے بعد پھر بھیڑ اور پھر بکری کی قربانی افضل ہے، اس کی دلیل درج ذیل حدیث ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ رَاحَ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ

بَدَنَهُ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً وَمَنْ رَاحَ

فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا أَقْرَنَ ﴾

”جس نے جمعہ کے دن غسل جنابت کیا پھر صبح سویرے (مسجد کا) رخ کیا تو گویا

① ضعیف: مستدرک حاکم: ۲۳۱/۴ - مسند أحمد: ۴۲۴/۳ - سنن بیہقی: ۹/

۲۶۸ - اس حدیث کی سند میں عثمان بن زفر جعفی اور حارث بن رافع بن مکیث مجہول راوی ہیں۔

اس نے اونٹ کی قربانی کی، جو فُض دوسری گھڑی میں مسجد کی طرف جائے گویا
اس نے گائے ذبح کی اور جو فُض تیسری ساعت میں مسجد کی طرف جائے گویا
اس نے سینگوں والا مینڈھا ذبح کیا۔“^①

فوائد:

① قاضی شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

”ذَهَبَ الْجَمْهُورُ إِلَى أَنَّ أَفْضَلَ الْأَنْوَاعِ لِلْمُنْفَرِدِ الْبَدَنَةُ، ثُمَّ
الْبَقَرَةُ، ثُمَّ الضَّأْنُ، ثُمَّ الْمَعَزُ، وَاحْتَجُّوا بِأَنَّ الْبَدَنَةَ تُجْزَى عَنْ
سَبْعَةٍ أَوْ عَشْرَةٍ عَلَى الْخِلَافِ، وَالْبَقَرَةُ تُجْزَى عَنْ سَبْعَةٍ، وَأَمَّا
الشَّاةُ فَلَا تُجْزَى عَنْ وَاحِدٍ بِالِاتِّفَاقِ وَمَا كَانَ يُجْزَى عَنِ الْجَمَاعَةِ
إِذَا ضَحَّى بِهِ الْوَاحِدُ كَانَ أَفْضَلَ مَا يُجْزَى عَنِ الْوَاحِدِ فَقَطُ“

”جمہور علماء کا مذہب ہے کہ قربانی کی افضل قسم انفرادی طور پر اونٹ کی قربانی دینا
ہے، پھر گائے، پھر بھیڑ پھر بکری کی قربانی افضل ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ
اونٹ علی الاختلاف سات یا دس افراد کو کافی ہے، گائے سات افراد کو قربانی میں
کفایت کرتی ہے اور بھیڑ اور بکری بالاتفاق ایک فرد ہی کو کافی ہے، سو قربانی کا جو
جانور ایک جماعت کو کافی ہے جب اکیلا شخص اس کی قربانی دے گا تو وہ اس
جانور سے افضل ہوگی، جو صرف ایک فرد سے کفایت کرتا ہے۔“^②

① صحیح بخاری، کتاب الجمعة، باب فضل الجمعة : ۸۸۱۔ صحیح مسلم، کتاب
الجمعة، باب الطیب والسواک يوم الجمعة : ۸۵۰۔ سنن أبی داؤد، کتاب الطہارۃ،
باب فی الغسل للجمعة : ۳۵۱۔ جامع ترمذی، أبواب الجمعة، باب ما جاء فی
التکبیر إلی الجمعة : ۴۹۹۔ سنن نسائی، کتاب الجمعة، باب وقت الجمعة :
۱۳۸۹۔

② نیل الأوطار : ۱۲۱/۵۔

② امام نووی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

”و مَذْهَبَنَا وَ مَذْهَبُ الْجَمْهُورِ، أَنَّ أَفْضَلَ الْأَنْوَاعِ الْبَدَنَةُ ثُمَّ الْبَقَرَةُ، ثُمَّ الضَّأْنُ ثُمَّ الْمَعْزُ“

”ہمارا (شافعیہ) اور جمہور علماء کا مذہب ہے کہ قربانی کی افضل قسم اونٹ، پھر گائے، ازاں بعد بھیڑ پھر بکری ہے۔“^①

③ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”و أَفْضَلُ الْأَصَاغِي الْبَدَنَةُ، ثُمَّ الْبَقَرَةُ، ثُمَّ الشَّاةُ، ثُمَّ شِرْكُ فِي الْبَقَرَةِ وَ بِهَذَا قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَ الشَّافِعِيُّ“

”افضل قربانی اونٹ پھر گائے، پھر بھیڑ بکری کی ہے، پھر گائے میں شراکت افضل ہے، اور ابو حنیفہ اور شافعی کا بھی یہی موقف ہے۔“

نیز قربانی کے جانوروں سے اونٹ کی قربانی اس لیے افضل ہے کہ ہدی (حج کی قربانی کی طرح) اس ذبیحہ سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے، نیز یہ باقی جانوروں سے زیادہ قیمتی، اس کا گوشت باقی جانوروں سے زیادہ مفید ہوتا ہے۔“^②

قربانی کے جانوروں کی فضیلت کے بارے ضعیف روایات:

امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ بھیڑ کے جذعے (کھیرے) کی قربانی (اونٹ، گائے اور بکری سے) افضل ہے، پھر گائے بعد ازاں اونٹ کی قربانی افضل ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے قربانی میں دو مینڈھے ذبح کیے اور آپ ﷺ ہمیشہ افضل عمل ہی سرانجام دیتے تھے۔ نیز اللہ تعالیٰ کے علم میں کسی اور جانور کی قربانی مینڈھے سے افضل ہوتی تو اللہ تعالیٰ اسحاق علیہ السلام (راج اسامعیل علیہ السلام ہیں) کے فدیہ کے لیے مینڈھے کی بجائے کوئی اور جانور عطا کرتے۔^③

① شرح النوری: ۱۱۸/۱۳ - ② المغنی لابن قدامہ والشرح الكبير: ۹۹/۱۱ -

③ المغنی لابن قدامہ والشرح الكبير: ۹۹/۱۱ -

امام مالک رحمہ اللہ کا یہ استدلال کئی اعتبار سے باطل ہے۔

① نبی ﷺ کئی افضل اعمال محض اس لیے ترک کر دیتے تھے کہ وہ اعمال امت کے لیے مشقت کا باعث نہ بنیں، پھر حج کے موقع پر رسول اللہ ﷺ سے سوانٹ کی قربانی بھی تو ثابت ہے۔

② گزشتہ روایت بھی نبی ﷺ سے قولاً ثابت ہے کہ اونٹ کی قربانی باقی جانوروں سے افضل ہے۔ پھر جن روایات سے مینڈھے کے افضل ہونے کی دلیل لی جاتی ہے، وہ روایات ضعیف ہیں، ان روایات کی مفصل وضاحت گزشتہ صفحات پر ”دو دانٹا جانور کے با آسانی میسر آنے کی صورت میں بھیڑ کا کھیرا جائز نہیں۔“ کے تحت بیان ہوئی ہیں، مزید دلیل درج ذیل روایات ہیں۔

① سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«خَيْرُ الْكَفَنِ الْحُلَّةُ، وَخَيْرُ الْأَضْحِيَةِ الْكَبْشُ الْأَقْرَنُ»

”بہترین کفن حُلّہ (تین کپڑوں کا مجموعہ) اور بہترین قربانی سینگوں والا مینڈھا ہے۔“ ①

② سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«خَيْرُ الْأَضْحِيَةِ الْكَبْشُ، وَخَيْرُ الْكَفَنِ الْحُلَّةُ»

”بہترین قربانی مینڈھا اور بہترین کفن حُلّہ (تین کپڑوں پر مشتمل) ہے۔“ ②

① ضعیف : سنن أبی داؤد، کتاب الجنائز، باب کراهية المغلاة في الكفن : ۳۱۵۶۔ مستدرک حاکم : ۴/۳۲۸ : ۷۶۲۵۔ سنن بیہقی : ۳/۴۰۳ حاتم بن ابی نصر اور نسئ الکندی مجہول راوی ہیں۔

② ضعیف : جامع ترمذی، کتاب الأضاحی، باب خیر الأضحية الكبش : ۱۵۱۷۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الأضاحی، باب ما يستحب من الأضاحی : ۳۱۳۰۔ سنن بیہقی : ۹/۲۷۳۔ طبرانی کبیر : ۷۵۸۱۔ ابو عاصم عفیر بن معدان ضعیف راوی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کس رنگ کا جانور قربانی کرتے؟

رسول اللہ ﷺ چتکبرے رنگ کا یا ایسا مینڈھا ذبح کرتے جس کی ٹانگیں پیٹ اور آنکھیں سیاہ ہوتی تھیں، لہذا ان اوصاف سے متصف مینڈھوں کی قربانی کرنا مستحب فعل ہے، دلائل حسب ذیل ہیں۔

① سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :

« ضَحَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ،

ذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ، وَسَمَى وَكَبَّرَ، وَوَضَعَ رِجْلَهُ عَلَى صِفَاحِهِمَا »

”نبی ﷺ نے سینگوں والے دو چتکبرے مینڈھے قربانی کیے۔ آپ ﷺ نے

ان دونوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور (ذبح کرتے وقت) بسم اللہ واللہ اکبر کہا

اور ان دونوں کے پہلوؤں پر اپنا پاؤں رکھا۔“ ①

فوائد:

② امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« فَفِيهِ اسْتِحْبَابُ اسْتِحْسَانِ لَوْنِ الْأَضْحِيَّةِ، وَقَدْ أَجْمَعُوا عَلَيْهِ »

”یہ حدیث دلیل ہے کہ قربانی کے لیے خوبصورت جانور کا انتخاب مستحب ہے اور

اس پر علماء کا اجماع ثابت ہے۔“ ②

② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ حدیث الباب سے استدلال کیا گیا ہے کہ رنگ

ووصف کے لحاظ سے زیادہ خوبصورت جانور کی قربانی مشروع ہے۔ ③

① صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب التکبیر عند الذبح : ۵۵۶۵۔ صحیح

مسلم، کتاب الأضاحی، باب استحباب استحسان الضحیة : ۱۹۶۶۔ جامع

ترمذی، أبواب الأضاحی، باب ما جاء فی الأضحیة بکبشین : ۱۴۹۴۔ سنن

نسائی، کتاب الضحایا، باب المسنة والجذعة : ۱۴۹۲۔

② شرح النووی : ۱۲۰/۱۳۔ ③ فتح الباری : ۱۵/۱۰۔



③ قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

« وَاسْتَدِلَّ بِأَحَادِيثِ الْبَابِ عَلَى اسْتِحْبَابِ التَّضَحِّيَةِ بِالْأَقْرَنِ الْأَمْلَحِ »

”احادیث الباب سے استدلال کیا گیا ہے کہ سینگوں والے چتکبرے جانور کی قربانی افضل ہے۔“^①

② ایسا جانور جس کی ٹانگیں، پیٹ اور آنکھوں کے ارد گرد کا حصہ سیاہ ہو، کی قربانی بھی مستحب ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

« أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِكَبْشٍ أَقْرَنَ، يَطَأُ فِي سَوَادٍ وَيَبْرُكُ فِي سَوَادٍ، وَيَنْظُرُ فِي سَوَادٍ فَأَتَى بِهِ لِيُضَحِّيَ بِهِ »

”بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگوں والے مینڈھے کا حکم دیا، جو سیاہی میں چلتا (یعنی ٹانگیں سیاہ تھیں) سیاہی میں بیٹھتا (یعنی پیٹ سیاہ تھا) اور سیاہی میں دیکھتا (یعنی آنکھوں کے قریب کا حصہ سیاہ تھا) پھر اسے ذبح کرنے کے لیے لایا گیا۔“^②

فوائد:

① امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

« يَطَأُ فِي سَوَادٍ، وَيَبْرُكُ فِي سَوَادٍ، وَيَنْظُرُ فِي سَوَادٍ، فَمَعْنَاهُ: أَنَّ قَوَائِمَهُ وَبَطْنَهُ وَمَا حَوْلَ عَيْنَيْهِ أَسْوَدٌ »

”وہ مینڈھا سیاہی میں چلتا، سیاہی میں بیٹھتا اور سیاہی میں دیکھتا سے مراد یہ ہے

① نیل الأوطار : ۱۱۷/۵۔

② صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب استحباب استحسان الضحیة : ۱۹۶۷۔

سنن أبی داؤد، کتاب الضحایا، باب ما يستحب من الضحایا : ۲۷۹۲۔ مسند

أحمد : ۷۸/۶۔ صحیح ابن حبان : ۵۹۱۵۔

کہ اس کی ٹانگیں، اس کا پیٹ اور آنکھوں کے ارد گرد کا حصہ سیاہ تھا۔“^①

② شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

”وَفِيهِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّهَا تُسْتَحَبُّ التَّضَحِّيَةُ بِمَا كَانَ عَلَى هَذِهِ الصِّفَةِ“

”حدیث الباب دلیل ہے کہ مذکورہ اوصاف کے جانور کی (جس کی ٹانگیں پیٹ

اور آنکھوں کے حصے سیاہ ہوں) کی قربانی مستحب عمل ہے۔“^②

سفید رنگ کی بکری کی قربانی :

سفید رنگ کی بکری کی قربانی سیاہ رنگ کی بکری سے افضل نہیں بلکہ اس بارے مروی

روایات ضعیف ہیں۔

① سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا:

« دَمُ عَفْرَاءٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ دَمِ سَوْدَاوَيْنِ »

”مجھے (قربانی میں) سفید بکری کا خون دو سیاہ بکریوں سے زیادہ پسند ہے۔“^③

② سیدہ کبیرہ بنت سفیان رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ارشاد کیا:

« دَمُ عَفْرَاءٍ أَزْكَى عِنْدَ اللَّهِ مِنْ دَمِ سَوْدَاءٍ »

”اللہ کے ہاں سفید بکری کا خون سیاہ بکری سے زیادہ پاک ہے۔“^④

③ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اِسْتَوْصُوا بِالْمِعْزَى خَيْرًا، فَإِنَّهَا مَالٌ رَقِيقٌ، وَهُوَ فِي الْجَنَّةِ، وَ

① شرح النووی: ۱۲۰/۱۳۔

② نیل الأوطار: ۱۲۶/۵۔

③ ضعیف: مسند أحمد: ۴/۱۷۲۔ مستدرک حاکم: ۴/۲۲۷۔ سنن بیہقی:

۲۷۳/۱۔ ثمامہ بن وائل بن حمین ابو ثمال اور رباح بن عبد الرحمن بن ابی سفیان بن حویطب

مجهول راوی ہیں۔

④ ضعیف: طبرانی کبیر: ۲۰۵۳۲۔ محمد بن سلیمان بن مسول کی ضعیف راوی ہے۔

أَحَبُّ الْمَالِ إِلَى اللَّهِ الضَّأُ، وَ عَلَيْكُمْ بِالْبَيَاضِ، فَإِنَّ اللَّهَ خَلَقَ
الْجَنَّةَ بَيَاضًا، فَلْيَلْبَسْهُ أَحْيَاؤُكُمْ وَ كَفَنُوا فِيهِ مَوْتَاكُمْ، وَ إِنَّ دَمَ
الشَّاةِ الْبَيَاضِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ دَمِ السَّوْدَاوَيْنِ ﴿

”تم بکریوں سے اچھا سلوک کرو، کیونکہ یہ نرم و نازک مال ہے اور یہ جنت میں
بھی ہوں گی، نیز اللہ تعالیٰ کو محبوب ترین مال بھیڑ ہے اور تم سفید لباس کا التزام
کرو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو سفید بنایا ہے سو تمہارے زندہ لوگ بھی سفید
لباس زیب تن کریں اور تم اپنے مردوں کو اسی رنگ میں کفن دو نیز سفید بکری کی
قربانی کا (اجر و ثواب) دوسیاہ بکریوں کی قربانی سے زیادہ عظیم ہے۔“^①

سینگلوں والے جانور کی قربانی:

سینگلوں والے جانور کی قربانی بغیر سینگلوں والے جانور سے افضل ہے، دلائل درج ذیل ہیں:

① سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ
أَقْرَنَيْنِ، وَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلَى صَفْحَتَيْهِمَا وَيَذْبَحُهُمَا بِيَدِهِ ﴿
”بالحقین نبی ﷺ سینگلوں والے دو چتکبرے مینڈھے قربانی کرتے اور (ذبح
کرتے وقت) اپنا پاؤں ان کے پہلوؤں پر رکھتے اور انھیں اپنے ہاتھ سے ذبح
کرتے تھے۔“^②

① موضوع : طہرانی کبیر : ۱۱۰۳۸ - الضعیفہ : ۴۳۱ - حمزہ بن ابی حمزہ رضی اللہ عنہ فی فیہی متروک
اور معجم بالوضع ہے۔

② صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب وضع القدم علی صفحۃ الذبیحۃ : ۵۵۶۴ -
سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب تسمیۃ اللہ عز وجل علی اضحیۃ : ۴۴۲۱ -
سنن ابن ماجہ ابواب الأضاحی، باب أضاحی رسول اللہ ﷺ : ۳۱۲۸ -

② سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«ضَحَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشٍ أَقْرَنَ فَحِيلَ»
 ”رسول اللہ ﷺ نے سینگوں والا خسی مینڈھا قربانی کیا۔“^①

فوائد:

① علماء بیان کرتے ہیں کہ سینگوں والے جانور کی قربانی مستحب ہے اور ایک انسان متعدد جانور قربانی کر سکتا ہے نیز علماء کا اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ ایسا جانور جس کے سینگ نہ ہوں، کی قربانی جائز ہے۔^②

② حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

”سینگوں والے جانور کی قربانی مستحب اور بغیر سینگوں والے جانور کی قربانی سے افضل ہے البتہ بغیر سینگوں والے جانور کی قربانی بالاتفاق جائز ہے۔“^③



① حسن : سنن أبی داؤد، کتاب الضحایا، باب ما یستحب من الضحایا : ۲۷۹۲۔
 جامع ترمذی، أبواب الأضاحی، باب ماجاء یستحب من الأضاحی : ۱۴۹۶۔ سنن
 نسائی، کتاب الضحایا، المسنة والجذعة : ۴۳۹۵۔ سنن ابن ماجہ، باب ما
 یستحب من الأضاحی : ۳۱۲۸۔

② شرح النووی : ۱۲/۱۳۔

③ فتح الباری : ۱۵/۱۰۔

جن جانوروں کی قربانی جائز نہیں

قربانی میں ممنوع جانور:

قربانی کے جانوروں کا مندرجہ ذیل عیوب سے پاک ہونا لازم ہے اور ان عیوب میں سے کسی عیب میں مبتلا جانور کی قربانی جائز نہیں۔

- ① ایسا کانا جانور جس کا کانا پن ظاہر ہو۔ ② بیمار جس کا مرض واضح ہو۔
- ③ لنگڑا جس کا لنگڑا پن عیاں ہو۔ ④ ایسا لنگڑا جانور جس کی ہڈیوں کا گودا ختم ہو چکا ہو۔
- ⑤ قربانی کے جانور کے کان میں کلشن، پھشن اور سوراخ ہونا۔
- ⑥ آدھے سے زیادہ کان کٹا اور آدھے سے زیادہ سینگ ٹوٹا یا کٹنا۔

عبید بن فیروز رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کن جانوروں کی قربانی ناجائز ہے، اس پر انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (خطبہ کے لیے) ہمارے درمیان کھڑے ہوئے حالانکہ میری انگلیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے اور میری انگلیوں کے پورے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے پوروں سے چھوٹے ہیں (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں سے اشارہ کر کے) بتایا:

﴿أَرْبَعٌ لَا تَجُوزُ فِي الْأَصَاغِي، الْعَوْرَاءُ بَيْنَ عَوْرَتَيْهَا، وَالْمَرِيضَةُ بَيْنَ مَرَضَتَيْهَا، وَالْعَرَجَاءُ بَيْنَ ظَلْعَيْهَا، وَالْكَسِيرُ الَّتِي لَا تُنْقِي﴾

”چار قسم کے جانوروں کی قربانی ناجائز ہے (۱) کانا جس کا کانا پن ظاہر ہو۔ (۲) بیمار جس کی بیماری واضح ہو۔ (۳) لنگڑا جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو (۴) اور

انتہائی کمزور لاغر جانور جس کی ہڈیوں میں گودانہ ہو۔“^①

فوائد:

امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

«وَأَجْمَعُوا عَلَى أَنَّ الْعُيُوبَ الْمَذْكُورَةَ فِي حَدِيثِ الْبَرَاءِ وَهُوَ الْمَرَضُ وَالْعَجْفُ، وَالْعَوْرُ، وَالْعَرَجُ الْبَيِّنُ لَا تُجْزَى التَّضْحِيَّةُ بِهَا، وَكَذَا مَا كَانَ فِي مَعْنَاهُ أَوْ أَقْبَحَ كَالْعَمَى وَقِطْعِ الرَّجْلِ وَشَبْهِهِ»
 ”علماء کا اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ مذکورہ عیوب یعنی واضح بیماری، انتہائی لاغر پن، ظاہر کا نا پن اور ظاہر لنگڑا پن میں مبتلا جانوروں کی قربانی درست نہیں، اسی طرح مذکورہ عیوب اور ان سے قبیح ترین عیوب میں مبتلا مثلاً اندھے اور ٹانگ کٹے جانور وغیرہ کی قربانی بھی ناجائز ہے۔“^②

معمولی عیوب درخور اعتناء نہیں:

قربانی کے جانوروں میں مذکورہ عیوب سے کم تر عیوب صحت قربانی میں قاذر نہیں اور معمولی اور غیر ظاہر عیوب میں مبتلا جانوروں کی قربانی جائز ہے۔

① امیر صنعانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

«وَالْحَدِيثُ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ هَذِهِ الْعُيُوبَ مَانِعَةٌ مِنْ صَحَّةِ التَّضْحِيَّةِ، وَ سُكِّتَ عَنْ غَيْرِهَا مِنَ الْعُيُوبِ، فَذَهَبَ أَهْلُ الظَّاهِرِ إِلَى أَنَّهُ لَا

① صحیح : سنن أبی داود، کتاب الضحایا، باب ما یکرہ من الضحایا : ۲۸۰۲۔
 جامع ترمذی، أبواب الأضاحی، باب ما لا یجوز من الأضاحی : ۱۴۹۷۔ سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب ما نہی عنہ من الأضاحی : ۴۳۷۴، سنن ابن ماجہ، أبواب الأضاحی، باب ما یکرہ ان یضحی بہ : ۳۱۴۴، مسند احمد، ۲۸۹/۴، صحیح ابن خزیمہ : ۲۹۱۲، صحیح ابن حبان : ۵۹۱۹۔

② شرح النووی : ۱۲/۱۳۔ سبل السلام : ۱۳۵۶/۴۔

عَيْبٌ غَيْرُ هَذِهِ الْأَرْبَعَةِ وَ ذَهَبَ الْجَمْهُورُ إِلَى أَنَّهُ يُقَاسُ عَلَيْهَا غَيْرُهَا مِمَّا كَانَ أَشَدَّ مِنْهَا أَوْ مُسَاوِيًا لَهَا كَالْعَمِيَاءِ وَ مَقْطُوعَةِ السَّاقِ »
 ”یہ حدیث دلیل ہے کہ مذکورہ عیوب قربانی سے مانع ہیں اور ان عیوب کے علاوہ دیگر عیوب سے سکوت اختیار کیا گیا، چنانچہ اہل ظاہر کا مذہب ہے کہ ان چار عیوب کے سوا کوئی بھی عیب قربانی کے جواز سے مانع نہیں لیکن جمہور علماء کا مذہب ہے کہ مذکور عیوب سے شدید تر عیوب اور ان جیسے دیگر عیوب مثلاً قربانی کے جانور کا اندھا ہونا اور ٹانگ کا کٹا ہونا جیسے عیوب وغیرہ کا بھی مذکورہ عیوب پر قیاس کیا جائے گا۔“^①

② خطابی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« فِي الْحَدِيثِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْعَيْبَ الْخَفِيفَ فِي الضَّحَايَا مَعْفُورٌ عَنْهُ أَلَا تَرَاهُ يَقُولُ بَيْنَ عَوْرَتِهَا بَيْنَ مَرَضُهَا، بَيْنَ ظَلْعُهَا، فَالْقَلِيلُ مِنْهُ غَيْرُ بَيْنٍ، فَكَانَ مَعْفُورًا عَنْهُ »

”حدیث الباب دلیل ہے کہ قربانی کے جانوروں میں معمولی عیب معاف ہے اور تم دیکھتے نہیں کہ آپ ﷺ نے (قربانی کے عیوب کے متعلق) ارشاد فرمایا کہ اس کا کانا پن ظاہر ہو، اس کی بیماری واضح ہو، اس کا لنگڑا پن عیاں ہو، سو (مذکورہ عیوب سے) کم تر عیوب غیر واضح ہیں اور ان کی معافی ہے۔“^②

کان اور آنکھ کا عیوب سے پاک ہونا:

قربانی کے جانور کی آنکھوں اور کانوں کا جملہ عیوب سے پاک ہونا صحت قربانی کی شرط ہے۔

① سیدنا علی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

① سبل السلام : ۱۳۵۶/۴۔

② عون المعبود : ۱۸/۸۔

﴿أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَيْنَ وَالْأَذْنَ﴾
 ”رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم (قربانی کے جانور کی) آنکھ اور کان
 خوب اچھی طرح دیکھ لیں۔“^①

② سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَيْنَ وَالْأَذْنَ
 وَلَا نَضْحِي بِعُورَاءَ وَلَا مُقَابِلَةَ وَلَا مُدَابِرَةَ وَلَا خُرْقَاءَ وَلَا شُرْقَاءَ﴾
 ”رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم (قربانی کے جانور کے) آنکھ اور کان
 اچھی طرح دیکھیں اور ہم کاٹا، ایسا جانور سے جس کے کان آگے سے کٹ کر لٹکے
 ہوں، ایسا جانور جس کے کان پیچھے سے کٹ کر لٹکے ہوں، ایسا جانور جس کے
 کان طول و عرض میں پھٹے ہوں اور ایسا جانور جس کے کان میں گول سوراخ ہو
 قربانی نہ کریں۔“^②

① حسن : سنن نسائی، کتاب الضحایا، الشرقاء، وہی مشقوقة الاذن: ۴۳۸۱۔
 مصنف عبدالرزاق: ۱۳۴۳۷۔ سنن دارمی: ۱۹۵۱۔ صحیح ابن خزیمة: ۲۹۱۴۔
 مسند احمد: ۱۰۵/۱۔ (حقیقہ بن عدی حسن درجے کا راوی ہے)۔

② حسن : سنن أبی داؤد، کتاب الضحایا، باب ما یکرہ من الضحایا: ۲۸۰۴۔ جامع
 ترمذی، ابواب الأضاحی، باب ما یکرہ من الأضاحی: ۱۴۹۸، سنن نسائی،
 کتاب الضحایا، المدابرة وہی ما قطع من مؤخر اذنها: ۴۳۷۸، مسند أحمد:
 ۱۰۸/۱، مستدرک حاکم ۲۲۴/۴۔ مذکورہ کتب میں ابواسحاق سمیعی کا معنی ہے۔ ابو
 اسحاق سمیعی مدلس راوی ہیں۔ مدلس راوی کا معنی ضعیف حدیث کی علامت ہے، لیکن مستدرک
 حاکم، ۲۲۳/۳ میں ہے قیس بن ربیع بیان کرتے ہیں:

﴿قُلْتُ لِأَبِي إِسْحَاقَ: سَمِعْتُهُ مِنْ شُرَيْحٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَشْوَعَ عَنْهُ﴾
 ”میں نے ابواسحاق سمیعی سے پوچھا تو نے یہ حدیث شریح بن نعمان سے سنی ہے انہوں نے بیان کیا،
 مجھے یہ حدیث ابن اشوع نے شریح سے بیان کی ہے۔ ابن اشوع کا نام سعید بن عمرو بن اشوع ہمدانی ہے،
 لہذا اس توضیح سے ابواسحاق سمیعی کی تدلیس کا ازالہ ہو گیا ہے۔“ شریح بن نعمان صدوق راوی ہے۔

فوائد:

① قربانی کے جانور کی آنکھیں کاٹنا پن اور اندھا پن سے سلامت ہوں اور قربانی کے جانور کے انتخاب کے لیے آنکھ کے امراض کی خوب تحقیق کرنی چاہیے اور صحت قربانی کے لیے جانور کا کاٹنا پن اور اندھا پن سے سالم ہونا لازم ہے۔

② قربانی کے جانور کے کان کٹے ہوئے اور پھٹے ہوئے نہیں ہونے چاہئیں اور نہ کانوں میں سوراخ ہوں چنانچہ جس جانور کے کان کٹے ہوں، پھٹے ہوں یا ان میں سوراخ ہوں ایسے جانور کی قربانی درست نہیں، البتہ ایسا جانور جس کے کانوں پر رگڑ یا ایسا زخم ہے جس سے کان چرّا، کٹا یا پھٹا نہیں اور نہ ہی اس سے کان میں سوراخ ہوا ہے، ایسے جانور کی قربانی جائز ہے۔

سینگ ٹوٹا ہو یا کان کٹا ہو تو.....:

جس جانور کا نصف یا نصف سے زیادہ سینگ ٹوٹا ہو یا نصف یا نصف سے زیادہ کان کٹا ہو اس کی قربانی جائز نہیں۔

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

« نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُضَحَّى بِأَعْضَبِ الْقَرْنِ وَالْأُذُنِ »

”رسول اللہ ﷺ نے ایسے جانور کی قربانی سے منع فرمایا جس کا نصف یا نصف سے زیادہ سینگ ٹوٹا یا (اتنی مقدار میں) کان کٹا ہو۔“ ①

① حسن : سنن أبی داؤد، کتاب الضحایا، باب ما یکرہ من الضحایا : ۲۸۰۵۔ جامع ترمذی، أبواب الأضاحی، باب فی الضحیۃ بعضیاء القرن : ۱۵۰۴۔ سنن نسائی، أبواب الضحایا، باب العضیاء : ۴۳۸۲، سنن ابن ماجہ، أبواب الأضاحی، باب ما یکرہ ان یضحی بہ : ۳۱۴۵، مسند احمد، ۱/ ۱۲۷، صحیح ابن خزیمہ : ۲۹۱۳، مستدرک حاکم، ۲۲۴/ ۴۔ جری بن کلیم نحدی صدوق حسن الحدیث راوی ہیں۔

فائدہ:

علی بن عبداللہ مدینی نے جری بن کلیب نہدی کو مجہول قرار دیا ہے اور ابو حاتم نے اسے ناقابل احتجاج قرار دیا ہے، (المرج والتعذیل: ۵۲۷/۲) لیکن حافظ ابن حبان نے اسے کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے اور امام ترمذی، امام حاکم نے اس کی حدیث کو صحیح اور ضیاء مقدسی نے الاحادیث المختارہ میں حدیث جری بن کلیب کو حسن قرار دیا ہے، اس سے جہالت کا ازالہ ہوا ہے اور عجلی نے معرفۃ الثقات میں لکھا ہے: ”جری بن کلیب بصری تابعی ثقہ، جری بن کلیب بصری ثقہ تابعی ہیں، لہذا یہ ناقابل احتجاج نہیں بلکہ صدوق راوی ہیں۔“

أَغْضَبُ الْقَرْنِ كِي تَوْضِيح:

① قتادہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

﴿فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ فَقَالَ: الْعَضْبُ مَا بَلَغَ النُّصْفَ فَمَا فَوْقَ ذَلِكَ﴾

”میں نے سعید بن مسیب رحمہ اللہ (مشہور تابعی) سے ”أَغْضَبُ الْقَرْنِ وَالْأَذُنِ“ کی تفسیر پوچھی تو انھوں نے کہا: اعضب وہ جانور ہے جس کا نصف یا نصف سے زیادہ سینگ ٹوٹا یا کان کٹا ہو۔“ ①

القاموس المحيط میں ہے:

﴿إِنَّ الْعَضْبَاءَ الشَّاةُ الْمَكْسُورَةُ الْقَرْنِ الدَّاخِلِ﴾

”عضباء وہ بکری ہے جس کا سینگ اندر سے ٹوٹا ہو۔“ ②

فوائد:

① حدیث الباب دلیل ہے کہ ایسا جانور جس کا سینگ نصف یا نصف سے زیادہ ٹوٹا ہو یا

① صحیح: جامع ترمذی: ۱۵۰۵، سنن نسائی: ۴۳۸۲، صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۱۳،

مسند احمد: ۱۲۷/۱۔

② عون المعبود: ۲۱/۸، تحفة الأحمودی: ۶۷/۵۔

اتنی مقدار میں کان کٹا ہو، اس کی قربانی درست نہیں نیز سینگ کا اندر سے ٹوٹنا قربانی میں قاذح اور سینگ کا باہر سے ٹوٹنا اور اندر سے محفوظ ہونا یا سینگ کے خول کا معمولی ٹوٹنا، اس پر رگڑ یا چوٹ کے نشانات قربانی کے جانور کے عدم جواز کے لیے ناکافی ہیں، کم از کم نصف یا نصف سے زیادہ سینگ کا ٹوٹنا شرط ہے۔

② قاضی شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

﴿ فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّهَا لَا تُجْزَى التَّضْحِيَةُ بِأَعْضَبِ الْقَرْنِ وَالْأُذُنِ وَهُوَ مَا ذَهَبَ نِصْفُ قَرْنِهِ أَوْ أُذُنِهِ، وَذَهَبَ أَبُو حَنِيفَةَ، وَالشَّافِعِيُّ وَالْجَمْهُورُ إِلَى أَنَّهَا تُجْزَى التَّضْحِيَةُ بِمَكْسُورِ الْقَرْنِ مُطْلَقًا وَكَرِهَهُ مَالِكٌ إِذَا كَانَ يَذْمَى وَجَعَلَهُ عَيْنًا ﴾

”یہ حدیث دلیل ہے کہ نصف یا نصف سے زیادہ سینگ ٹوٹے یا (اتنی مقدار میں) کان کٹے جانور کی قربانی درست نہیں (اعضب وہ ہے) جس کا نصف سینگ یا نصف کان ضائع ہو چکا ہو، لیکن ابو حنیفہ، شافعی رحمہ اللہ اور جمہور علماء کا موقف ہے کہ سینگ ٹوٹے جانور کی قربانی مطلق جائز ہے (خواہ نصف ہو یا نصف سے کم یا زیادہ سینگ ٹوٹا ہو) اور امام مالک رحمہ اللہ نے سینگ ٹوٹے جانور کی قربانی کو تب مکروہ خیال کیا ہے جب سینگ سے خون بہتا ہو اور وہ عیب کی شکل اختیار کر چکا ہو۔“ ①

رائج موقف:

امام شوکانی رحمہ اللہ مذکورہ بحث ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”فَالظَّاهِرُ أَنَّ الْمَكْسُورَةَ لَا تَجُوزُ التَّضْحِيَةُ بِهَا إِلَّا أَنْ يَكُونَ

① نیل الأوطار: ۱۲۳/۵ - عون المعبود: ۲۱/۸ - تحفة الاحوذی: ۶۷/۵۔



الذَّاهِبُ مِنَ الْقَرْنِ مِقْدَارًا يَسِيرًا يَحِثُّ لَا يُقَالُ عَضْبَاءٌ لِأَجَلِهِ، أَوْ يَكُونُ دَوْنُ النِّصْفِ إِنْ صَحَّ التَّقْدِيرُ بِالنِّصْفِ الْمَرْوِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ لُغَوِيٌّ وَشَرْعِيٌّ، كَذَلِكَ لَا تُجْزَى التَّضْحِيَةُ بِأَعْضَبِ الْأُذُنِ وَهُوَ مَا صَدَقَ عَلَيْهِ اسْمُ الْعَضْبِ لُغَةً أَوْ شَرْعًا“

” رائج موقف یہ ہے کہ سینگ ٹوٹے جانور کی قربانی جائز نہیں، البتہ جانور کا معمولی مقدار میں سینگ ٹوٹا ہو کہ اس پر عضباء (نصف یا نصف سے زیادہ مقدار میں سینگ ٹوٹا ہوا) کی تعریف صادق نہ آتی ہو یا نصف مقدار سے کم سینگ ٹوٹا ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز ہے بشرطیکہ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی عضب کی تفسیر صحیح ہو (چونکہ سعید بن مسیب سے مروی تفسیر درست ہے لہذا یہ استدلال برحق ہے) اسی طرح نصف یا نصف سے زائد کان کٹے جانور کی قربانی بھی درست نہیں۔“^①

باہر سے ٹوٹا ہوا سینگ عیب نہیں:

اگر قربانی کے جانور کا سینگ اندر سے صحیح سالم اور باہر سے ٹوٹا ہوا ہے تو پھر ایسی صورت میں ایسے جانور کی قربانی جائز ہے، کیونکہ جب جانور کا سینگ اندر سے ٹوٹے تب وہ معیوب ٹھہرتا ہے۔

عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

﴿ قَالَ فِي الْفَائِتِي: أَلْعَضْبُ فِي الْقَرْنِ دَاخِلُ الْإِنْكِسَارِ، وَيُقَالُ فِي الْخَارِجِ الْقَصَمُ، وَكَذَلِكَ فِي الْقَامُوسِ كَمَا عَرَفْتُ، وَقَالَ فِيهِ الْقَضْمَاءُ الْمَغْزُ الْمَكْسُورَةُ الْقَرْنِ الْخَارِجِ انْتَهَى، فَالظَّاهِرُ عِنْدِي

① نیل الاوطار: ۱۲۳/۵، عون المعبود: ۲۱/۷، تحفة الاحوذی: ۶۷/۵۔

أَنَّ الْمَكْسُورَةَ الْقَرْنَ الْخَارِجَ تَجُوزُ التَّضْحِيَّةُ بِهَا، وَأَمَّا الْمَكْسُورَةُ الْقَرْنَ الدَّاخِلِ، فَكَمَا قَالَ الشُّوْكَانِيُّ مِنْ أَنَّهَا لَا تَجُوزُ التَّضْحِيَّةُ بِهَا إِلَّا أَنْ يَكُونَ الذَّاهِبُ مِنَ الْقَرَنِ الدَّاخِلِ مِقْدَارًا يَسِيرًا ﴿

”الفاقی فی غریب الحدیث والاثار میں ہے کہ اندر سے سینگ کا ٹوٹنا غضب اور باہر سے سینگ کا ٹوٹنا قصم کہلاتا ہے، القاموس المحیط میں بھی یہی منقول ہے اور قصماء اس بکری کو کہا جاتا ہے کہ جس کے سینگوں کے باہر والے کنارے ٹوٹے ہوں، لہذا میرے نزدیک یہ بات راجح ہے کہ باہر سے ٹوٹے ہوئے سینگوں والے جانور کی قربانی جائز ہے اور اندر سے ٹوٹے ہوئے سینگوں والے جانور کی قربانی جائز نہیں، البتہ اندر سے معمولی مقدار میں سینگ ٹوٹا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔ جیسا کہ شوکانی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔“^①

لہذا اگر جانور کے سینگ کے کنارے ٹوٹے ہیں یا سینگ کا خول ہی اتر چکا ہو تب بھی ایسے جانور کی قربانی جائز ہے، بشرطیکہ سینگ کا اندر دنی حصہ صحیح سالم ہو۔

دانت کا ٹوٹنا یا زخمی ہونا:

جانور کا دانت ٹوٹنا یا دانت زخمی ہونا ایسا عیب نہیں جو قربانی سے مانع ہو، بلکہ ایسے جانور کی قربانی جائز ہے۔

عبید بن فیروز رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے کہا: ﴿ فَإِنِّي أَكْرَهُ أَنْ يَكُونَ فِي السِّنِّ نَقْصٌ، قَالَ: مَا كَرِهْتَ فَدَعُهُ، وَلَا تُحَرِّمُهُ عَلَى أَحَدٍ ﴾

”میں قربانی کے دانت میں نقص کو مکروہ سمجھتا ہوں اس پر سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا: ”جو جانور تمہیں ناپسند ہیں انہیں رہنے دو (یعنی تم ان کی قربانی نہ کرو)



لیکن کسی اور کے لیے انھیں حرام قرار نہ دو۔“^①

لہذا جانوروں میں ایسے عیوب جن سے شریعت منع نہیں کرتی قربانی سے مانع نہیں ہیں اور قربانی سے فقط وہی عیوب مانع ہیں جو شریعت مطہرہ سے ثابت ہیں، چنانچہ عیوب قربانی میں خود ساختہ تاویلات و تشریحات اور عقلی مویشی گانیوں سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ ذاتی پسند و ناپسند سے کوئی شرعی حکم ثابت نہیں ہوتا۔

قربانی کے جانور کا دم کٹنا ہونا:

قربانی کے جانور کی دم کا کٹنا یا زخمی ہونا شرعی عیب نہیں ہے اور ایسے جانور کی قربانی ناجائز نہیں، نیز جس روایت میں دم کٹے جانور کی قربانی سے منع کیا گیا گیا ہے، وہ روایت ضعیف ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَيْنَ وَالْأُذُنَ وَلَا نُضَحِّيَ بِمُقَابَلَةٍ وَلَا مَذَابِرَةٍ وَلَا بَتْرَاءٍ وَلَا خَرْقَاءٍ»

”رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم (قربانی کے جانور کی) آنکھ اور کان اچھی طرح دیکھیں اور ہم ایسے جانور جس کا کان آگے سے کٹ کر لٹکا ہو، پیچھے سے کان کٹ کر لٹکا ہو، دم کٹے اور ایسا جانور جس کے کان میں گول سوراخ ہو کی قربانی نہ کریں۔“^②

نیز ایک دوسری روایت جس سے قربانی کے جانور کا دم کٹنا ہونا مغیوب ثابت ہوتا ہے وہ بھی ضعیف ہے۔

① صحیح : سنن أبی داؤد : ۲۸۰۲۔

② ضعیف : سنن نسائی، کتاب الضحایا، المقابلة وهي ما قطع طرف اذنها : ۴۳۷۷۔
 زکریا بن ابی زائدہ کی تدلیس ہے اور زکریا بن ابی زائدہ کا ابو اسحاق سمی سے سماع اختلاط کے بعد ثابت ہے ان دو علتوں کی وجہ سے یہ روایت ضعیف نیز ثقات کی مخالفت کی وجہ سے یہ روایت منکر ہے، کیونکہ باقی راوی ”بتراء“ (دم کٹے جانور کی قربانی کے عدم جواز) کے بجائے شرقاء (ایسے جانور جس کے کان طول یا عرض میں کٹے ہوں) کا لفظ ہے۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

« اِشْتَرَيْتُ أَضْحِيَّةَ فَجَاءَ الذَّنْبُ فَأَكَلَ مِنْ ذَنْبِهَا، أَوْ أَكَلَ ذَنْبَهَا فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ضَحَّ بِهَا »
 ”میں نے قربانی کا جانور (ذنبہ) خریدا اور بھیڑیا آکر اس کی دم (چکی) کھا گیا چنانچہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (اس کی قربانی کے بارے) سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہی جانور ذبح کرلو۔“^①

جانور خریدنے کے بعد عیب واقع ہونا؟

اگر قربانی کا جانور خریدنے کے بعد اس میں عیب واقع ہو جائے تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں اور اسے تبدیل کرنا لازم ہے، کیونکہ قربانی کے لیے شرعی عیوب سے پاک ہونا شرط ہے اور قربانی خریدتے وقت جانور کا عیوب سے سالم ہونا شرط نہیں بلکہ ذبح کرتے وقت ان عیوب سے سلامتی والا ہونا مشروط ہے اور مذکورہ عیوب میں مبتلا جانور کو ذبح کرنے کی ممانعت ہے۔

نیز جس روایت سے یہ مفہوم کشید کیا جاتا ہے کہ قربانی کا جانور خریدنے کے بعد عیب دار ہو جائے تو اس کی قربانی جائز ہے، وہ روایت ضعیف ہے۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« اِتَّبَعْنَا كَبِشًا نَضَحَى بِهِ، فَأَصَابَ الذَّنْبُ مِنْ إِيَّتَيْهِ وَأُذِنِهِ، فَسَأَلْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَنَا أَنْ نَضَحَى بِهِ »
 ”ہم نے قربانی کے لیے مینڈھا خریدا اور اس کی دونوں سریشیں اور دونوں کان

① ضعیف جدًا : مسند أحمد : ۷۸/۳ - ۱۱۷۶۰، جابر بن یزید بن حارث جہنی متروک (انتہائی ضعیف) راوی ہے اور محمد بن قرظہ بن کعب انصاری مجہول راوی ہے نیز اس کا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سماع بھی ثابت نہیں۔

بھیڑیا کھا گیا، چنانچہ ہم نے نبی ﷺ سے (اس کی قربانی کے متعلق) پوچھا تو آپ ﷺ نے ہم کو حکم دیا کہ ہم یہی مینڈھا ذبح کریں۔“^①



① ضعیف جدًا : سنن ابن ماجہ، أبواب الأضاحی، باب من اشترى اضحیة صحیحہ، فأصابها عنده شیء، ۳۱۴۶، مسند احمد، ۷۸/۳۔ جابر بن یزید بن حارث جہنی متروک، اور محمد بن قرقہ بن کعب انصاری مجہول ہے اور اس کا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سماع بھی ثابت نہیں۔

تمام اہل خانہ کی طرف سے ایک قربانی

ایک گھرانہ ایک قربانی:

قربانی تنہا فرد کی طرف سے کفایت کرے گی یا تمام اہل خانہ کی طرف سے ایک قربانی کافی ہے، اس بارے علماء کا اختلاف ہے۔

① امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ”شافعیہ اور جمہور علماء کا موقف ہے کہ گھر کے سرپرست سمیت تمام اہل خانہ کا ایک قربانی کرنا اور تمام اہل خانہ کا ایک قربانی میں شریک ہونا جائز ہے۔“ ①

② ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

« وَلَا بَأْسَ أَنْ يَذْبَحَ الرَّجُلُ عَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ شَاةً وَاحِدَةً أَوْ بَقَرَةً أَوْ بَدَنَةً، نَصَّ عَلَيْهِ أَحْمَدُ وَبِهِ قَالَ مَالِكٌ وَاللَّيْثُ وَالْأَوْزَاعِيُّ وَإِسْحَاقُ، وَرَوَى ذَلِكَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَأَبْنِ هُرَيْرَةَ »

”آدمی اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری، گائے یا اونٹ ذبح کر سکتا ہے، (اس میں کچھ مضائقہ نہیں) امام احمد نے اس جواز پر نص بیان کی ہے اور مالک، لیث، اوزاعی اور اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے، نیز ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی منقول ہے۔“ ②

① شرح النووي : ۱۲۲/۱۳۔

② المغنی لابن قدامة والشرح الكبير : ۹۸/۱۱۔

③ سفیان ثوریؒ، ابو حنیفہؒ اور احناف نے تمام اہل خانہ کی طرف سے ایک قربانی کو مکروہ قرار دیا ہے، ان کے مطابق ہر فرد کی طرف سے علیحدہ قربانی کی جائے گی اور ایک قربانی ایک فرد ہی کی طرف سے کافی ہوتی ہے، ایک قربانی میں ایک سے زائد افراد شامل نہیں ہو سکتے وہ گھر کے افراد ہوں یا اجنبی ہوں۔^①

④ ابن قدامہ حنبلیؒ رقم طراز ہیں:

« وَكَرِهَ ذَلِكَ الثَّوْرِيُّ وَ أَبُو حَنِيفَةَ لِأَنَّ الشَّاةَ لَا تُجْزَى عَنْ أَكْثَرِ مِنْ وَاحِدٍ، فَإِذَا اشْتَرَكَ فِيهَا اثْنَانِ لَمْ تُجْزَى عَنْهُمَا كَالْأَجْنَبِيِّينَ »

”سفیان ثوری اور ابو حنیفہ نے اس عمل (تمام اہل خانہ کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کرنا) کو مکروہ خیال کیا ہے، اس لیے کہ (ان کے نزدیک) ایک بکری ایک سے زائد افراد کی طرف سے ناکافی ہے چنانچہ جب دو فرد ایک بکری کی قربانی میں شریک ہوں گے تو وہ ان دو افراد سے کفایت نہیں کرے گی، جیسے (اجنبی افراد کی طرف سے ایک بکری ناکافی ہے)۔“^②

⑤ « وَقَالَ الْهَادِي وَالْقَاسِمُ ، تُجْزَى الشَّاةُ عَنْ ثَلَاثَةٍ »

”ہادی اور قاسم کہتے ہیں کہ بکری فقط تین افراد سے کفایت کرتی ہے۔“

رانج موقف:

جمہور علماء کا موقف رانج ہے کہ گھر کے سرپرست سمیت تمام اہل خانہ کی طرف سے ایک بکری (یا مینڈھا، اونٹ اور گائے کا ایک حصہ) کافی ہے۔ خواہ اہل خانہ کی تعداد سو افراد پر مشتمل ہو۔ دلائل حسب ذیل ہیں:

① شرح النووی : ۱۲۲/۱۳۔

② المغنی لابن قدامة والشرح الكبير : ۹۸/۱۱۔

① سیدنا عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُضْحِي بِالشَّاةِ الْوَاحِدَةِ عَنْ جَمِيعِ أَهْلِهِ»

”رسول اللہ ﷺ اپنے تمام اہل خانہ کی طرف سے ایک بکری قربانی کیا کرتے تھے۔“ ①

② سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

«أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِكَبْشٍ أَقْرَنَ، يَطَأُ فِي سَوَادٍ، وَيَبْرُكُ فِي سَوَادٍ وَيَنْظُرُ فِي سَوَادٍ، فَأَتَى بِهِ لِيُضْحِيَ بِهِ قَالَ لِعَائِشَةَ: هَلَمِّي الْمُدْيَةَ، ثُمَّ قَالَ: اشْحَذِيهَا بِحَجَرٍ، فَفَعَلْتُ ثُمَّ أَخَذَهَا، وَأَخَذَ الْكَبْشَ فَأَضْجَعَهُ، ثُمَّ ذَبَحَهُ، ثُمَّ قَالَ: بِاسْمِ اللَّهِ، اَللَّهُمَّ! تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ، وَآلِ مُحَمَّدٍ، وَمِنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ، ثُمَّ ضَحَّى بِهِ»

”بلاشبہ رسول اللہ نے سیٹگوں والا مینڈہ حالانے کا حکم دیا جو سیاہی میں چلتا، سیاہی میں بیٹھتا اور سیاہی میں دیکھتا تھا، چنانچہ اس کو ذبح کرنے کے لیے لایا گیا تو آپ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: ”چھری تیز کرو۔“ انھوں نے چھری تیز کی، پھر آپ ﷺ نے چھری لی اور مینڈہ کو پکڑ کر لٹایا اور اسے ذبح کرنے لگے۔“ پھر یہ کلمات کہے: ”بسم اللہ، اے اللہ! محمد، آل محمد اور امت محمد ﷺ کی طرف سے قبول فرما، پھر آپ ﷺ نے اسے ذبح کیا۔“ ②

① صحیح بخاری، کتاب الاحکام، باب بیعة الصغير : ۷۲۱۰۔ مستدرک حاکم:

۲۲۹/۴۔ سنن بیہقی : ۷۹/۶، مسند احمد : ۲۳۳/۴۔

② صحیح مسلم، کتاب الاضاحی، باب استحباب استحسان الضحیة : ۱۹۶۷۔ سنن

ابی داؤد، کتاب الضحایا، باب ما يستحب من الضحایا : ۲۷۹۲، مسند احمد:

۷۸/۶ سنن بیہقی، ۲۶۷/۹۔

فوائد:

① امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« وَاسْتَدَلَّ بِهَذَا مَنْ جَوَّزَ تَضَحِيَّةَ الرَّجُلِ عَنْهُ وَ عَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، وَاشْتَرَاكَهُمْ مَعَهُ فِي الثَّوَابِ، وَهُوَ مَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ الْجَمْعِ هُوَ »
 ”اس حدیث میں ان علماء نے استدلال کیا ہے جو کہتے ہیں کہ آدمی کا اپنی طرف سے، اپنے اہل خانہ کی طرف سے قربانی کرنا اور انھیں ثواب قربانی میں شریک کرنا جائز ہے، ہمارا (شافعیہ) اور جمہور علماء کا بھی یہی موقف ہے۔“ ①

② حافظ خطابی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

« قَوْلُهُ مِنْ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ مِنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ، فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الشَّاةَ الْوَاحِدَةَ تُجْزِي عَنْ الرَّجُلِ وَ عَنْ أَهْلِهِ، وَإِنْ كَثُرُوا »
 ”آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ ”محمد، آل محمد اور امت محمد ﷺ کی طرف سے قبول فرما۔“ دلیل ہے کہ آدمی اور اس کے اہل خانہ کی طرف سے ایک بکری کافی ہے، خواہ ان کی تعداد زیادہ ہی ہو۔“ ②

③ عطاء بن یسار ہلالی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« سَأَلْتُ أَبَا أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيَّ كَيْفَ كَانَتِ الضَّحَايَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : كَانَ الرَّجُلُ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُضَحِّي بِالشَّاةِ عَنْهُ وَ عَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، فَيَأْكُلُونَ وَيُطْعِمُونَ، ثُمَّ تَبَاهَى النَّاسُ، فَصَارَ كَمَا تَرَى »

① نیل الأوطار: ۱۲۲/۱۳۔

② عون المعبود: ۲۳/۸۔



”میں نے سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں قربانیوں کی کیا کیفیت تھی؟ (یعنی گھر کے لوگ کتنی قربانیاں کرتے تھے) اس پر انھوں نے بتایا کہ عہد نبوت میں آدمی اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری ذبح کرتا تھا۔ وہ اس قربانی سے خود بھی کھاتے اور (دوسرے لوگوں کو بھی) کھلاتے تھے پھر لوگوں میں فخر و مباہات میں مقابلہ بازی شروع ہو گئی اور (زیادہ قربانیاں کرنے کی) جو روش چل پڑی ہے وہ تم دیکھ رہے ہو۔“^①

فوائد:

عبدالرحمن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

﴿ وَهُوَ نَصٌّ صَرِيحٌ فِي أَنَّ الشَّاةَ الْوَاحِدَةَ تُجْزَىٰ عَنِ الرَّجُلِ وَ عَنِ أَهْلِ بَيْتِهِ، وَإِنْ كَانُوا كَثِيرِينَ، وَهُوَ الْحَقُّ ﴾

”یہ حدیث صریح نص ہے کہ آدمی اور اس کے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری کفایت کرتی ہے خواہ ان کی تعداد زیادہ ہی ہو اور یہی بات قرین صواب ہے۔“^②

④ سیدنا ابو شریح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿ حَمَلْنِي أَهْلِي عَلَى الْجَفَاءِ بَعْدَ مَا عَلِمْتُ مِنَ السُّنَّةِ، كَانَ أَهْلُ الْبَيْتِ يَضْحَكُونَ بِالشَّاةِ وَالشَّاتَيْنِ وَالْآنَ يَبْخُلُنَا جِيرَانُنَا ﴾

”(قربانی کے بارے میں) سنت کا علم ہونے کے باوجود میرے گھر والوں نے مجھے سنت سے بے رغبتی پر لاچار کیا ہے، (عہد رسالت میں) تمام گھر والے ایک یا دو بکریاں ذبح کرتے تھے، لیکن (اب اس سنت پر عمل کرنے پر) ہمارے

① صحیح: جامع ترمذی، أبواب الأضاحی باب ما جاء أن الشاة الواحدة تجزى عن

أهل البيت : ۱۵۰۵ - سنن ابن ماجه، أبواب الأضاحی، باب من ضحى بشاة عن

أهله: ۳۱۴۷ - سنن بیہقی : ۲۶/۹ - طبرانی کبیر : ۳۸۲۲ -

② تحفة الأحوذی : ۶۸/۵ -

ہم سائے ہمیں بخیل سمجھتے ہیں۔“ ①

فوائد:

① شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

”الْمَذْهَبُ الْحَقُّ هُوَ أَنَّ الشَّاةَ الْوَاحِدَةَ تُجْزِي عَنْ أَهْلِ الْبَيْتِ لِأَنَّ الصَّحَابَةَ كَانُوا يَفْعَلُونَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“
”راجح مذہب یہ ہے کہ ایک بکری تمام گھروالوں کی طرف سے قربانی میں کفایت کرتی ہے کیونکہ عہد رسالت میں صحابہ کرام رحمہم اللہ یہ عمل کیا کرتے تھے۔“ ②

② شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

« وَالْحَقُّ أَنَّهَا تُجْزِي عَنْ أَهْلِ الْبَيْتِ وَإِنْ كَانُوا مِائَةَ نَفْسٍ أَوْ أَكْثَرَ كَمَا قَضَتْ بِذَلِكَ السُّنَّةُ »

”برحق مسئلہ یہ ہے کہ ایک بکری تمام اہل خانہ کی طرف سے کافی ہے خواہ گھر کے افراد سو نفوس پر مشتمل ہوں جیسا کہ سنت اس کے جواز کے متقاضی ہے۔“ ③

امام طحاوی رحمہ اللہ کا دعویٰ تین شیخ:

امام طحاوی رحمہ اللہ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ مذکورہ روایات جن میں تمام گھروالوں کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کا جواز ہے یا تو منسوخ ہو چکی ہیں یا یہ مخصوص ہیں، لہذا ان پہ عمل جائز نہیں۔ یہ دعویٰ بلا دلیل ہونے کی وجہ سے باطل و مردود ہے۔

① صحیح : سنن ابن ماجہ، أبواب الأضاحی، باب من ضحی بشاة عن أهله : ۳۱۴۸۔ مستدرک حاکم : ۲۲۸/۴۔ سنن بیہقی : ۲۶۹/۹۔ طبرانی کبیر : ۲۹۸۷۔ ابن ماجہ، بیہقی اور طبرانی کبیر کی سند میں سفیان ثوری کی تدلیس ہے لیکن مستدرک حاکم کی سند میں زائدہ بن قدامہ ثقہ راوی ہیں اور یہ سند صحیح ہے۔

② عون المعبود : ۲۲/۸۔

③ نیل الأوطار : ۱۲۸/۵۔



① امام نووی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں کہ:

﴿ وَزَعَمَ الطَّحَاوِيُّ، أَنَّ هَذَا الْحَدِيثَ مَنْسُوخٌ أَوْ مَخْصُوصٌ، وَغَلَطَهُ الْعُلَمَاءُ فِي ذَلِكَ، فَإِنَّ النَّسْخَ وَالتَّخْصِصَ لَا يَثْبُتَانِ بِمُجَرَّدِ الدَّعْوَى ﴾

”طحاوی کا زعم ہے کہ مذکورہ حدیث (جس میں تمام گھروالوں کی طرف سے ایک قربانی کرنے کا اور انھیں قربانی میں شامل کرنے کا جواز ہے) منسوخ یا مخصوص ہے، لیکن علماء نے امام طحاوی کے اس دعویٰ کو باطل قرار دیا ہے کیونکہ کسی حکم کی تنسیخ و تخصیص خالی دعوے سے نہیں ہوتی، بلکہ (تنسیخ و تخصیص کے لیے ٹھوس دلیل کا ہونا لازم ہے)۔“ ①

② عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ شارح ترمذی کا بیان ہے:

﴿ تَضَحِيَّةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أُمَّتِهِ وَإِشْرَاكُهُمْ فِي أُضْحِيَّةٍ مَخْصُوصٌ بِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَّا تَضَحِيَّتُهُ عَنْ نَفْسِهِ وَآلِهِ فَلَيْسَ بِمَخْصُوصٍ بِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا مَنْسُوخًا، وَالدَّلِيلُ عَلَى ذَلِكَ أَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ كَانُوا يُضَحُّونَ الشَّاةَ الْوَاحِدَةَ يَذْبَحُهَا الرَّجُلُ عَنْهُ وَعَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ كَمَا عَرَفْتُ، وَلَمْ يَثْبُتْ عَنْ أَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ التَّضَحِيَّةُ عَنِ الْأُمَّةِ وَإِشْرَاكُهُمْ فِي أُضْحِيَّتِهِ الْبَتَّةَ، وَأَمَّا ادِّعَاؤُهُ الطَّحَاوِيُّ فَلَيْسَ عَلَيْهِ دَلِيلٌ ﴾

”رسول اللہ ﷺ کا امت کی طرف سے قربانی کرنا اور قربانی میں امت کو شامل

کرنا آپ ﷺ کا خاصہ ہے، لیکن آپ ﷺ کا اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے قربانی کرنا نہ آپ ﷺ کا خاصہ ہے اور نہ یہ عمل منسوخ ہے (اس عمل کے جواز و مسنون ہونے کی) دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری قربانی کرتے تھے، جیسا کہ یہ معروف مسئلہ ہے، امت کی طرف سے قربانی کرنا اور امت کے افراد کو قربانی میں شریک کرنا کسی صحابی سے ثابت نہیں نیز امام طحاوی رحمہ اللہ کا دعویٰ تنبیخ و تخصیص بے دلیل ہے۔“^①

گھر والوں کی طرف سے علیحدہ قربانی کرنا:

اہل خانہ کی طرف سے الگ قربانی کرنا بھی جائز ہے، اس کی دلیل درج ذیل حدیث ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

﴿ وَضَحَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ نِسَائِهِ بِالْبَقَرِ ﴾

”رسول اللہ ﷺ نے (حجۃ الوداع کے موقع پر) اپنی بیویوں کی طرف سے گائے قربان کی۔“^②

ایک آدمی کا دو جانور ذبح کرنا:

ایک سے زیادہ جانوروں کی قربانی مسنون و مستحب فعل ہے، بشرطیکہ اس عمل میں سنت کی پیروی، اخلاص، حصول تقویٰ و للہیت ہو۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ وَأَنَا أَضَحِّي ﴾

① تحفة الأحوذی : ۶۹/۵۔

② صحیح بخاری، کتاب الحيض، باب الأمر بالنفساء إذا نفسن : ۲۹۱۔ صحیح ابن خزیمہ : ۳۰۲۸۔ صحیح ابن حبان : ۱۴۲۹۔



بِکَبْشَیْنِ»

”نبی ﷺ دو مینڈھے ذبح کرتے تھے اور میں بھی دو مینڈھے ذبح کرتا ہوں۔“^①

فائدہ:

ابن بطال رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

«فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يُضَحِّيَ عَنْ نَفْسِهِ بِإِثْنَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ، فَهُوَ أَزِيدُ فِي

أَجْرِهِ إِذَا أَرَادَ بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ وَإِطْعَامَ الْمَسَاكِينِ»

”جو شخص اپنی طرف سے دو یا تین قربانیاں کرنا چاہے یہ عمل اس کے لیے زیادہ

اجر و ثواب کا باعث ہے بشرطیکہ اس عمل سے رضائے الہی اور مساکین کو کھلانا

مقصود ہو۔“^②



① صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب أضحیۃ النبی ﷺ بکبشین اقرنین : ۵۵۵۳۔

سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب الکبش : ۴۳۹۔ مسند أحمد : ۱۰۱/۳۔

② شرح ابن بطال : ۱۴/۱۱۔

اونٹ اور گائے کے حصے

ہدی (حج کے جانور) اونٹ اور گائے میں سات سات افراد شریک ہو سکتے ہیں۔
دلائل حسب ذیل ہیں:

① سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« نَحَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحَدِيثِ الْبَدَنَةِ عَنْ سَبْعَةٍ، وَالْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ »

”ہم نے (صلح) حدیبیہ کے سال سات افراد کی طرف سے اونٹ اور سات ہی افراد کی طرف سے گائے ذبح کی۔“ ①

② سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُهْلَيْنِ بِالْحَجِّ، فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَشْتَرِكَ فِي الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ، كُلُّ سَبْعَةٍ مِنَّا فِي بَدَنَةٍ »

① صحیح مسلم، کتاب الحج، باب جواز الاشتراك، فی الہدی : ۱۳۱۸۔ سنن أبی داؤد، کتاب الضحایا، باب البقر والجوزور عن کم تجزئ : ۲۸۰۹۔ جامع ترمذی أبواب الأضاحی باب ما جاء فی الاشتراك فی الأضحية : ۱۵۲۔ سنن ابن ماجہ، أبواب الأضاحی، باب عن کم تجزئ البدنة والبقرة : ۳۱۳۲۔

”ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں (حج کے ارادے سے) تکبیرات بلند کرتے نکلے تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ اونٹ اور گائے میں ہم سات سات افراد شریک ہوں۔“^①

ہدی (حج کے جانور میں سے) اونٹ اور گائے میں سات سات افراد شریک ہو سکتے ہیں، قربانی اور ہدی میں گائے میں بالاتفاق سات افراد شریک ہو سکتے ہیں اور ہدی کے اونٹ میں فقط سات افراد ہی شریک ہو سکتے ہیں، جب کہ قربانی کے اونٹ میں دس افراد شریک ہوں گے۔

قربانی کے اونٹ میں دس حصے:

قربانی کے جانوروں میں گائے میں سات اور اونٹ میں دس افراد شریک ہو سکتے ہیں۔

① سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

«كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَحَضَرَ الْأَضْحَى، فَاشْتَرَكْنَا فِي الْبَقَرَةِ سَبْعَةً وَفِي الْبَعِيرِ عَشْرَةً»

”ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سفر میں تھے اور عید الاضحیٰ آگئی تو ہم گائے میں سات اور اونٹ میں دس افراد شریک ہوئے۔“^②

نوائد:

① شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

① صحیح مسلم، کتاب الحج، باب جواز الاشتراك، فی الہدی: ۱۳۱۸۔

② حسن: جامع ترمذی، أبواب الأضاحی، باب ما جاء فی الاشتراك فی الأضحية:

۱۵۱۱۔ سنن ابن ماجہ، باب أبواب الأضاحی، باب عن کم تجزئ البدنة والبقرة:

۳۱۳۱۔ صحیح ابن خزيمة: ۴۰۰۷۔ صحیح ابن خزيمة: ۲۹۰۸۔ طبرانی کبیر:

۱۱۷۶۱۔ سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب ما تجزئ عنه البدنة فی الضحایا:

۴۳۹۷۔ علیاء بن امر بکری صدوق اور باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔

﴿ فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْبَدَنَةَ تُجْزَى فِي الْأَضْحِيَّةِ عَنْ عَشْرَةٍ ﴾

”یہ حدیث دلیل ہے کہ قربانی میں دس افراد کی طرف سے ایک اونٹ کفایت کرتا ہے۔“^①

② سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، فَأَصَابَ النَّاسَ جُوعٌ فَأَصَابُوا إِبِلًا وَ غَنَمًا، قَالَ: وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَخْرِيَّاتِ الْقَوْمِ فَعَجِلُوا وَ ذَبَحُوا وَ نَصَبُوا الْقُدُورَ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقُدُورِ فَأُكْفِفَتْ ثُمَّ قَسَمَ فَعَدَلَ عَشْرَةً مِنَ الْغَنَمِ بِبَعِيرٍ﴾

”ہم ذوالحلیفہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے چنانچہ لوگوں کو بھوک لگی تو انھوں نے (مال غنیمت) کے اونٹ اور بکریاں لیں اور قبل از تقسیم عجلت کا مظاہرہ کیا اور (کچھ اونٹ اور بکریاں) ذبح کیں اور ہانڈیاں چڑھا دیں، جب کہ نبی ﷺ قوم کے پیچھے رہنے والوں میں شامل تھے (آپ ﷺ کو یہ اطلاع موصول ہوئی) آپ ﷺ نے ہانڈیاں لانے کا حکم دیا تو وہ الٹا دی گئیں، پھر آپ ﷺ نے (غنیمت کے جانور) تقسیم کیے اور دس بکریاں ایک اونٹ کے برابر قرار دیں۔“^②

فوائد:

یہ حدیث دلیل ہے کہ ایک اونٹ دس بکریوں کے قائم مقام ہے اور قربانی میں ایک

① نیل الأوطار : ۱۹۸/۵۔

② صحیح بخاری، کتاب الشریکۃ باب قسمة الغنم: ۲۴۸۸۔ سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب ما تجزئ عنه البدنة فی الضحایا : ۴۳۹۶۔ صحیح ابن حبان : ۵۸۸۶۔ سنن بیہقی : ۶۱/۹۔

اونٹ میں دس افراد شریک ہو سکتے ہیں۔

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

« وَقَدْ اخْتَلَفَ فِي الْبَدَنَةِ فَقَالَتِ الشَّافِعِيَّةُ وَالْحَنَفِيَّةُ وَالْجَمْهُورُ :
إِنَّهَا تُجْزَى عَنْ سَبْعَةٍ وَقَالَتِ الْعَتَرَةُ وَاسْحَاقُ ابْنُ رَاهُوَيْهِ وَابْنُ
خَزِيمَةَ : إِنَّهَا تُجْزَى عَنْ عَشْرَةٍ وَهَذَا هُوَ الْحَقُّ هُنَا لِحَدِيثِ بْنِ
عَبَّاسٍ الْمُتَقَدِّمِ فِي بَابِ أَنَّ الْبَدَنَةَ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ عَنْ سَبْعِ شِيَاهِ ،
وَالْأَوَّلُ هُوَ الْحَقُّ فِي الْهَدْيِ لِلْأَحَادِيثِ الْمُتَقَدِّمَةِ هُنَالِكَ وَأَمَّا
الْبَقَرَةُ فَتُجْزَى عَنْ سَبْعَةٍ فَقَطْ إِتِّفَاقًا فِي الْهَدْيِ وَالْأُضْحِيَّةِ »

”اونٹ کی قربانی کتنے افراد سے کفایت کرتی ہے؟ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ چنانچہ شافعیہ، حنفیہ اور جمہور علماء کہتے ہیں کہ اونٹ کی قربانی سات افراد کی طرف سے کافی ہے اور عترہ، اسحاق بن راہویہ اور ابن خزیمہ کا موقف ہے کہ اونٹ کی قربانی دس افراد کی طرف سے کافی ہے؟“ یہ (ثانی الذکر علماء کا موقف) قربانی کے مسئلہ میں رائج ہے کہ عید الاضحیٰ کی قربانی میں اونٹ دس افراد سے کفایت کرتا ہے، جیسا کہ اس کے قرین صواب ہونے کی دلیل حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما اس عنوان (باب ان البدنة من الابل عن سبع شياه) کے تحت بیان ہوتی ہے۔ اور اول الذکر (جمہور علماء) کا موقف اس مسئلہ میں درست ہے کہ ہدی (حج کی قربانی میں) اونٹ سات افراد سے کفایت کرتا ہے، البتہ قربانی اور ہدی میں گائے بالاتفاق سات افراد ہی سے کفایت کرتی ہے۔^①

گائے اور اونٹ کے ایک سے زائد حصوں میں شریک ہونا:

اگر کوئی شخص گائے اور اونٹ کے ایک سے زائد حصوں میں شامل ہونا چاہے مثلاً وہ دو یا

① نیل الأوطار: ۱۲۸/۵ - عون المعبود: ۲۱/۸ - تحفة الأوحذی: ۶۶/۵

دو سے زائد حصوں کی قربانی کرنا چاہے تو یہ عمل جائز ہے، کیونکہ قربانی میں گائے سات بکریوں کے اور اونٹ دس بکریوں کے قائم مقام ہے تو جب دو یا دو سے زائد بکریوں کی قربانی جائز ہے تو گائے اور اونٹ کے دو سے زائد حصوں کی قربانی بھی جائز ہے۔

نیز جب اکیلے شخص کا مکمل اونٹ اور گائے قربانی کرنا جائز ہے تو ایک سے زائد حصوں کی قربانی بالادولی جائز ہے۔ البتہ ڈیڑھ، اڑھائی یا ساڑھے تین، جب تقسیم میں نصف حصہ آئے یہ مختلف صورت ہے۔ اس سے اجتناب لازم ہے۔

www.KitaboSunnat.com





www.KitaboSunnat.com

ایام قربانی کا بیان

ایام قربانی کی تعیین کے متعلق علماء کرام کا بہت اختلاف ہے، ذیل میں ہم علماء کے اقوال و مذاہب مع دلائل بیان کرنے کے بعد رائج موقف کی نشاندہی کریں گے۔ ایام قربانی کے بارے علماء کے پانچ مذاہب ہیں۔

مذہب اول:

قربانی کے دن چار ہیں، جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ عطاء بن ابی رباح، حسن بصری، عمر بن عبد العزیز، سلیمان بن موسیٰ اسدی، کھول، شافعی اور داؤد ظاہری رحمہم اللہ اسی مذہب کے قائل ہیں۔^①

دلائل:

① سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿كُلُّ مِنًى مَّنَحَرٍّ وَكُلُّ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ذَبْحٌ﴾

”منی سارے کا سارا قربان گاہ ہے اور تمام ایام تشریق (۱۱-۱۲-۱۳ ذوالحجہ)

قربانی کے دن ہیں۔“^②

① نیل الأوطار: ۱۳۲/۵ - المغنی مع الشرح الكبير، ۱۱/۱۱۵۔

② ضعیف: سنن بیہقی، ۵/۲۳۹، ۲۹۵ - مسند أحمد: ۴/۸۲ - امام بیہقی اس

روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ روایت مرسل یعنی منقطع ہے کیونکہ سلیمان بن موسیٰ

اموی کی سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے، نیز امام بخاری رحمہم اللہ بیان کرتے ہیں:

﴿سُلَيْمَانٌ لَمْ يُدْرِكْ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ﴾ ”سلیمان بن موسیٰ

اموی نے کسی صحابی کو نہیں پایا۔“ [العلل الكبير: ۱/۳۱۳]۔



② سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« وَفِي كُلِّ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ذَبْحٌ »

”تمام ایام تشریق ذبح کے دن ہیں۔“^①

③ سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« أَيَّامُ التَّشْرِيقِ كُلُّهَا ذَبْحٌ »

”ایام تشریق سارے کے سارے قربانی کے دن ہیں۔“^②

④ سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« كُلُّ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ذَبْحٌ »

”تمام ایام تشریق ذبح کے دن ہیں۔“^③

⑤ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

① ضعیف منقطع : صحیح ابن حبان : ۳۸۵۴ - سنن بیہقی : ۲۹۶/۹ ، کشف الاستار :

۱۱۲۶ - اس حدیث کے ضعف کی دو عللیں ہیں :

۱۔ عبد الرحمن بن ابی حسین مجہول راوی ہے۔

۲۔ عبد الرحمن بن ابی حسین کی عمرو بن دینار سے ملاقات ثابت نہیں لہذا یہ سند منقطع بھی ہے۔ اس

حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام بزار لکھتے ہیں :

« إِنْ أَبَى حُسَيْنٍ لَمْ يَلَقَ جُبَيْرَ بْنَ مُطْعِمٍ »

”عبد الرحمن بن ابی حسین کی جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔“

البحر الزخار : ۳۴۴۴ ، نصب الراية : ۲۱/۳ -

② ضعیف جدًا : سنن دار قطنی : ۲۸۴/۴ - سنن بیہقی : ۲۳۹/۵ - ۲۹۶/۹ ، طبرانی

کبیر : ۱۵۶۲ - سوید بن عبدالعزیز بن نمیر سلمی ضعیف راوی ہے۔ تقریب التہذیب : ۲۶۹۲ -

③ ضعیف جدًا : سنن دار قطنی : ۲۸۴/۵۴ - سنن بیہقی : ۲۹۶/۹ - احمد بن عیسیٰ ترمذی

خشب متروک راوی ہے اور عمرو بن دینار کی جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔

[الموسوعة الحديثية : ۳۱۷/۲۷]

(أَيَّامُ التَّشْرِيقِ كُلُّهَا ذَبْحٌ)

”ایام تشریق سارے کے سارے ذبح کے دن ہیں۔“^①

امام بیہقی سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی دو مختلف روایات جن کا مرکزی راوی معاویہ بن یحییٰ صدیقی ہے بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں: یہ دونوں روایات غیر محفوظ (یعنی ضعیف ہیں) ان دونوں روایات کو صرف معاویہ بن یحییٰ صدیقی ہی بیان کرتا ہے، صدیقی ضعیف اور ناقابل حجت راوی ہے۔^②

⑥ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

(الْأَضْحَى ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ)

”یوم نحر (دس ذوالحجہ) کے بعد قربانی تین دن ہے۔“^③

مذہب ثانی:

قربانی کے دن تین (۱۰-۱۱-۱۲ ذوالحجہ) ہیں، سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا علی، سیدنا ابن عمر، سیدنا ابن عباس، سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا انس رضی اللہ عنہم سے یہی قول منقول ہے اور ابو حنیفہ، مالک، ثوری اور احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم بھی اسی مذہب کے قائل ہیں۔^④

دلائل:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّنْ بَهِيمَةِ

الْأَنْعَامِ ۖ فَاكُونُوا مِنْهَا وَأَطْعُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ﴾ [الحج: ۲۸]

① ضعیف: سنن بیہقی: ۲۹۶/۹۔ معاویہ بن یحییٰ صدیقی ضعیف راوی ہے اور امام زہری کی تدلیس ہے۔

② سنن بیہقی: ۲۹۱/۹۔

③ ضعیف: سنن بیہقی: ۲۹۶/۹۔ طلحہ بن عمرو بن عثمان حضری متروک راوی ہے۔

④ المغنی مع الشرح الكبير: ۱۱۵/۱۱، نیل الاوطار، ۱۳۳/۵۔

”اور چند معلوم دنوں میں ان پالتو چوپاؤں پر اللہ کا نام ذکر کریں جو اس نے انھیں دیے ہیں، سوان میں سے کھاؤ اور تنگ دست محتاج کو کھلاؤ۔“
یہ آیت واضح نص ہے کہ ایام معلومات قربانی کے دن ہیں لیکن ایام معلومات سے کتنے اور کون سے دن مراد ہیں نبی ﷺ سے اس بارے کوئی صحیح حدیث منقول نہیں۔ البتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایام قربانی کے متعلق کچھ اقوال منقول ہیں، جن سے ایام معلومات (ایام قربانی کی تعیین ممکن ہے) سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

﴿الْأَيَّامُ الْمَعْلُومَاتُ وَالْمَعْدُودَاتُ هُنَّ جَمِيعُهُنَّ أَرْبَعَةُ أَيَّامٍ، فَالْأَيَّامُ الْمَعْلُومَاتُ يَوْمُ النَّحْرِ وَيَوْمَانِ بَعْدَهُ، وَالْأَيَّامُ الْمَعْدُودَاتُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ﴾

”ایام معلومات اور ایام معدودات کل چار دن ہیں، چنانچہ ایام معلوم یوم نحر (دس ذوالحجہ) اور اس کے بعد کے دو دن (یعنی دس، گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کے ایام ہیں) اور ایام معدودات یوم نحر (دس ذوالحجہ) کے بعد تین دن (۱۱، ۱۲، ۱۳ ذوالحجہ) ہیں۔“^①

فوائد:

یہ اثر واضح دلیل ہے کہ ایام معلومات (قربانی کے ایام) تین دن (۱۰، ۱۱، ۱۲) ذوالحجہ ہیں اور تیرہ ذوالحجہ کا دن ایام معدودات (تکبیرات کے ایام) میں شامل ہے معلومات (ایام قربانی) میں داخل نہیں۔ اس موقف کی تائید آئندہ اقوال صحابہ سے ہوتی ہے۔

① سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

① حسن : تفسیر ابن ابی حاتم : ۱۴۷۲۸۔ تفسیر ابن کثیر۔ محمد بن عثمان مدنی صدوق راوی ہے، باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں، یہ حدیث صحیح ہے۔

«الْأَضْحَى يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ الْأَضْحَى»

”عید الاضحیٰ کے دو دن بعد تک قربانی ہے۔“^①

② سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«النَّحْرُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ»

”قربانی تین دن ہے۔“^②

③ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

«النَّحْرُ يَوْمَانِ بَعْدَ النَّحْرِ وَأَفْضَلُهَا يَوْمُ النَّحْرِ»

”یوم نحر کے بعد قربانی دو دن ہے (یعنی ۱۰-۱۱-۱۲ ذوالحجہ قربانی کے ایام ہیں)

اور یوم نحر (دس ذوالحجہ) کی قربانی افضل ہے۔“^③

④ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

«الذَّبْحُ بَعْدَ النَّحْرِ يَوْمَانِ»

”قربانی یوم نحر کے بعد دو دن ہے۔“^④

نیز ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول تفسیری قول کہ ایام معلومات سے مراد یوم نحر اور اس کے

بعد تین دن ہیں (یعنی قربانی کے چار ایام ہیں) ضعیف ہے۔^⑤

مذہب ثالث:

محمد بن سیرین رحمہ اللہ کہتے ہیں:

① صحیح: موطا امام مالک، کتاب الضحایا، باب الضحیۃ عما فی بطن المرأة وذكر

ایام الأضاحی، حدیث الكتاب: ۱۲- سنن بیہقی: ۲۹۷/۹-

② حسن: أحکام القرآن للطحاوی: ۲/۲۰۵: ۱۵۶۹-

③ أحکام القرآن للطحاوی: ۲/۲۰۵: ۱۵۷-

④ صحیح: سنن بیہقی: ۲۹۷/۹- أحکام القرآن للطحاوی: ۲/۲۰۶: ۱۵۷۶-

⑤ ضعیف: تنسیر ابن ابی حاتم: ۱۴۷۲۷- اس میں حکم بن عتبہ کی تدلیس ہے۔

« لَا تَجُوزُ إِلَّا فِي يَوْمِ النَّحْرِ خَاصَّةً، لِأَنَّهَا وَظِيفَةٌ عِنْدَ فَلَا تَجُوزُ إِلَّا فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ كَأَدَاءِ الْفِطْرَةِ يَوْمَ الْفِطْرِ »

”قربانی خاص یوم نحر ہی کو جائز ہے کیونکہ قربانی عید قربان کا خاص عمل ہے، سو یہ عمل ایک ہی دن (دس ذوالحجہ کو جائز ہے) جیسے صدقہ فطر عید الفطر کے دن کے ساتھ ہی خاص ہے۔“^①

ابن سیرین کی یہ ذاتی رائے و قیاس ہے کتاب و سنت سے کوئی ایسی دلیل منقول نہیں جو ان کے موقف کی تائید کرتی ہو۔

مذہب رابع:

سعید بن جبیر اور جابر بن زید رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ شہریوں کے لیے قربانی کا ایک ہی دن (دس ذوالحجہ) ہے اور بستیوں میں رہائش پذیر لوگوں کے لیے قربانی کے تین دن (۱۱، ۱۲، ۱۳ ذوالحجہ) ہیں۔^②

مذہب خامس:

ابو سلمہ بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہ اور عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قربانی کا وقت ذوالحجہ کا سارا مہینہ ہے۔^③

دلائل:

① ابو سلمہ اور سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں کہ انھیں حدیث پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

① مع الشرح الكبير: ۱۱۵/۱۱۔ نیل الأوطار: ۱۳۳/۵۔

② المغنی مع الشرح الكبير: ۱۱۵/۱۱۔ نیل الأوطار: ۱۳۳۵۔ یہ قول بھی بے سند ہے اور کتاب و سنت میں اس کی تائید کی کوئی دلیل ثابت نہیں ہے۔

③ المغنی مع الشرح الكبير: ۱۱۵/۱۱۔ نیل الأوطار: ۱۳۳/۵۔

﴿الضَّحَايَا إِلَىٰ آخِرِ الشَّهْرِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُسْتَأْنِيَ ذَٰلِكَ﴾
 ”جو شخص قربانی میں تاخیر کرنا چاہے اس کے لیے ذوالحجہ کے آخر تک قربانی کرنا جائز ہے۔“^①

② ابو امامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:
 ﴿إِنْ كَانَ الْمُسْلِمُونَ يَشْتَرُونَ أَحَدَهُمُ الْأُضْحِيَّةَ فَيُسَمِّنُهَا فَيَذْبَحُهَا
 بَعْدَ الْأُضْحَىٰ آخِرَ ذِي الْحِجَّةِ﴾
 ”بلاشبہ مسلمان قربانیاں خریدتے اور پھر ان کو موٹا کرتے، پھر عید الاضحیٰ کے بعد
 آخری ذوالحجہ تک قربانیاں ذبح کرتے تھے۔“^②

فائدہ:

ذوالحجہ کے آخر تک قربانیاں کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے یا تابعین پھر یہ عمل رسول اللہ ﷺ کی حیات میں معمول بہ تھا یا آپ ﷺ کی وفات کے بعد اس بارے کوئی صراحت نہیں پھر یہ عمل کتاب اللہ اور آثار صحابہ کے خلاف بھی ہے، کیونکہ قرآن حکیم میں ایام معلومات قربانی کے ایام قرار دیے گئے ہیں اور مذہب ثانی کے دلائل میں یہ بات بھی عیاں ہو چکی ہے کہ ایام معلومات تین دن (۱۰-۱۱-۱۲) ذوالحجہ ہیں لہذا ابو امامہ بن سہل بن حنیف کا قول شاذ اور آیت قرآنی اور آثار صحابہ سے متضاد ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

راج مذہب:

تین دن قربانی کے قائلین کا مذہب راجح اور قرین صواب ہے اور مذہب ثانی کے دلائل کی رو سے اس مذہب کی حقانیت ثابت کی گئی ہے۔

① ضعیف : سنن بیہقی : ۲۹۷/۹ - دار قطنی : ۲۷۵/۴ - یہ حدیث دو علتوں کی وجہ سے

ضعیف ہے : ۱ - یحییٰ بن ابی کثیر کی تدلیس ہے - ۲ - یہ روایت مرسل ہے -

② حسن : سنن بیہقی : ۲۹۷/۹ ، ۲۹۸ - محمد بن ابراہیم بن مسلم صدوق راوی ہے -

قربانی کی راتوں میں ذبح کا حکم:

قربانی کی راتوں میں جانور ذبح کرنا جائز، مکروہ یا ممنوع ہے اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے، چنانچہ ابوحنیفہ، شافعی، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، ابو ثور اور جمہور علماء رحمہم کا موقف ہے کہ ایام قربانی کی راتوں میں قربانیاں ذبح کرنا مع کراہت جائز ہے اور مالک اصحاب مالک اور احمد رحمہم سے منقول ہے کہ قربانی کی راتوں میں جانور ذبح کرنا جائز نہیں اور رات کے وقت ذبح شدہ جانور گوشت کی بکری ہے (قربانی کے لیے کافی نہیں) ①

راجح موقف:

راجح موقف یہ ہے کہ ماسوائے دس ذوالحجہ کی رات کے قربانی کی راتوں میں قربانی کرنا جائز ہے، کیونکہ عند الاطلاق دن میں رات شامل ہوتی ہے اور بلا تخصیص رات کا دن سے خارج کرنا درست نہیں۔

قاضی شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ قربانی کی راتوں میں قربانی کی ممانعت اور کراہت کا دعویٰ محتاج دلیل ہے (چنانچہ ممانعت و کراہت کی کوئی دلیل ثابت نہیں لہذا قربانی کی راتوں میں قربانی ذبح کرنا جائز ہے) اور حدیث الباب میں مذکور ایام قربانی کے ذکر سے اگرچہ ظاہری مفہوم سے ان دنوں کی راتوں کو دنوں سے خارج کیا جاتا ہے لیکن ایام کی صحیح تفسیر یہ ہے کہ ایام سے دن اور رات دونوں مراد لیے جاتے ہیں۔ ②

نیز رات کے وقت قربانی کرنے کی ممانعت کے متعلق درج ذیل احادیث ضعیف ہے۔

① سیدنا عبد اللہ بن عباس رحمہما سے روایت ہے:

«أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُضَحَّى لَيْلًا»

”بلاشبہ نبی ﷺ نے رات کے وقت قربانی کرنے سے منع فرمایا ہے۔“ ③

① نبل الأوطار: ۱۳۳/۵ - ② نبل الأوطار: ۱۳۳/۵

② ضعیف: طبرانی کبیر: ۱۱۲۹۶ - ضعیف الجامع الصغیر: ۶۰۱۷ - سلیمان بن سلمہ خبازی متروک ہے۔

② حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

﴿ نَهَى عَنْ جَدَادِ اللَّيْلِ وَ حَصَادِ اللَّيْلِ وَالْأَضْحَى بِاللَّيْلِ ﴾

”نبی ﷺ نے رات کے وقت فصل کی کٹائی سے اور رات کے وقت قربانی ذبح کرنے سے منع فرمایا ہے۔“^①

قربانی کا افضل دن:

بلاشبہ دس ذوالحجہ کا دن قربانی کا افضل دن ہے، کیونکہ یہ عشرہ ذوالحجہ کے ابتدائی ایام میں داخل ہے اور اعمال صالحہ کے حسن اور عند اللہ قبول ہونے کے اعتبار سے ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن باقی ایام سے افضل و برتر ہیں، نیز نبی ﷺ کا معمول بھی دس ذوالحجہ کو قربانی کرنا رہا ہے۔ لہذا دس ذوالحجہ کو جانور ذبح کرنا افضل اور زیادہ ثواب کا باعث ہے۔

دلائل:

① سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَا الْعَمَلُ فِي أَيَّامِ الْعَشْرِ أَفْضَلُ مِنْهَا فِي هَذِهِ، قَالُوا وَلَا الْجِهَادُ، قَالَ: وَلَا الْجِهَادُ، إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهِ وَ مَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ ﴾

”عشرہ ذوالحجہ کے اعمال سے باقی ایام کے اعمال افضل نہیں (یعنی دس ذوالحجہ کے اعمال باقی دنوں کی نسبت افضل ہیں۔“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ”(باقی ایام کا) جہاد بھی عشرہ ذوالحجہ سے افضل نہیں؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”باقی ایام کا جہاد بھی عشرہ ذوالحجہ سے افضل نہیں، البتہ جو شخص (جہاد فی سبیل اللہ کے لیے) نکلے اور اپنی جان اور مال کی بازی لگا دے پھر (جان و مال میں سے)

① ضعیف مرسل : سنن بیہقی : ۹/۲۹۰ - حدیث مرسل ہے اور اس میں حفص بن غیاث کی تالیس ہے۔

کسی چیز کے ساتھ نہ لوئے (اس کا یہ عمل عشرہ ذوالحجہ کے مقابل اور باقی ایام کے اعمال سے افضل ہے)۔“^①

② سیدنا عبد اللہ بن قرط رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ أَعْظَمَ الْأَيَّامِ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمُ النَّحْرِ ثُمَّ يَوْمُ الْقَرِّ»

”اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظیم ترین دن یوم نحر (دس ذوالحجہ) پھر دس ذوالحجہ سے اگلا دن (گیارہ ذوالحجہ) ہے۔“^②

فوائد:

① احادیث الباب دلیل ہیں کہ دس ذوالحجہ کے دن قربانی کرنا افضل ہے۔ کیونکہ دس

ذوالحجہ کا دن عشرہ ذوالحجہ میں شامل اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام دنوں سے عظیم ترین

دن ہے۔ لہذا اسی دن کے جملہ اعمال صالحہ سمیت قربانی کرنا بھی افضل ہے۔

② دس ذوالحجہ کے بعد گیارہ ذوالحجہ کو قربانی کرنا افضل ہے۔

③ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی دس ذوالحجہ کے دن قربانی کرنا ثابت ہے، لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا

فعل بھی دس ذوالحجہ کے دن قربانی کی فضیلت و استحباب پر دال ہے۔

① سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

«كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْبَحُ وَيَنْحَرُ بِالْمُصَلَّى»

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (عید الاضحیٰ کے دن) عید گاہ میں جانور ذبح کرتے اور اونٹ نحر

① صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب فضل العمل فی ایام التشریق : ۹۶۹۔ سنن

أبی داؤد، کتاب الصیام باب فی صوم العشر: ۲۴۳۸۔ جامع ترمذی، کتاب الصوم

باب ماجاء فی العمل فی ایام العشر: ۷۵۷۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الصیام باب

صیام العشر: ۱۷۲۷۔

② صحیح : سنن أبی داؤد، کتاب المناسک، باب: ۱۷۶۵۔ مسند أحمد : ۳۵۰/۴۔

صحیح ابن خزیمة : ۲۹۱۷۔ مستدرک حاکم : ۲۲۱/۴۔ سنن بیہقی : ۲۴۱/۵۔

کرتے تھے۔“ ①

② سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى لِلنَّاسِ يَوْمَ النَّحْرِ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ خُطْبَتِهِ وَصَلَاتِهِ ضَحَّى بِكَبْشٍ فَذَبَحَهُ بِنَفْسِهِ»

”بے شک رسول اللہ ﷺ نے (عید الاضحیٰ کے دن) لوگوں کو نماز عید پڑھائی، پھر جب خطبہ اور نماز سے فارغ ہوئے آپ ﷺ نے خود اپنے ہاتھ سے ایک مینڈھا ذبح کیا۔“ ②

چوتھے دن قربانی کرنا:

بعض لوگ قصداً قربانی میں تاخیر کر کے تیرہ ذوالحجہ کو ذبح کرتے ہیں اور تاثر یہ دیا جاتا ہے کہ چونکہ یہ دن بھی ایام قربانی میں شامل ہے اور اس دن لوگوں نے قربانی ترک کر دی ہے، لہذا ہم یہ عمل سنت متروکہ کے احیاء کی خاطر کرتے ہیں، لیکن چوتھے دن قربانی کرنا سنت سے ثابت ہی نہیں تو متروکہ سنت کیسے ہوئی، بلکہ ایام قربانی تین دن (۱۰، ۱۱، ۱۲) ذوالحجہ ہیں۔ تیرہ ذوالحجہ کا دن ایام قربانی میں شامل ہی نہیں، جیسا کہ اس کی مفصل وضاحت (بعنوان: ایام قربانی کا بیان) میں بیان ہوئی ہے۔

قربانی کا ابتدائی وقت:

قربانی کا ابتدائی وقت نماز عید کے بعد ہے۔ نماز عید سے فارغ ہونے کے بعد قربانی

① صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب الأضاحی والنحر بالمصلی: ۵۵۵۲۔ سنن ابی داؤد، کتاب الضحایا، باب الإمام یذبح بالمصلی: ۲۸۱۱، سنن نسائی، ابواب صلاة العیدین، باب ذبح الإمام یوم العید: ۱۵۹۰، سنن ابن ماجہ، کتاب الأضاحی، باب الذبح بالمصلی: ۳۱۶۱۔

② حسن: مستدرک حاکم: ۲۲۹/۴۔ سنن بیہقی: ۲۶۴/۹۔

مشروع ہے اور قبل از نماز عید قربانی کرنا ممنوع ہے، پھر نماز عید سے قبل قربانی کرنے سے قربانی قبول نہیں ہوتی ہے، دلائل حسب ذیل ہیں۔

① سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِنِّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، فَمَنْ فَعَلَ هَذَا فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا، وَ مَنْ نَحَرَ فَإِنَّمَا يُقَدِّمُهُ لِأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النَّسْكِ فِي شَيْءٍ »

”بلاشبہ! ہم اپنے اس دن (عید الاضحیٰ کو) سب سے پہلے جس کام سے آغاز کریں گے، وہ نماز پڑھنا ہے، پھر ہم واپس لوٹ کر قربانی کریں گے۔ چنانچہ جس نے یہ عمل کیا اس نے ہماری سنت اختیار کی اور جس نے (نماز عید سے قبل) جانور ذبح کیا، وہ محض اپنے گھر والوں کو (وقت سے پہلے) گوشت پیش کرتا ہے اس کی قربانی نہیں ہوگی۔“ ①

② سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَنْ صَلَّى صَلَاتِنَا، وَوَجَّهَ قِبَلَتَنَا، وَنَسَكَ نُسْكَنَا، فَلَا يَذْبَحُ حَتَّى يُصَلِّيَ »

”جس نے ہماری نماز پڑھی، ہمارے قبلہ کی طرف رخ کیا اور ہماری قربانی کی تو وہ نماز پڑھنے سے قبل جانور ذبح نہ کرے۔“ ②

③ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

① صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب الذبح بعد الصلاة: ۵۵۶۰۔ صحیح مسلم،

کتاب الأضاحی، باب وقتها: ۱۹۶۱۔ سنن أبی داؤد، کتاب الضحایا، باب ما يجوز من الضحایا: ۲۸۰۰۔

② صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب من ذبح قبل الصلاة أعاد: ۵۵۶۳۔ صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب وقتها: ۱۹۶۱۔

﴿ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا ذَبَحَ لِنَفْسِهِ، وَ مَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهُ وَأَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِينَ ﴾

”جس نے نماز عید سے پہلے (قربانی کا جانور) ذبح کیا اس نے محض اپنی خاطر جانور ذبح کیا اور جس نے نماز عید کے بعد (جانور) ذبح کیا اس کی قربانی انجام پائی اور اس نے مسلمانوں کی سنت اختیار کی۔“^①

فوائد:

① ابن بطال رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: (احادیث الباب دلیل ہیں کہ) قربانی کو نماز عید کے بعد ذبح کرنا منسوخ ہے۔^②

② جو شخص نماز عید سے پہلے جانور ذبح کر لے اس کی قربانی قبول نہیں ہوگی، قربانی محض اس شخص کی قبول ہوتی ہے جو نماز عید کے بعد جانور ذبح کر لے۔

③ قربانی کا جانور نماز عید سے قبل ذبح کرنا ممنوع اور سنت نبوی اور مسلمانوں کے طریقے کے خلاف عمل ہے، لہذا اس سے گریز کیا جائے۔

نماز عید سے قبل قربانی ذبح کرنے کا کفارہ:

جو شخص نماز عید سے قبل قربانی ذبح کر لے، اس پر اس کے عوض اور جانور ذبح کرنا

لازم ہے۔

① سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيُعِذْ ﴾

① صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب سنة الأضحية : ۵۵۴۶۔ سنن بیہقی:

۲۷۲/۹۔

② شرح ابن بطال : ۲۰/۱۱۔



”جو شخص نماز (عید) سے قبل (قربانی) ذبح کر لے وہ دوبارہ قربانی کرے۔“^①

② سیدنا جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« ضَحِينَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَضْحَاةَ ذَاتِ يَوْمٍ فَإِذَا أَنَاسُ قَدْ ذَبَحُوا ضَحَايَاهُمْ قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ رَأَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُمْ قَدْ ذَبَحُوا قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَقَالَ: مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيَذْبَحْ مَكَانَهَا أُخْرَى وَمَنْ كَانَ لَمْ يَذْبَحْ حَتَّى صَلَّيْنَا فَلْيَذْبَحْ عَلَى اسْمِ اللَّهِ »

”ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ایک روز (روز عید) قربانیاں ذبح کیں تو ناگہاں کچھ لوگ نماز (عید) سے قبل اپنی قربانیاں ذبح کر چکے تھے، پھر جب (آپ ﷺ نماز عید سے واپس) پلٹے تو نبی ﷺ نے دیکھا کہ لوگ نماز سے پہلے (قربانیاں) ذبح کر چکے ہیں، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے نماز سے قبل قربانی ذبح کی ہے وہ اس کی جگہ اور قربانی ذبح کرے اور جس نے ہمارے نماز پڑھنے تک قربانی نہیں کی وہ اللہ کا نام لے کر قربانی ذبح کرے۔“^②

③ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« ذَبَحَ أَبُو بُرْدَةَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْدِلْهَا »

”سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے نماز عید سے قبل قربانی ذبح کی تو نبی ﷺ نے انھیں حکم کیا کہ

① صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب من ذبح قبل الصلاة أعاد : ۵۵۶۱۔

صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب وقتها : ۱۹۶۲۔

② صحیح بخاری، کتاب الذبائح والصيد، باب قول النبي ﷺ فليذبح على اسم الله :

۵۵۰۰۔ صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب وقتها : ۱۹۶۰۔ سنن نسائی،

کتاب الضحایا، باب ذبح الضحیة، قبل الإمام : ۴۴۰۳۔

اس کے بدلے (اور) قربانی ذبح کرو۔“^①

فوائد:

① احادیث الباب دلیل ہیں کہ نماز عید سے قبل قربانی ذبح کرنا ممنوع اور خلاف سنت فعل ہے، نیز اس فعل کی مخالفت کرنے والے پر دوبارہ قربانی کرنا لازم ہے، ابن بطل شارح صحیح بخاری بیان کرتے ہیں:

«وَأَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ أَنَّ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَعَلَيْهِ الْإِعَادَةُ، لِأَنَّهُ ذَبَحَ قَبْلَ وَقْتِهِ»

”علماء کا اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ جس نے نماز عید سے پہلے قربانی ذبح کی اس پر دوبارہ قربانی کرنا لازم ہے، کیونکہ اس نے قربانی کے وقت سے پہلے جانور ذبح کیا ہے۔“^②

② نماز عید کے بعد اور امام کے قربانی کرنے سے قبل قربانی کرنا جائز ہے۔ ابو حنیفہ، سفیان ثوری اور لیث بن سعد اسی مذہب کے قائل ہیں۔^③

احادیث الباب اسی موقف کی تائید کرتی ہیں۔ نیز حافظ ابن حجر بیان کرتے ہیں کہ (قربانی کا ابتدائی وقت کے تحت بیان کردہ حدیث براء بن عازب) دلیل ہے کہ قربانی کا وقت نماز عید ادا کرنے کے بعد شروع ہو جاتا ہے اور امام کی قربانی ذبح کرنے تک قربانی مؤخر کرنا صحت قربانی کے لیے مشروط نہیں۔

نیز یہ عقلی دلیل بھی اسی موقف کی تائید کرتی ہے کہ اگر امام قربانی نہ کرے تو عوام الناس سے قربانی ذبح کرنے کی مشروعیت ساقط نہیں ہوتی پھر اگر امام نماز سے قبل قربانی ذبح کر

① صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب قول النبی ﷺ لأبی بردة: ضح بالجدع من المعز: ۵۵۵۷۔ صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب وقتها: ۱۹۶۱، مسند احمد: ۳۰۲/۴۔ سنن بیہقی: ۲۷۷/۹۔

② شرح ابن بطل: ۲۰/۱۱۔ ③ شرح ابن بطل: ۲۰/۱۱۔

دے تو اسے یہ قربانی ناکافی ہوگی، سو معلوم ہوا کہ امام اور مقتدیان قربانی کے وقت میں یکساں حیثیت کے حامل ہیں۔^①

جس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے کہ امام کی قربانی ذبح کرنے کے بعد قربانی کرنا شرط ہے وہ خاصہ رسول ﷺ ہے، عام امام اس حکم میں شامل نہیں، یہ مفہوم نص حدیث سے عیاں ہے۔

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ، فَتَقَدَّمَ رِجَالٌ فَنَحَرُوا، وَظَنُّوا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ نَحَرَ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ نَحَرَ قَبْلَهُ، أَنْ يُعِيدَ بِنَحْرِ آخَرَ، وَلَا يَنْحَرُوا حَتَّى يَنْحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ﴾

”نبی ﷺ نے عید الاضحیٰ کے دن ہمیں نماز پڑھائی تو کچھ لوگوں نے پہلے جا کر قربانیاں ذبح کر لیں اور ان کا خیال تھا کہ نبی ﷺ جانور ذبح کر چکے ہیں، اس پر نبی ﷺ نے حکم دیا کہ جس نے آپ ﷺ سے پہلے قربانی کی ہے وہ ایک اور قربانی کرے اور جب تک نبی ﷺ قربانی ذبح نہ کریں لوگ قربانیاں ذبح نہ کریں۔“^②



① فتح الباری : ۲۸/۱۰۔

② صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب سن الأضاحی : ۱۹۶۴۔ مسند أحمد : ۲/

ذبح کرنے کے آداب

قربانی کو اچھے طریقے سے ذبح کرنا:

قربانی کو اچھے طریقے سے ذبح کرنا کہ جانور کو زیادہ تکلیف نہ ہو اور ذبح سے قبل چھری کو خوب تیز کرنا تاکہ آسانی سے جانور ذبح ہو جائے مستحب و مسنون فعل ہے۔

① سیدنا شہاد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«ثِنْتَانِ حَفِظْتُهُمَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ

كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ، فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ، وَإِذَا

ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَ، وَلْيُجِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ، فَلْيُرِخْ ذَبِيحَتَهُ»

”رسول اللہ ﷺ سے میں نے دو خصلتیں یاد کی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: ”بلاشبہ

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز سے اچھا برتاؤ کرنا فرض قرار دیا ہے، چنانچہ جب تم (مقتول

کو) قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو اور جب تم (جانور) ذبح کرو تو (ذبیحہ

کو) عمدہ طریقے سے ذبح کرو (تم ذبح سے قبل) چھری خوب تیز کر لو اور ذبیحہ کو

راحت پہنچاؤ۔“ ①

① صحیح مسلم، کتاب الصيد و الذبائح، باب الامر باحسان الذبح والقتل: ۱۹۵۵۔

سنن أبی داؤد، کتاب الضحایا، باب فی النهی عن ان تصیر البہائم ۳۸۱۴۔ جامع

ترمذی، کتاب الدیات باب ما جاء فی النهی عن المثلة ۱۴۰۹۔ سنن نسائی، کتاب

الضحایا، باب الأمر بإحداذ الشفرة: ۴۴۱۰۔ سنن ابن ماجہ، ابواب الذبائح، بان

إذا ذبحتم فأحسنوا الذبح: ۳۱۷۰۔ مسند أحمد: ۱۲۲/۴۔

فوائد:

① امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ چھری تیز کرنے اور تیزی سے چھری پھیرنے سے ذبیحہ کو راحت پہنچائی جائے (کیونکہ کند چھری اور آہستہ چھری چلانا ذبیحہ کی تکلیف و تعذیب کا باعث بنتا ہے)۔^①

② ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حدیث الباب کی رو سے تیز چھری سے جانور ذبح کرنا مستحب فعل ہے۔^②

③ رسول اللہ ﷺ کا قربانی ذبح کرنے سے قبل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو چھری تیز کرنے کا حکم دینا بھی اس عمل کے استحباب پر دلالت کرتا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے قربانی ذبح کرنے سے قبل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا:

« هَلِّمِي الْمَذْبِيَّةَ ثُمَّ قَالَ: اشْحَذِيهَا بِحَجَرٍ، فَفَعَلْتُ، ثُمَّ أَخَذَهَا وَأَخَذَ الْكَبْشَ فَأَضْجَعَهُ، ثُمَّ ذَبَحَهُ »

”چھری لاؤ! پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”اسے پتھر پر تیز کرو۔“ چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حکم کی تعمیل کی اور ازاں بعد آپ ﷺ نے مینڈھا پکڑ کر اسے لٹایا، پھر اسے ذبح کیا۔“^③

جانور کے سامنے چھری تیز کرنا:

جس جانور کو ذبح کرنا مقصود ہو ذبح کرنے سے قبل اس کے سامنے چھری تیز کرنا مکروہ فعل ہے، کیونکہ یہ عمل اس کی تکلیف کا باعث ہے، لہذا اس کو لٹانے سے قبل اس کی آنکھوں

① شرح النووي ۱۳/۱۰۷۔

② المغنی مع الشرح الكبير: ۱۱/۴۷۔

③ صحيح مسلم، كتاب الاضاحی، باب استحباب استحسان الضحية: ۱۹۶۷،

سنن ابی داؤد، كتاب الضحايا، باب ما يستحب من الضحايا: ۲۷۹۲، صحيح ابن

حبان: ۵۹۱۵، سنن بیہقی، ۹/۲۶۷۔

سے اوجھل چھری تیز کی جائے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

﴿ اَنَّ رَجُلًا أَضْجَعَ شَاةً يُرِيدُ أَنْ يَذْبَحَهَا وَهُوَ يُحَدِّثُ شَفَرَتَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتُرِيدُ أَنْ تُمِيتَهَا مَوْتَاتٍ، هَلَا حَدَّثْتَ شَفَرَتَكَ قَبْلَ أَنْ تُضْجِعَهَا ﴾

”ایک آدمی نے بکری کو لٹایا، وہ اسے ذبح کرنا چاہتا تھا جب کہ وہ (اسے لٹا کر) چھری تیز کر رہا تھا، اس سے نبی ﷺ نے فرمایا: ”کیا تو اسے کئی موتیں مارنا چاہتا ہے، تو نے اسے لٹانے سے قبل چھری تیز کیوں نہیں کی۔“^①

فوائد:

① امام نووی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ذبح کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ مذبوح جانور کے سامنے چھری تیز نہ کی جائے۔^②

② ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جانور کے سامنے چھری تیز کرنا مکروہ فعل ہے۔^③
ذبیحہ کو دوسرے جانوروں سے چھپا کر ذبح کرنا:

جانوروں کو ایک ساتھ یا ایک دوسرے کے سامنے ذبح کرنا جائز عمل ہے۔

سیدنا عبداللہ بن قرطبہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

﴿ وَ قُرْبَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَنَاتُ خَمْسٍ أَوْ سِتٍّ فَطَفِقْنَ يَزْدَلِفْنَ إِلَيْهِ بِأَيْتِهِنَّ يَبْدَأُ ﴾

① صحیح : مستدرک حاکم : ۴/۲۳۱ - سنن بیہقی : ۹/۲۸۰ -

② شرح النووی : ۱۳/۱۰۷ -

③ المغنی مع الشرح الکبیر، ۱۱/۴۷ -

” (یوم نحر) کو پانچ یا چھ اونٹ رسول اللہ ﷺ کے قریب کیے گئے (تا کہ آپ ﷺ انھیں ذبح کریں) تو وہ اونٹ از خود آپ ﷺ کے قریب ہونے لگے کہ آپ ﷺ ان میں سے کسے پہلے ذبح کرتے ہیں (یعنی ہر اونٹ کی خواہش تھی کہ اسے پہلے ذبح کیا جائے، پھر آپ ﷺ نے انھیں ذبح کیا)۔“^①

فوائد:

یہ حدیث دلیل ہے کہ قربانی وغیر قربانی کے جانوروں کو ایک دوسرے کے سامنے ذبح کرنا جائز ہے اور یہ عمل مکروہ نہیں ہے، کیونکہ یہ عمل اگر جانوروں کی تکلیف و تعذیب کا باعث بنتا تو رحمۃ للعالمین اس عمل سے ضرور گریز کرتے، نیز جس روایت سے یہ مفہوم لیا جاتا ہے کہ ایک جانور کے سامنے دوسرا جانور ذبح کرنا مکروہ ہے، وہ روایت ضعیف ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں:

« أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَذِّ الشِّفَارِ وَأَنْ تُوَارَى مِنَ الْبَهَائِمِ وَقَالَ: إِذَا ذَبَحَ أَحَدُكُمْ فَلْيَجْهَرْ »

”رسول اللہ ﷺ نے (ذبح سے قبل) چھری تیز کرنے اور ذبیحہ کو دوسرے جانوروں سے چھپا کر ذبح کرنے کا حکم دیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم ذبح کرو تو تیزی سے چھری چلاؤ۔“^②

ذبح کے وقت ذبیحہ کا منہ قبلہ رخ کرنا:

ذبح کے وقت ذبیحہ کو قبلہ رخ کرنا اور حسب ذیل دعا کا اہتمام مسنون و مستحب فعل ہے۔

① صحیح : سنن أبی داؤد، کتاب المناسک، باب : ۱۷۶۵ - مسند أحمد : ۴ / ۳۵

صحیح ابن خزيمة : ۲۹۱۷ - مستدرک حاکم : ۴ / ۲۲۱ - سنن بیہقی : ۵ / ۲۵۰

② ضعیف : سنن ابن ماجہ، کتاب ابواب الذبائح، باب إذا ذبحتم فأحسنوا الذبیح:

۳۱۷۲، مسند أحمد، ۲ / ۱۰۸ - طبرانی کبیر : ۱۲۹۶۶ - سنن بیہقی : ۱۰ / ۴۳۰

اس حدیث میں عبد اللہ بن لہیعہ اور امام زہری کی تالیس ہے۔

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی ﷺ نے عید الاضحیٰ کے دن سینگوں والے دوخصی مینڈھے ذبح کیے پھر جب انھیں قبلہ رخ کیا تو یہ کلمات کہے:

« إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ عَلَى مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ، اللَّهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَأُمَّتِهِ بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ ذَبَحَ »

”میں نے اپنا رخ یکسو ہو کر اس ذات کی طرف متوجہ کر لیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکین سے نہیں ہوں، بلاشبہ میری نماز، میری قربانی میرا جینا اور میرا مرنا، اللہ رب العالمین کے لیے ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، میں اس بات کا حکم دیا گیا ہوں اور میں فرماں برداروں میں سے ہوں، اے اللہ! یہ قربانی تجھ سے ہے اور تیرے لیے محمد اور اس کی امت کی طرف سے ہے، اللہ کے نام سے اور اللہ سب سے بڑا ہے۔“ پھر آپ ﷺ نے (مذکورہ کلمات کے بعد ان مینڈھوں کو) کو ذبح کیا۔“^①

فوائد:

① جانور ذبح کرتے وقت اسے قبلہ رخ کرنا مستحب فعل ہے، ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ”ذبیحہ کو قبلہ رخ کرنا مستحب فعل ہے، لیکن اگر ذبح کے وقت صرف بسم اللہ پر اکتفاء کیا جائے اور جانور کو قبلہ رخ نہ کیا جائے تو یہ افضل فعل کو ترک کرنا ہے۔“

① حسن : سنن أبی داؤد، کتاب الضحایا، باب ما یستحب من الضحایا: ۲۷۹۵۔
سنن ابن ماجہ، أبواب الأضاحی، باب أضاحی رسول اللہ ﷺ : ۳۱۲۱۔ مستدرک
حاکم : ۱/ ۱۶۷، صحیح ابن خزیمہ : ۲۸۹۹۔

قاسم بن محمد، نخعی، ثوری، شافعی اور ابن منذر اسی موقف کے قائل ہیں، اس کے برعکس ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابن سیرین ایسا ذبیحہ کھانا مکروہ خیال کرتے تھے، جسے قبلہ رخ کر کے ذبح نہ کیا گیا ہو، رائج مسئلہ یہ ہے کہ (جانور کو ذبح کے وقت قبلہ رخ کرنا مستحب فعل ہے) واجب نہیں کیونکہ وجوب کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔^①

② قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ جانور کو ذبح کرتے وقت قبلہ رخ کر کے مذکورہ آیت اور ذکر کی تلاوت مستحب فعل ہے۔^②

اونٹ کے علاوہ جانوروں کو لٹا کر ذبح کرنا:

اونٹ کے سوا گائے، بھیڑ اور بکری کو بائیں جانب لٹا کر ذبح کرنا مسنون فعل ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چھری پکڑی:

﴿وَأَخَذَ الْكَبْشَ فَأَضْجَعَهُ، ثُمَّ ذَبَحَهُ﴾

”آپ ﷺ نے مینڈھے کو پکڑ کر لٹایا، پھر آپ ﷺ نے اسے ذبح کیا۔“^③

فوائد:

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

﴿وَفِيهِ اسْتِخْبَابُ إِضْجَاعِ الْغَنَمِ فِي الذَّبْحِ، وَأَنَّهَا لَا تُذْبَحُ قَائِمَةً وَلَا بَارِكَةً، بَلْ مُضْجَعَةً لِأَنَّهُ أَزْفَقُ بِهَا، وَبِهَذَا جَاءَتِ الْأَحَادِيثُ وَاجْتَمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَيْهِ، وَاتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ وَعَمَلَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى

① المغنی لابن قدامہ : ۱۸۲/۷۔

② نیل الأوطار : ۱۲۹/۵۔

③ صحیح مسلم : ۱۹۶۷۔ سنن أبی داؤد : ۲۷۹۲۔ صحیح ابن حبان : ۵۹۱۵۔ سنن

بیہقی : ۲۸۶/۹۔

أَنْ إِضْجَاعَهَا يَكُونُ عَلَى جَانِبِهَا الْأَيْسَرِ لِأَنَّهُ أَسْهَلُ عَلَى الذَّابِحِ
فِي اخْذِ السَّكِينِ بِالْيَمِينِ وَإِنْ سَاكَ رَأْسُهَا بِالْيَسَارِ»

”یہ حدیث دلیل ہے کہ ذبح کے وقت بھیڑ بکری کو لٹانا مستحب فعل ہے اور بھیڑ
بکری کو کھڑے یا بٹھا کر ذبح نہ کیا جائے بلکہ اسے لٹا کر ذبح کرنا چاہیے، کیونکہ
ذبح کا یہ طریقہ بھیڑ اور بکری کے لیے راحت بخش ہے۔“

اس مفہوم کی کئی احادیث وارد ہوئی ہیں اور اہل اسلام کا بھی اس پر اجماع ثابت ہے،
پھر اہل علم اور اہل اسلام کا اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ بھیڑ اور بکری کو ذبح کے وقت بائیں جانب
لٹانا چاہیے اس لیے کہ اس طریقہ ذبح سے ذبح کرنے والے کے لیے دائیں ہاتھ سے چھری
پکڑنا اور بائیں ہاتھ سے جانور کا سر تھامنا آسان ہو جاتا ہے۔“^①

ذبیحہ کے پہلو پر قدم رکھنا:

ذبح کرتے وقت ذبیحہ کے پہلو پر قدم رکھنا مستحب فعل ہے اور یہ عمل جانور کو قابو رکھنے
اور اچھے طریقے سے ذبح کرنے میں مدد و معاون ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« ضَحَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ ، فَرَأَيْتُهُ
وَأَضْعَا قَدَمَهُ عَلَى صِفَاحِهِمَا »

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چتکبرے مینڈھے ذبح کیے اور میں نے دیکھا کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قدم ان کے پہلوؤں پر رکھا تھا۔“^②

① شرح النووي : ۱۲۲/۱۳ - نیل الاوطار : ۱۲۹/۵ -

② صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب من ذبح الأضاحی بیده: ۵۰۵۸ - صحیح
مسلم کتاب الأضاحی، باب استحباب استحسان الضحیة: ۱۹۶۶ - سنن نسائی،
کتاب الضحایا، باب وضع الرجل علی صفحة الضحیة: ۴۴۲۰ - سنن ابن ماجہ،
کتاب الأضاحی، باب أضاحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ۳۱۲۰ -

فوائد:

بھیر اور بکری کو ذبح کرتے وقت اس کے پہلو پر قدم رکھنا مسنون فعل ہے۔
امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے یہ عمل اس لیے کیا تا کہ جانور کو مضبوطی سے قابو کیا جائے اور چھری پھیرتے وقت ذبیحہ سر کو زیادہ نہ ہلائے اور ذبیحہ کے پھڑ پھڑانے سے مکمل ذبح کرنا مانع نہ ہو اور ذبح کرنے والے کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔^①
بسم اللہ پڑھ کر جانور ذبح کرنا:

قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت فقط بسم اللہ پڑھنا جائز و مسنون اور جانور ذبح کرتے وقت کم از کم بسم اللہ کہنا واجب ہے۔

❁ سیدنا جنید بن سفیان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيَذْبَحْ شَاةً مَكَانَهَا وَ مَنْ لَمْ يَكُنْ ذَبَحَ

فَلْيَذْبَحْ عَلَى اسْمِ اللَّهِ »

”جس نے نماز عید سے قبل (قربانی) ذبح کی وہ اس کی جگہ (اور) بکری ذبح

کرے اور جس نے (نماز عید تک جانور) ذبح نہیں کیا وہ بسم اللہ کہہ کر جانور

ذبح کرے۔“^②

فوائد:

فلیذبح علی اسم اللہ سے مراد بسم اللہ کہہ کر ذبح کرنا ہے اور اس کا یہی مفہوم

رانج ہے۔^③

① شرح النووی: ۱۲۱/۱۳۔

② صحیح بخاری، کتاب الذبائح والصيد، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم،

فلیذبح علی اسم اللہ: ۵۵۰۰، صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب وقتها:

۱۹۶۰، سنن نسائی، ۴۴۰۳، سنن ابن ماجہ: ۳۱۵۲۔

③ شرح النووی: ۱۱۱/۳۔

امرد و جوب کے لیے ہے، لہذا جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا واجب ہے۔ نیز ذبح کرتے وقت بسم اللہ کہنا نبی ﷺ کا ذاتی فعل بھی ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قربانی کا مینڈھا ذبح کرنے لگے تو آپ ﷺ نے کہا:

« بِسْمِ اللَّهِ، اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ، وَ مِنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ، ثُمَّ ضَحَّى »

”بسم اللہ (اللہ کے نام سے) اے اللہ! محمد، آل محمد اور امت محمد ﷺ کی طرف سے قبول فرما!“ پھر آپ ﷺ نے (جانور) ذبح کیا۔“^①

بسم اللہ واللہ اکبر پڑھنا:

جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ واللہ اکبر پڑھنا مستحب فعل ہے کیونکہ جانور ذبح کرتے وقت ان کلمات کا پڑھنا بھی رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« ضَحَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ يُسَمَّى وَيَكْبَرُ »

”نبی ﷺ نے دو مینڈھے ذبح کیے (اور آپ ﷺ انھیں ذبح کرتے وقت) بسم اللہ واللہ اکبر کہتے تھے۔“^②

امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث دلیل ہے کہ قربانی اور دیگر جانوروں کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ کہنا ثابت ہے اور یہ اجماعی مسئلہ ہے۔

نیز جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ واللہ اکبر کہنا مستحب فعل ہے۔^③

① صحیح مسلم : ۱۹۶۷۔ سنن أبی داود، ۲۷۹۲۔ مسند أحمد : ۷۸/۶۔ سنن بیہقی : ۲۶۷/۹۔

② صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب السؤال بأسماء الله : ۷۳۹۹۔ صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب استحباب استحسان الضحیة : ۱۹۶۶۔

③ شرح النووی، ۱۲۱/۱۳، نیل الاوطار، ۱۲۹/۵۔

قربانی ذبح کرتے وقت صاحب قربانی کا نام لینا:

قربانی ذبح کا جانور کرتے وقت صاحب قربانی کا نام لینا اور مذکورہ کلمات کہنا مستحب ہیں یا مکروہ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔

جمہور علماء قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ واللہ اکبر کے ساتھ اللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّي (اے اللہ! یہ قربانی میری طرف سے قبول فرما) اور اللّٰهُمَّ مِنْكَ وَ لَكَ عَنْ فُلَانٍ یہ قربانی میری طرف سے اور تیرے لیے ہے فلاں شخص کی طرف سے) کہنا مستحب عمل ہے۔ شافعیہ حسن بصری اور جمہور علماء کا یہی موقف ہے۔ ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ کے علاوہ کوئی اور ذکر یا اللہ کے سوا کسی اور کا نام لینا (خواہ قربانی کرنے والا شخص ہی کیوں نہ ہو) مکروہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَمَا أَهْلٌ لِّغَيْرِ اللَّهِ بِهِ (جس جانور پہ غیر اللہ کا نام پکارا جائے وہ حرام ہے) [البقرة: ۲۷۳]

امام مالک بیان کرتے ہیں کہ قربانی کرتے وقت اللّٰهُمَّ مِنْكَ وَ لَكَ کہنا مکروہ فعل اور بدعت ہے۔^①

رانج مذہب:

اس مسئلہ میں جمہور علماء کا مذہب رانج ہے اور اس کے اقرب الی الصواب ہونے کے دلائل حسب ذیل ہیں:

① سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مینڈھا ذبح کرتے وقت یہ کلمات کہے:

«اللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ مِنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ»

”اے اللہ! محمد آل محمد اور امت محمد ﷺ کی طرف سے قبول فرما!“^②

① شرح النووی: ۱۲۲/۱۳۔ المغنی مع الشرح الكبير: ۱۱۸/۱۱۔

② صحیح مسلم: ۱۹۶۷۔ سنن أبی داؤد، ۲۷۹۲، مسند أحمد، ۶/۷۸۔ سنن بیہقی:

فوائد:

① امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« فِيهِ دَلِيلٌ لِاسْتِحْبَابِ قَوْلِ الْمُضَجِّ حَالَ الذَّبْحِ مَعَ التَّسْمِيَةِ
وَالْتَكْبِيرِ اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّي، قَالَ أَصْحَابُنَا: وَ يُسْتَحَبُّ مَعَهُ اللَّهُمَّ
مِنْكَ وَإِلَيْكَ تَقَبَّلْ مِنِّي »

”یہ حدیث دلیل ہے کہ قربانی کرنے والے کا جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ
واللہ اکبر، کے ساتھ «اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّي» کہنا مستحب فعل ہے اور ہمارے
اصحاب (شافعیہ) کہتے ہیں کہ بسم اللہ واللہ اکبر کے ساتھ «اللَّهُمَّ مِنْكَ وَ
إِلَيْكَ اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّي» کہنا بھی مستحب ہے۔“ ①

② سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے عید قربان کے دن دو
چتکبرے سیٹلوں والے دو خسی مینڈھے ذبح کیے اور جب انھیں قبلہ رخ کیا تو یہ
کلمات کہے:

« إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ عَلَى مِلَّةِ
إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ، اللَّهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَأُمِّهِ بِسْمِ اللَّهِ
وَاللَّهُ أَكْبَرُ » ②

① شرح النووي: ۱۳/۱۲۲۔

② حسن: سنن أبی داؤد: ۲۷۹۵۔ سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۱۔ مستدرک حاکم: ۱/

۱۶۷۔ صحیح ابن خزیمہ: ۲۸۹۹۔

فوائد:

قربانی ذبح کرنے سے قبل مذکورہ کلمات پڑھنا اور ﴿اللَّهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ فَلَانٍ﴾ کہنا مشروع و مستحب ہے اور امام نووی رحمہ اللہ اور ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ نے بھی جمہور علماء کے موقف کو رائج قرار دیا ہے۔^①

نیز ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ مذکورہ احادیث کو نقل کرنے کے بعد بیان کرتے ہیں کہ احادیث الباب مذکورہ عمل کے استحباب کی ایسی واضح نص ہیں جس میں اختلاف رائے کی کوئی گنجائش نہیں۔^②

اونٹ کو نحر کرنا:

باقی جانوروں کو لٹا کر ذبح کرنا اور اونٹ کے بائیں گھٹنے کو باندھ کر کھڑے کھڑے نحر کرنا افضل و مستحب عمل ہے، دلائل حسب ذیل ہیں۔

① اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَالْبُذْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ ۚ قَاذِرُوا أَسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافٍ﴾ [الحج: ۳۶]

”اور قربانی کے بڑے جانور، ہم نے انھیں تمھارے لیے اللہ کی نشانیوں سے بنایا ہے، تمھارے لیے ان میں بڑی خیر ہے۔ سوان پر اللہ کا نام لو، اس حال میں کہ گھٹنا بندھے کھڑے ہوں۔“

تفسیر:

① سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ﴿صَوَافٍ﴾ کی تفسیر قیاماً ہے (یعنی اونٹوں کو کھڑا کر کے نحر کرو)۔^③

① شرح النووی، ۱۲۲/۱۳، المغنی مع الشرح الكبير: ۱۱۲۸/۱۱۔

② المغنی مع الشرح الكبير: ۱۱۸/۱۱۔

③ صحيح بخاری، كتاب الحج، باب نحر البدن قائماً۔

② مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿صَوَّأَتْ﴾ کی تفسیر یوں بیان فرمائی:

«مَعْقُولَةٌ إِخْدَى يَدَيْهَا، قَائِمَةٌ عَلَى ثَلَاثِ قَوَائِمٍ»
 ”نحر کے وقت اونٹ کی ایک (پائیں) ٹانگ بندھی ہو اور وہ تین ٹانگوں پر کھڑا ہو۔“^①

③ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«وَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ سَبْعَ بُدُنٍ قِيَامًا»
 ”نبی ﷺ نے سات اونٹ اپنے ہاتھ سے نحر کیے کہ وہ کھڑے تھے۔“^②

④ زیاد بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

«رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَتَى عَلَى رَجُلٍ قَدْ أَنَاخَ بَدَنَتَهُ يَنْحَرُهَا،
 قَالَ: ابْعَثْهَا قِيَامًا مُقَيَّدَةً، سُنَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»
 ”میں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا، وہ ایک آدمی کے پاس آئے جو اپنے اونٹ کو بٹھا کر نحر کر رہا تھا سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ”اسے کھڑا کر کہ اس کا ایک گھٹنا بندھا ہو، محمد ﷺ کی سنت یہ ہے۔“^③

فوائد:

① امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اونٹ کو تین ٹانگوں پر کھڑا کر کے اور بایاں گھٹنا

① حسن : تفسیر طبری: ۱۸/۶۳۲ -

② صحیح بخاری، کتاب الحج، باب من نحر هدية بيده : ۱۷۱۲ - سنن ابو داؤد،

کتاب المناسک، باب فی الاقران: ۱۷۹۶ -

③ صحیح بخاری، کتاب الحج، باب نحر الإبل مقيدة : ۱۷۱۳ - صحیح مسلم،

کتاب الحج، باب استحباب نحر الإبل : ۱۳۲ - سنن أبی داؤد، کتاب المناسک،

باب کیف تنحر البدن: ۱۷۶۸ - مسند أحمد : ۲/۱۳۹ -

باندھ کر نحر کرنا مستحب ہے، شافعی، مالک، احمد اور جمہور علماء کا یہی موقف ہے۔ ابو حنیفہ اور سفیان ثوری کہتے ہیں کہ اونٹ کو کھڑا کر کے اور بٹھا کر نحر کرنے کی فضیلت برابر ہے، لیکن (مؤخر الذکر دونوں طریقے) خلاف سنت ہیں۔^①

② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مذکورہ صفت (تینوں ناگوں پر کھڑا کر کے اور بایاں گھٹنا باندھ کر) اونٹ کو نحر کرنا افضل ہے اور جاہل کو سنت کی تعلیم دینا اور خلاف سنت فعل پر خاموش نہ رہنا مستحب فعل ہے اگرچہ خلاف سنت کام پر خاموشی اختیار کرنا مباح ہے۔^②

نحر کرنے کا مسنون طریقہ:

ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”وَالسُّنَّةُ نَحْرُ الْإِبِلِ قَائِمَةً مَعْقُولَةً يَدَهَا الْيُسْرَى، فَيَضْرِبُهَا

بِالْحَرْبَةِ فِي الْوَهْدَةِ الَّتِي بَيْنَ أَصْلِ الْعُنُقِ وَالصَّوْدِرِ“

”اونٹ کو نحر کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ نحر کے وقت اونٹ کھڑا ہو اور بایاں

بازو بندھا ہوا ہو، پھر نحر کرنے والا اس کی گردن اور سینے کے درمیان گڑھے میں

نیزہ مارے۔ یہ نحر کا مسنون طریقہ ہے اور مالک، شافعی، اسحاق اور اہل منذر نے

اس طریقہ کو مستحب قرار دیا ہے۔“^③

قربانی کا جانور خود ذبح کرنا:

اپنے ہاتھ سے قربانی کا جانور ذبح کرنا افضل ہے، کیونکہ نبی ﷺ کا اکثر یہی معمول رہا ہے۔

① شرح النووی : ۶۹/۹ - ۷۰۔

② فتح الباری : ۶۹۹/۳۔

③ المغنی لابن قدامہ : ۱۸۱/۷۔



① سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« ضَحَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَيْنِ ،
ذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ »

”نبی کریم ﷺ نے سیگوں والے، دو چتکبرے مینڈھے ذبح کیے اور آپ ﷺ نے انھیں اپنے ہاتھ سے ذبح کیا۔“ ①

فوائد:

① امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« ذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ، فِيهِ أَنْ يُسْتَحَبَّ أَنْ يَتَوَلَّى الْإِنْسَانُ ذَبْحَ أَضْحِيَّتِهِ
بِنَفْسِهِ وَلَا يُؤْكَلُ فِي ذَبْحِهَا إِلَّا يُعْذَرُ »

”ذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ (آپ ﷺ نے دونوں مینڈھے اپنے ہاتھ سے ذبح کیے) یہ الفاظ دلیل ہیں کہ انسان کا اپنی قربانی خود ذبح کرنا اور بلا عذر کسی اور کو قربانی کا مگر ان مقرر نہ کرنا مستحب فعل ہے۔“ ②

② ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ کا بیان ہے، قربانی اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے کیونکہ نبی ﷺ نے عید الاضحیٰ کے موقع پر دو چتکبرے سیگوں والے مینڈھے اپنے ہاتھ سے ذبح کیے نیز جزیۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے تریٹھ اونٹ اپنے ہاتھ سے ذبح کیے تھے اور یہ عمل اس لیے بھی افضل ہے کہ یہ فعل تقرب الہی کا باعث ہے اور ایسا فعل جو قربت الہی کا سبب ہو اس میں نائب مقرر کرنے کے بجائے اسے خود سرانجام دینا بہتر ہے۔ ③

① صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب التکبیر عند الذبح : ۵۵۶۵۔

② شرح النووی : ۱۲۰/۱۳۔

③ المغنی مع الشرح الكبير : ۱۱۷/۱۱۔

ذبح کرتے وقت تعاون لینا:

قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت دوسرے شخص سے تعاون لینا جائز و مباح ہے، ابو الخیر مصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا:

« أَنَّهُ أَضْجَعَ أَضْحِيَّتَهُ لِيَذْبَحَهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلرَّجُلِ: أَعِنِّي عَلَى ضَحِيَّتِي فَأَعَانَهُ »

”بلاشبہ آپ ﷺ نے ذبح کرنے کے لیے اپنی قربانی لٹائی تو رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے کہا: ”قربانی کا جانور ذبح کرنے میں میری مدد کیجیے“ تو اس نے آپ ﷺ کی مدد کی۔“^①

ذبح کرنے میں نائب بننا اور نائب بنانا:

اپنے علاوہ کسی دوسرے شخص کی قربانی کرنا اور کسی اور سے قربانی ذبح کرانا دونوں صورتیں جائز و مباح ہیں، دلائل حسب ذیل ہیں۔

① سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

« وَضَحَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِسَائِهِ بِالْبَقَرِ »

”اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے ذبح کی۔“^②

② سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نبی ﷺ کے حج کے احوال بیان کرتے ہیں:

« ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْمَنْحَرِ، فَنَحَرَ ثَلَاثًا وَ سِتِّينَ بَيْدَةً، ثُمَّ أُعْطِيَ

عَلِيًّا فَنَحَرَ مَا غَبَرَ »

”پھر آپ ﷺ نے قربان گاہ کا رخ کیا اور اپنے ہاتھ سے تریسٹھ اونٹ نحر کیے،

① صحیح: مسند أحمد: ۵/۳۷۳۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۲۵/۱۰) میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

② صحیح بخاری: ۵۵۵۹۔ صحیح مسلم: ۱۳۱۱۔

پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو (چھری) دی اور انھوں نے باقی ماندہ (۳۷ اونٹ) نحر کیے۔“ ①

فوائد:

① امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اپنی قربانی خود ذبح کرنا مستحب فعل ہے اور بلا عذر کسی دوسرے شخص کو قربانی کا جانور ذبح کرنے میں نائب مقرر نہیں کرنا چاہیے، لیکن اگر کسی مسلمان سے قربانی کا جانور ذبح کرایا جائے تو بالاجماع یہ عمل جائز ہے اور اہل کتاب کے کسی شخص سے قربانی کرانا مکروہ تنزیہی ہے، لیکن اس کے ذبح کرنے سے قربانی کفایت کرتی ہے اور صاحب قربانی کی قربانی واقع ہو جاتی ہے۔ مالک کے سوا شافعیہ اور تمام علماء کا یہی موقف ہے۔ ②

② ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ”قربانی ذبح کرنے میں نائب بنانا جائز ہے کیونکہ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر تریسٹھ اونٹ نحر کرنے کے بعد باقی اونٹوں کے لیے نائب طلب کیا تھا۔“ ③

کیا عورت قربانی کا جانور ذبح کر سکتی ہے؟

اگر عورت جانور ذبح کرنے میں مہارت رکھتی ہے تو عورت کے لیے قربانی کا جانور ذبح کرنا جائز ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے (بَابُ مَنْ ذَبَحَ ضَحِيَّةً غَيْرَهُ) کے تحت بیان کیا: ﴿وَأَمَرَ أَبَا مُوسَى بَنَاتِهِ أَنْ يَضَحَّيْنَ بِأَيْدِيهِنَّ﴾

”سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی قربانیاں خود ذبح کریں۔“ ④

① صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ : ۱۲۱۸۔ سنن أبی داؤد، کتاب المناسک، باب صفة حجة النبی ﷺ : ۱۹۰۵۔ سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب حجة الرسول ﷺ : ۳۰۷۴۔

② شرح النووی: ۱۲۰/۱۳۔

③ المغنی مع الشرح الكبير : ۱۱۷/۱۱۔

④ صحیح بخاری، قبل الحديث : ۵۵۵۹، یہ روایت معلق ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۸۱۶۹ اور مستدرک حاکم میں متصل سند سے مروی ہے کہ

﴿ اَنَّ اَبَا مُوسَى كَانَ يَأْمُرُ بَنَاتِهِ اَنْ يَذْبَحْنَ نَسَائِكَهُنَّ بِاَيْدِيِهِنَّ ﴾

”ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اپنی بیٹیوں کو حکم کیا کرتے تھے کہ وہ اپنی قربانیاں اپنے ہاتھوں سے ذبح کریں۔“

① حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ مستدرک حاکم میں واقع اس اثر کی سند صحیح ہے۔

فوائد:

① ابن تین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث دلیل ہے کہ عورت (قربانی) ذبح کر سکتی ہے۔ ②

② علامہ یعنی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اس اثر کی شرح بیان کرتے ہیں:

﴿ وَفِيهِ اَنَّ ذَبْحَ النِّسَاءِ نَسَائِكَهُنَّ يَجُوزُ اِذَا كُنَّ يُحْسِنُ الذَّبْحَ ﴾

”اس اثر میں دلیل ہے کہ عورتیں اپنی قربانی کے جانور خود ذبح کر سکتی ہیں بشرطیکہ وہ ذبح کرنے میں مہارت رکھتی ہوں۔“ ③

③ درج ذیل حدیث بھی واضح دلیل ہے کہ عورت جانور ذبح کر سکتی ہے اور عورت کے

ذبیحے میں کسی قسم کی کوئی کراہت نہیں۔

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿ اَنَّ امْرَاةً ذَبَحَتْ شَاةً بِحَجَرٍ، فَسُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عَنْ ذَلِكَ فَأَمَرَ بِأَكْلِهَا ﴾

”بے شک ایک عورت نے پتھر کے ساتھ بکری ذبح کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی

حلت کے بارے میں سوال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کھانے کا حکم دیا۔“ ④

① فتح الباری: ۲۵/۱۰ - ② فتح الباری: ۲۵/۱۰۔

③ عمدة الباری: ۱۵۵/۲۱۔

④ صحیح بخاری، کتاب الذبائح والصيد، باب ذبیحة المرأة والأمة: ۵۵۰۴۔

فوائد:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« فِيهِ جَوَازُ أَكْلِ مَا دَبَحَتْهُ الْمَرْأَةُ سَوَاءَ كَانَتْ حُرَّةً أَوْ أَمَةً، كَبِيرَةً أَوْ صَغِيرَةً، مُسْلِمَةً أَوْ كِتَابِيَّةً، طَاهِرًا أَوْ غَيْرَ طَاهِرٍ، لِأَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِأَكْلِ مَا دَبَحَتْهُ وَلَمْ يُسْتَفْصَلْ، نَصَّ عَلَى ذَلِكَ الشَّافِعِيُّ وَهُوَ قَوْلُ الْجَمْهُورِ »

”اس میں بیان ہے کہ عورت جو جانور ذبح کرے اسے کھانا جائز ہے، خواہ ذبح کرنے والی عورت آزاد ہو یا باندی، بڑی عمر کی ہو یا چھوٹی عمر کی، مسلمان ہو یا اہل کتاب میں سے ہو، طاہر ہو یا غیر طاہر، (عورت کا ذبیحہ حلال اور اسے کھانا جائز ہے) کیونکہ آپ ﷺ نے اس جانور کو کھانے کا حکم دیا جسے عورت نے ذبح کیا تھا اور آپ ﷺ سے تفصیل طلب نہیں کی گئی (کہ کس عورت کا ذبیحہ جائز اور کس کا ناجائز ہے) نیز آپ ﷺ کا عورت کے ذبیحہ کھانے کا حکم مطلق جواز کی دلیل ہے۔“ شافعی نے اس (عورت کے ذبیحہ کے حلال و جائز ہونے) پر نص بیان کی اور جمہور علماء کا بھی یہی موقف ہے۔^①

ذبح کے وقت حاضر ہونا:

جو شخص خود قربانی کا جانور ذبح نہ کرے اس کا ذبح کے وقت وہاں حاضر ہونا لازم نہیں، کیونکہ نبی ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی تو گائے ذبح کرتے وقت ازواج مطہرات وہاں موجود نہیں تھیں، بلکہ انھیں قربانی کا گوشت ملنے پر اس قربانی کی اطلاع

① فتح الباری : ۷۸۱/۹، ۷۸۴۔

موصول ہوئی۔ (صحیح بخاری: ۵۵۳۸) نیز جن روایات میں قربانی کے وقت حاضر ہونے کا حکم ہے وہ روایات ضعیف و ناقابل حجت ہیں۔

❁ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« يَا فَاطِمَةُ! قُومِي إِلَى أَضْحَانِكَ فَاشْهَدِيهَا، فَإِنَّهُ يُغْفَرُ لَكَ عِنْدَ أَوَّلِ قَطْرَةٍ تَقْطُرُ مِنْ دِمَهِهَا كُلِّ ذَنْبٍ عَمِلْتِيهِ »

”اے فاطمہ! اپنی قربانی کی طرف اٹھو اور اس کے ذبح کے وقت حاضری دو کیونکہ (اس عمل سے) اس کے پہلے قطرہ، خون گرنے پر تیرے تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے، جو تو نے کیے ہیں۔“ ①

عید گاہ میں قربانی کا جانور ذبح کرنا:

عید گاہ میں قربانی کا جانور ذبح کرنا مستحب فعل ہے، دلائل حسب ذیل ہیں:

① نافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَنْحَرُ فِي الْمَنْحَرِ، قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ يَغْنِي مَنْحَرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »

”سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قربانی قربان گاہ میں یعنی نبی ﷺ کی قربان گاہ (عید

① ضعیف جداً: مستدرک حاکم: ۲۲۲/۴۔ طبرانی کبیر: ۱۰۰۰۲۔ طبرانی اوسط: ۲۶۰۹۔ سنن بیہقی: ۲۸۳/۹۔ نضر بن اسماعیل بحلی ضعیف اور ثابت بن ابی صفیہ، ابو حمزہ ثمالی تحت ضعیف راوی ہیں۔

یہی روایت (مستدرک حاکم: ۲۲۲/۴، مسند بزار: ۱۲۰۲، سنن بیہقی: ۲۸۳/۹) میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس کی سند بھی ضعیف ہے اس میں ابو داؤد بن عبد الحمید ضعیف اور عطیہ بن سعد بن جناہ عوفی متروک راوی ہے۔ اور یہ روایت مصنف عبد الرزاق: ۸۱۶۸ میں زہری سے مروی ہے اور اس کی سند بھی انتہائی ضعیف ہے، اس میں عبد اللہ بن عمر متروک اور زہری کا ارسال ہے۔

گاہ) میں ذبح کرتے تھے۔“^①

② سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

«كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْبَحُ وَيَنْحَرُ بِالْمُصَلَّى»

”رسول اللہ ﷺ عید گاہ میں (قربانی کا جانور) ذبح اور نحر کرتے تھے۔“^②

(یہ احادیث دلیل ہیں کہ) عید گاہ میں قربانی کا جانور ذبح اور نحر کرنا مستحب ہے اور عید

گاہ میں قربانی کا جانور ذبح کرنے میں حکمت یہ ہے کہ ذبح کا عمل فقراء کے سامنے ہو اور وہ قربانی کا گوشت حاصل کر سکیں۔^③



① صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب الأضحی والنحر بالمصلی: ۵۵۵۱۔ سنن بیہقی: ۲۴۰/۵۔

② صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب الأضحی والنحر بالمصلی: ۵۵۵۲۔ سنن ابی داؤد، کتاب الضحایا، باب الإمام یذبح بالمصلی: ۴۳۷۱۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الأضاحی باب الذبح بالمصلی: ۳۱۶۱۔

③ نیل الاوطار: ۱۲۹/۵۔



قربانی کے گوشت کا مصرف

قربانی کا گوشت خود کھانا، عزیز و اقارب کو کھلانا، صدقہ کرنا، ذخیرہ کرنا اور زاد و راہ بنانا جائز و مباح ہے ان تمام صورتوں کے جواز کے دلائل درج ذیل ہیں۔

① ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالْبُذُنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ ۚ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافٍ ۚ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ﴾ [الحج: ۳۶]

”اور قربانی کے بڑے جانور، ہم نے انھیں تمھارے لیے اللہ کی نشانیوں سے بنایا ہے، تمھارے لیے ان میں بڑی خیر ہے۔ سو ان پر اللہ کا نام لو، اس حال میں کہ گھٹنا بندھے کھڑے ہوں، پھر جب ان کے پہلو گر پڑیں تو ان سے کچھ کھاؤ اور قناعت کرنے والے کو کھلاؤ اور مانگنے والے کو بھی۔“

② اللہ تعالیٰ قربانی کے جانوروں کے گوشت کی تقسیم کے متعلق دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ﴾ [الحج: ۲۸]

”سو تم اس سے کچھ کھاؤ اور تنگ دست فقیر کو کھلاؤ۔“

③ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے گوشت کے متعلق فرمایا:

﴿كُلُوا وَاطْعِمُوا وَادْخِرُوا﴾

”قربانی کا گوشت کھاؤ، کھلاؤ، اور ذخیرہ کرو۔“^①

④ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے استفسار پر کہ تین دن سے زائد قربانیوں کا گوشت ذخیرہ کرنا جائز ہے فرمایا:

﴿إِنَّمَا نَهَيْتُكُمْ مِنْ أَجْلِ الدَّافَةِ الَّتِي دَفَّتْ عَلَيْكُمْ، فَكُلُوا وَتَصَدَّقُوا وَادْخِرُوا﴾

”میں نے تو تمہیں (قربانیوں کا گوشت تین دن سے زائد ذخیرہ کرنے سے) نادرار لوگوں کی مفلوک الحالی کی وجہ سے منع کیا تھا سوا ب تم قربانیوں کا گوشت کھاؤ، صدقہ کرو اور ذخیرہ کرو۔“^②

فوائد:

مذکورہ دلائل کی رو سے قربانی کا گوشت خود کھانا، فقراء مساکین، اور عزیز واقارب کو کھلانا، صدقہ کرنا اور ذخیرہ کرنا جائز و مباح ہے۔

① صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب ما یؤکل من لحوم الأضاحی: ۵۵۶۹۔
صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب بیان ما کان من النہی عن أکل لحوم الأضاحی
بعد ثلاث فی أول الاسلام: ۱۹۷۴۔

② صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب بیان ما کان من النہی عن أکل لحوم
الأضاحی، بعد ثلاث: ۱۹۷۱۔ سنن أبی داؤد، کتاب الضحایا، باب جنس لحوم
الأضاحی، ۲۸۱۲۔ سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب الادخار من الأضاحی:
۴۴۳۲۔

صاحب قربانی پر گوشت کھانا واجب نہیں:

قربانی کرنے والے پر قربانی کا گوشت کھانا واجب ہے یا مستحب اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے، بعض اہل علم (ابوطیب بن سلم وغیرہ) کے نزدیک قربانی کا گوشت کرنے والے پر قربانی کا گوشت کھانا واجب ہے، ان کے دلائل یہ آیات ہیں۔

﴿فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِيعُوا الْقَائِمَ وَالْمُعْتَصِرَ﴾

”سو تم اس سے کچھ کھاؤ اور تنگ دست فقیر کو کھلاؤ۔“ [الحج: ۲۸]

ارشاد ربانی ہے:

﴿فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِيعُوا الْقَائِمَ وَالْمُعْتَصِرَ﴾ [الحج: ۳۶]

”تم قربانیوں سے کھاؤ اور قناعت کرنے والے اور مانگنے والے کو بھی کھلاؤ۔“

قربانی کا گوشت کھانے والے وجوب کے قائلین کے نزدیک ان آیات میں قربانی سے کھانے کا حکم وجوب کے متقاضی ہے اور بعض اہل علم کے نزدیک قربانی سے کھانا واجب ہے اور اس حکم کی وجہ سے تمام قربانی صدقہ کرنا ناجائز ہے۔^①

راجح موقف:

قربانی کا گوشت کھانا جائز و مباح اور مستحب ہے واجب نہیں کیونکہ مفسرین کے نزدیک مذکورہ آیات میں قربانی سے کھانے کا حکم وجوب کے لیے نہیں بلکہ اباحت و استحباب کے لیے ہے۔

① حافظ ابن جریر طبری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

﴿فَكُلُوا مِنْهَا﴾ ”قربانیوں سے کھاؤ۔“

یہاں قربانیوں سے کھانے کا حکم اباحت کے لیے ہے وجوب کے لیے نہیں۔

① المعنى مع الشرح الكبير: ۸۱۱/۱۱۔

② تفسیر طبری: ۸۱۱/۱۸۔

② حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ بعض علماء نے ﴿فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِعُوا الْقَائِمَ وَالْمُعْتَصِرَ﴾ سے استدلال کیا ہے کہ قربانیوں کے گوشت سے کھانا واجب ہے یہ غریب و شاذ قول ہے اور اکثر علماء کا مذہب ہے کہ یہ حکم رخصت و استحباب کے لیے ہے (وجوب کے لیے نہیں)۔^①

③ امام قرطبی رحمہ اللہ ﴿فَكُلُوا مِنْهَا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جمہور علماء کے نزدیک یہاں امر استحباب کے لیے ہے اور ہدی اور قربانی سے کھانا اور اکثر گوشت صدقہ کرنا مستحب ہے نیز تمام قربانی صدقہ کرنا اور تمام گوشت کھانا بھی جائز ہے۔^②

نیز حافظ ابن جوزی نے زاد المسیر (۴۲۶/۵) اور قاضی شوکانی رحمہ اللہ نے فتح القدیر میں اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔

④ امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ قربانی کا گوشت کھانا مستحب ہے واجب نہیں۔ شافعیہ اور جمیع علماء کا بھی یہی موقف ہے، ماسوائے ابو طیب بن سلمہ کے کہ وہ وجوب کے قائل تھے۔^③

⑤ عبد اللہ بن قرط رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پانچ یا سات اونٹ نحر کیے پھر جب وہ گر پڑے تو آپ ﷺ نے آہستہ آواز سے بات کی، جسے میں سمجھ نہ سکا، راوی نے پوچھا کہ آپ ﷺ نے کیا فرمایا؟ تو عبد اللہ بن قرط رحمہ اللہ نے کہا: ”آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿مَنْ شَاءَ افْتَتَحْ﴾ ”جو چاہے (ان سے گوشت) کاٹ لے۔“^④

① تفسیر ابن کثیر : ۳/۲۴۰۔

② تفسیر قرطبی : ۱۲/۴۴۔

③ شرح النووی : ۱۳/۱۳۔

④ صحیح : سنن ابی داؤد : ۱۷۶۵۔ مسند أحمد : ۴۰/۳۵۔ صحیح ابن خزیمہ :

۲۹۱۷۔ مستدرک حاکم : ۴/۲۲۱۔

فوائد:

ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: یہ حدیث دلیل ہے کہ قربانی کا گوشت کھانا مستحب ہے واجب نہیں نیز قربانی چونکہ ثواب الہی کے حصول کے لیے کی جاتی ہے اس لیے عقیقہ کی مثل اس سے کھانا واجب نہیں اور آیت میں مذکورہ قربانی سے کھانے کا حکم استحباب و اباحت کے لیے ہے۔^①

قربانی کے گوشت کی تقسیم کا طریقہ کار:

قربانی کے گوشت کی تقسیم کے طریقہ کار میں علماء کا اختلاف ہے۔

پہلا موقف:

امام شافعی اور شافعیہ کا مذہب ہے کہ قربانی کا گوشت تین حصوں میں تقسیم کیا جائے، قربانی کرنے والا ایک تہائی حصہ خود کھائے، ایک تہائی حصہ صدقہ کرے اور ایک تہائی حصہ کھائے۔^②

ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

① فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿كُلُوا مِنْهَا وَأَطِيعُوا الْقَائِمَ وَالْمُعْتَصِرَ﴾ ”پس تم قربانیوں

سے کھاؤ اور قناعت کرنے والے اور مانگنے والے کو کھلاؤ۔“ [الحج: ۳۶]

امام شافعی رحمہ اللہ نے اس آیت سے مذکورہ تقسیم کا مفہوم کشید کیا ہے، لیکن یہ استدلال درست نہیں۔ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: جس آیت سے امام شافعی نے قربانی کو تین برابر حصوں میں تقسیم کرنے کی دلیل لی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں گوشت کو کھانے اور صدقہ کرنے کی مقدار متعین نہیں کی۔ (بلکہ اس میں تو قربانی کا گوشت کھانے،

① المعنی مع الشرح الكبير: ۱۱۰/۱۱۔

② فتح الباری: ۳۴/۱۰۔ شرح النووي: ۱۳۱۱۳۔ نیل الأوطار: ۱۳۰/۵۔



کھلانے اور صدقہ کرنے کی ترغیب ہے۔^①

② شافعی رحمہ اللہ نے اس حدیث: «كُلُّوْا وَتَصَدَّقُوا، وَاطْعِمُوا» ”قربانی کا گوشت کھاؤ، صدقہ کرو اور کھلاؤ۔“ سے بھی مذکورہ تقسیم کے برحق ہونے کی دلیل اخذ کی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ (قربانی کے گوشت سے کھلاؤ) اس اطلاق سے استدلال کیا گیا ہے کہ قربانی کے گوشت سے کھلانے کی کوئی معین مقدار کی قید نہیں بلکہ قربانی کرنے والے کے لیے مستحب ہے کہ قربانی کا کچھ گوشت خود کھائے اور باقی صدقہ و ہدیہ کر دے۔^②

دوسرا موقف:

ابن عبد اللہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ بعض علماء کا مذہب ہے کہ قربانی کا نصف گوشت کھانا اور نصف صدقہ کرنا مستحب ہے۔^③

اس موقف کے قائلین کی دلیل یہ آیت ہے: ﴿فَكُلُّوا مِنْهَا وَاطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيْرَ﴾ [الحج: ۳۸] ”تم قربانیوں سے کھاؤ اور ضرورت مند فقیر کو بھی کھلاؤ۔“

راجح موقف:

اس مسئلہ میں راجح موقف یہ ہے کہ قربانی کرنے والا قربانی کا گوشت بلا تعین مقدار حسب منشا کھا سکتا ہے اور چاہے تو تمام گوشت صدقہ بھی کر سکتا ہے، دلائل حسب ذیل ہیں:

① سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ، فَرُوْزُوْهَا، وَنَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْأَصَاْحِنِ

① المعنى مع الشرح الكبير: ۱۱۰/۱۱۔

② فتح الباری: ۳۴/۱۰۔

③ فتح الباری: ۳۴/۱۰۔ شرح النووی: ۱۳۱/۳۔

فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَأَمْسِكُوا مَا بَدَا لَكُمْ»

”میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا سو (اب) تم ان کی زیارت کیا کرو اور میں نے تمہیں تین دن سے زائد قربانیوں کا گوشت (ذخیرہ) کرنے سے منع کیا تھا سو (اب) جتنا چاہو گوشت روک لیا کرو۔“^①

فوائد:

① قربانی کرنے والا جس قدر چاہے گوشت کھا سکتا اور ذخیرہ کر سکتا ہے، اور قربانی کا گوشت صدقہ کرنے اور فقراء و مساکین کے برابر کھانے کی کوئی قید نہیں ہے۔

② قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

”فَكُلُوا مَا بَدَا لَكُمْ“

”قربانی کا گوشت جتنا چاہو کھاؤ۔“ یہ الفاظ دلیل ہیں کہ قربانی کا گوشت کھانے کی کوئی خاص مقدار معین نہیں، بلکہ انسان اپنی قربانی سے جتنا جی چاہے کھا سکتا ہے، خواہ یہ مقدار زیادہ ہی ہو، بشرطیکہ ”أَطْعِمُوا“ ”قربانی کا گوشت لوگوں کو بھی کھلاؤ۔“ اس حکم کی تعمیل ہو سکے۔^②

② سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِنِّي كُنْتُ حَرَمْتُ لَحُومَ الْأَضَاحِيِّ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فَكُلُوا، وَتَزَوَّدُوا وَأَذْخِرُوا مَا شِئْتُمْ »

”بلاشبہ میں نے تین دن سے اوپر قربانیوں کا گوشت حرام کیا تھا سو (اب) تم جتنا چاہو کھاؤ، جتنا چاہو زائد راہ لو، جتنا چاہو ذخیرہ کرو۔“^③

① صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب بیان ما کان من النہی عن أکل لحوم الأضاحی بعد ثلاث : ۹۷۷۔ سنن نسائی، کتاب الأشربة، باب الإذن فی شیع منها : ۵۶۵۵۔ صحیح ابن حبان : ۵۴۰۰۔

② نیل الأوطار : ۱۳۶/۵۔ ③ صحیح : مسند أحمد : ۵۷/۳۔

اور ابن سیرین عن ابی سعید رضی اللہ عنہ کے طریق سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿كُلُوا وَاطْعِمُوا وَادْخِرُوا مَا شِئْتُمْ﴾

”(قربانیوں کا گوشت) جتنا چاہو کھاؤ، جتنا چاہو کھلاؤ اور حسب منشا ذخیرہ کرو۔“^①

یہ حدیث دلیل ہے کہ قربانی کے گوشت کا استعمال قربانی کرنے والے کی صوابدید پر ہے۔ اسے قربانی کا گوشت کھانے اور کھلانے کا اختیار حاصل ہے، چاہے تو زیادہ گوشت خود کھالے اور چاہے تو گوشت کا زیادہ حصہ کھلا دے اور صدقہ کر دے۔ بشرطیکہ قربانی کے گوشت کے مصارف پر عمل ہو جائے۔

تین دن سے زائد قربانی کا گوشت ذخیرہ کرنا:

عہد رسالت میں ایک سال رسول اللہ ﷺ نے کچھ دیہاتی لوگوں کی عسرت و تنگ دستی کے پیش نظر تین دن سے زائد قربانی کا گوشت ذخیرہ کرنے سے منع فرمایا، پھر آپ ﷺ نے قربانی کے گوشت کی ذخیرہ اندوزی کی اجازت مرحمت فرمائی، سو تین دن سے زائد گوشت ذخیرہ کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

① سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تین دن کے بعد قربانیوں کے گوشت کھانے سے منع کیا، بعد ازاں فرمایا:

﴿كُلُوا وَتَزَوَّدُوا وَادْخِرُوا﴾

”قربانی کا گوشت تم (تین دن کے بعد تک) کھاؤ، زادِ راہ بناؤ اور ذخیرہ کرو۔“^②

② سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

﴿دَفَّ أَهْلُ أَنْبَاءٍ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ حَضْرَةَ الْأَضْحَى زَمَنَ رَسُولٍ﴾

① صحیح: مسند أحمد: ۵۷/۳۔

② صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب بیان ما کان من النہی عن أکل لحوم الأضاحی بعد ثلاث: ۱۹۷۳۔ منن نسائی، کتاب الضحایا، باب الإذن فی ذلك: ۴۴۳۸۔

اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :
إِدْخِرُوا ثَلَاثًا، ثُمَّ تَصَدَّقُوا مِمَّا بَقِيَ، فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذَلِكَ قَالُوا : يَا
رَسُولَ اللّٰهِ ! إِنَّ النَّاسَ يَتَّخِذُونَ الْأَسْقِيَّةَ مِنْ ضَحَايَاهُمْ وَيُجْمِلُونَ
مِنْهَا الْوَدَّكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : وَمَا ذَاكَ ؟
قَالُوا : نَهَيْتَ أَنْ تُؤْكَلَ لُحُومُ الضَّحَايَا بَعْدَ ثَلَاثٍ، فَقَالَ : إِنَّمَا
نَهَيْتُكُمْ مِنْ أَجْلِ الدَّافَةِ الَّتِي دَفَّتْ، فَكُلُوا وَادْخِرُوا»

”عید الاضحیٰ کے موقع پر کچھ (مفلوک الحال) بادیہ نشین خاندان (مدینہ) آئے تو
رسول اللہ ﷺ نے (ان کی مدد و اعانت کے پیش نظر) فرمایا: ”تم قربانی کا
گوشت تین دن ذخیرہ کرو، پھر باقی ماندہ گوشت صدقہ کر دو۔“ اس کے بعد
(اگلے سال) لوگوں نے عرض کی: ”یا رسول اللہ! بلاشبہ لوگ اپنی قربانیوں (کے
چمروں) سے مشکیزے بناتے اور ان کی چربی پگھلا لیا کرتے تھے۔“ اس پر رسول
اللہ ﷺ نے پوچھا کہ ”مسئلہ کیا ہے؟“ انھوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا:
”آپ ﷺ نے تین دن کے بعد قربانیوں کے گوشت سے منع فرمایا ہے۔“
آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے تو (بادیہ نشین لوگوں کی) تنگ حالی و نقاہت کے
پیش نظر تمہیں منع کیا تھا۔ سو (اب) تم (قربانی کا گوشت) کھاؤ، زادِ راہ بناؤ اور
ذخیرہ کرو۔“^①

③ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ يَا أَهْلَ الْمَدِينَةِ ! لَا تَأْكُلُوا لَحْمَ الْأَضَاحِيِّ فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَشَكُّوا

① صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب بیان ما کان من النہی عن أکل لحوم الأضاحی :

۱۹۷۱- سنن أبی داؤد، کتاب الأضاحی، باب فی حبس لحوم الأضاحی : ۲۸۱۲-

سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب الادخار الأضاحی : ۴۴۳۶-

إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ لَهُمْ عِيَالًا وَحَشَمًا وَ
خَدَمًا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّوْا وَ أَطْعِمُوْا
وَاحْسِبُوْا أَوْ ادْخِرُوْا»

”اے اہل مدینہ! تین دن سے زیادہ قربانیوں کا گوشت نہ کھاؤ۔“ پھر لوگوں نے
رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ ان کے اہل و عیال و خاص و عام خدام ہیں (جو
تین دن کے بعد گوشت کے ضرورت مند ہوتے ہیں۔ (اس پر) آپ ﷺ نے
فرمایا: ”تم (تین کے بعد بھی قربانی کا گوشت) کھاؤ، کھلاؤ اور ذخیرہ کرو۔“^①

④ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ ضَحَّى مِنْكُمْ فَلَا يُضْبِحَنَّ بَعْدَ ثَالِثَةِ وَبَقِيَ فِي بَيْتِهِ مِنْهُ
شَيْءٌ فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! نَفْعَلُ كَمَا فَعَلْنَا
الْعَامَ الْمَاضِيَ؟ قَالَ: كُلُّوْا وَ أَطْعِمُوْا وَادْخِرُوْا، فَإِنَّ ذَلِكَ الْعَامَ
كَانَ بِالنَّاسِ جَهْدٌ فَأَرَدْتُ أَنْ تُعِينُوا فِيهَا»

”تم میں سے جو شخص قربانی کرے تیسرے دن کے بعد اس کے گھر میں اس سے
کچھ بھی باقی نہ ہو، پھر جب اگلا سال ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: ”یا رسول
اللہ! اس سال بھی ہم ویسا کریں جیسا گزشتہ سال کیا تھا؟“ (یعنی تین دن کے
بعد گوشت ذخیرہ نہ کریں) آپ ﷺ نے فرمایا: ”(تین دن کے بعد) کھاؤ،
کھلاؤ اور ذخیرہ کرو، چونکہ گزشتہ سال لوگوں کو تنگ دستی کا سامنا تھا، سو میں نے
ارادہ کیا کہ تم اس (تنگ دستی) میں ان کی مدد کرو۔“^②

① صحیح مسلم، کتاب الأضاحی: ۱۹۷۳۔

② صحیح بخاری، کتاب الأضاحی، باب ما یوکل من لحوم الأضاحی: ۵۵۶۹۔

صحیح مسلم، کتاب الأضاحی: ۸۹۷۴۔

نوائید:

- ① قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ”احادیث الباب صریح نص ہیں کہ تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے اور ذخیرہ کرنے کی ممانعت منسوخ ہو چکی ہے، صحابہ و تابعین اور علمائے سلف میں جمہور علماء کا یہی موقف ہے۔“^①
- ② ابن قدامہ حنبل رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ اکثر اہل علم کے قول کی رو سے تین دن سے زائد قربانی کا گوشت ذخیرہ کرنا جائز ہے۔^②

مذاهب و آراء:

- تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے اور ذخیرہ کرنے کے جواز حرمت اور مشروط اباحت (یعنی اگر مسلمان تنگ دستی اور عسرت کا شکار ہوں تو تین دن سے زیادہ گوشت ذخیرہ کرنا حرام اور بصورت دیگر حلال) کے متعلق علماء کا اختلاف ہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ احادیث بالا سے علماء نے مختلف مفاہیم کشید کیے ہیں۔
- ① کچھ علماء کا موقف ہے کہ قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ کھانا اور ذخیرہ کرنا حرام ہے اور تحریم کا حکم اب بھی باقی ہے۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اسی موقف کے قائل ہیں۔
- ② سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما اسی موقف کے قائل کیونکہ تھے، اس بارے میں ابن قدامہ حنبل رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے اور ذخیرہ کرنے کی) رخصت نہیں پہنچی تھی اور انھوں نے اس مسئلہ میں نبی کے متعلق سنا تھا، سو اس کے مطابق انھوں نے روایت بیان کی۔^③

① نیل الأوطار: ۱۳۵/۵۔

② المغنی مع الشرح الكبير: ۱۱۱/۱۱۔

③ المغنی مع الشرح الكبير: ۱۱۱/۱۱۔

③ شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں ممکن ہے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ان کے موافقین کو ناخ کا علم نہ ہو اور جسے کسی مسئلہ کے متعلق علم ہو وہ مسئلہ سے ناواقف شخص پر دلیل ہوتا ہے سو واقفان ناخ کی دلیل برحق وادلیٰ ہے۔^①

④ جمہور علماء کہتے ہیں: تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانا اور ذخیرہ کرنا جائز ہے۔ اوپر بیان کردہ احادیث کی وجہ سے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے اور ذخیرہ کرنے کی ممانعت کا حکم منسوخ ہو چکا ہے، بالخصوص حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ اس نہی کی ناخ ہے اور یہ سنت سے سنت منسوخ ہونے کی مثال ہے۔

⑤ بعض علماء کا موقف ہے کہ تین دن سے اوپر قربانی کا گوشت کھانے اور ذخیرہ کرنے کی ممانعت کا حکم منسوخ نہیں ہوا، بلکہ تحریم علت کی وجہ سے تھی اور جب علت معدوم ہوئی تو حکم تحریم از خود زائل ہو گیا۔ حدیث سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا اس موقف کے قائلین کی دلیل ہیں۔

⑥ گوشت ذخیرہ کرنے کی نہی شروع ہی سے کراہت کے لیے ہے، نہی تحریمی نہیں۔ اس موقف کے قائلین کہتے ہیں: یہ کراہت اب بھی باقی ہے، لیکن گوشت کی ذخیرہ اندوزی حرام نہیں اور اس جیسی تنگی و مشکل آج بھی پیش ہو تو لوگوں کو ایسے مفلوک الحال لوگوں کی دادی کرنی چاہیے۔

رانج موقف:

① مذکورہ مذاہب نقل کرنے کے بعد امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: رانج اور قرین صواب مسئلہ یہ ہے کہ تین دن سے زیادہ گوشت کھانے اور ذخیرہ کرنے کی نہی مطلق منسوخ ہو چکی ہے اور اس کی حرمت و کراہت ختم ہو چکی ہے، چنانچہ اب تین دن سے زائد گوشت کھانا اور ذخیرہ کرنا بلا تعین مدت جائز و مباح ہے، اس جواز و اباحت کے

① لیے حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ صریح نص ہے۔

② امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: موجودہ دور میں تین دن سے زیادہ گوشت کھانے اور ذخیرہ کرنے کی حرمت بالکل نہیں ہے اور شرح المہذب میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی موقف اپناتے ہوئے کہا کہ اس وقت کسی بھی حال میں یہ حرمت باقی نہیں۔^②

حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان:

درج ذیل حدیث واضح دلیل ہے کہ تین دن کے بعد گوشت کھانے اور ذخیرہ کرنے کی حرمت کا حکم بالکل منسوخ ہو چکا ہے اور کسی علت و عارضے کی وجہ سے دوبارہ حرمت کا حکم نافذ العمل نہیں ہوگا۔

سیدنا بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ، فَزُورُوهَا، وَ نَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُومِ الْأَضَاحِيِّ فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَأَمْسِكُوا مَا بَدَا لَكُمْ »

”میں نے تمہیں قبرستان کی زیارت سے منع کیا تھا، سو (اب) تم اس کی زیارت کیا کرو اور میں نے تمہیں تین دن سے زائد قربانی کے گوشت سے منع کیا تھا سو (اب) تم جتنا جی چاہے گوشت روک لیا کرو۔“^③

www.KitaboSunnat.com



① شرح النووی: ۱۲۹/۱۳۔

② فتح الباری: ۳۶/۱۰۔

③ صحیح مسلم: ۹۷۷۔ سنن نسائی: ۵۶۵۰۔



www.KitaboSunnat.com

چرمہائے قربانی کا مصرف

چرمہائے قربانی کا بھی وہی مصرف ہے، جو قربانی کے گوشت کا مصرف ہے، یعنی قربانی کی کھالیں ذاتی استعمال میں لانا، صدقہ یا ہدیہ کرنا مشروع ہے، اس کے دلائل وہی ہیں، جو قربانی کے گوشت کی تفصیل کے دلائل ہیں۔

قربانی کا چمڑا ذاتی استعمال میں لانا:

قربانی کا چمڑا ذاتی استعمال میں لانا جائز ہے، اس کی دلیل حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ہے کہ ایک سال عید الاضحیٰ کے موقع پر کچھ مفلوک الحال بادیہ نشین لوگوں کی آمد پر رسول اللہ ﷺ نے پابندی عائد کر دی کہ تین دن کے بعد قربانی کا گوشت زیر استعمال لانا ممنوع ہے اور تین دن کے بعد قربانیوں کا گوشت صدقہ کر دیا جائے، چنانچہ آئندہ سال لوگوں نے پوچھا:

یا رسول اللہ!

﴿ إِنَّ النَّاسَ يَتَّخِذُونَ الْأَسْقِيَةَ مِنْ صَحَائِبِهِمْ وَ يُجْمِلُونَ مِنْهَا الْوَدَّكَ ﴾

”بے شک لوگ اپنی قربانیوں (کے چمڑوں) سے مشکیزے بناتے اور اس سے چربی پکھلاتے ہیں (پھر آپ ﷺ نے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے، ذخیرہ کرنے اور صدقہ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی)۔“^①

یہ حدیث واضح دلیل ہے کہ قربانیوں کے چمڑے ذاتی استعمال میں لانا جائز و مسنون ہیں۔

① صحیح مسلم : ۱۹۷۱ - سنن أبی داؤد : ۲۸۵۲ - سنن نسائی : ۴۴۳۶ -

قربانی کی کھالیں بیچنا جائز نہیں:

صاحب قربانی کا قربانی کی کھال بیچنا جائز نہیں اور قربانی کی کھال فروخت کرنے والے کی قربانی کا ثواب ختم ہو جاتا ہے لہذا صاحب قربانی کو قربانی کی کھال صدقہ و ہدیہ کرنی چاہیے یا ذاتی تصرف میں لانی چاہیے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ بَاعَ جِلْدَ أَضْحِيَّتِهِ فَلَا أَضْحِيَّةَ لَهُ »

”جو شخص اپنی قربانی کا چمڑا فروخت کرے اس کی قربانی نہیں ہے۔“ ①

فوائد:

① حافظ مناوی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ قربانی کا چمڑا بیچنے والے کو قربانی کا ثواب حاصل نہیں ہوتا۔ ②

② ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ فرض و نفل قربانی کا گوشت اور چمڑا بیچنا ناجائز ہے، کیونکہ یہ جانور ذبح کے لیے متعین ہو چکا ہے اور امام احمد بیان کرتے ہیں کہ قربانی کا گوشت، کسی بھی قسم کا چمڑا اور قربانی کا کوئی بھی حصہ بیچنا جائز نہیں، وہ کہتے ہیں کہ قربانی کو کیونکر بیچا جاسکتا ہے، حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے نامزد ہو چکی ہے۔ ③

قربانی کا چمڑا بطور اجرت دینا:

قصاب کو قربانی کا چمڑا بطور اجرت دینا جائز نہیں، بلکہ قربانی کرنے والے کو قصاب کی اجرت اپنی طرف سے کرنی چاہیے۔

① سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

① حسن: مستدرک حاکم: ۳۹۰/۲۔ سنن بیہقی: ۲۹۴/۹۔ عبد اللہ بن عیاش صدوق راوی ہے

② فیض القدير: ۱۲۱/۶۔

③ المغنی مع الشرح الكبير: ۱۱۲/۱۱۔

﴿أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَقُومَ عَلَى بُذْنِهِ، وَأَنْ أَتَصَدَّقَهَا بِلَحْمِهَا، وَجُلُودَهَا، وَأَجِلَّتِهَا وَأَنْ لَا أُعْطِيَ الْجَزَارَ مِنْهَا وَقَالَ: نَحْنُ نُعْطِيهَا مِنْ عِنْدِنَا﴾

”رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ ﷺ کی قربانیوں کی نگرانی کروں اور ان کا گوشت، چمڑے اور جھول صدقہ کر دوں اور قصاب کو اس سے کچھ (اجرت) نہ دوں اور آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہم اسے اجرت اپنے پاس سے دیں گے۔“ ①

② سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ أَنْ يَقُومَ عَلَى بُذْنِهِ، وَأَمَرَهُ أَنْ يَفْسِمَ بُذْنَهُ كُلَّهَا، لُحُومَهَا وَجُلُودَهَا وَجِلَالَتَهَا فِي الْمَسَاكِينِ، وَلَا يُعْطَى فِي جِزَارَتِهَا مِنْهَا شَيْئًا﴾

”بلاشبہ نبی ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ وہ آپ ﷺ کی قربانیوں کی نگرانی کریں اور قربانیوں کا گوشت، چمڑے اور جھول ہر چیز تقسیم کر دیں اور ذبح کی اجرت میں ان سے کچھ نہ دیں۔“ ②

فوائد:

① قربانی کا گوشت، چمڑا اور جھول صدقہ کرنا مستحب فعل ہے۔ قصاب کو گوشت، چمڑا یا جھول بطور اجرت نہیں دینا چاہیے، کیونکہ قربانی کا کچھ حصہ بطور اجرت دینا اس کی

① صحیح مسلم، کتاب الحج، باب الصدقة للحوم الهدایا : ۱۳۱۷۔ سنن أبی داؤد، کتاب المناسک، باب کیف تنحر البدن : ۱۷۶۹۔ سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب من جلل البدن : ۳۰۹۹۔ مسند أحمد : ۷۹/۱۔

② صحیح بخاری، کتاب الحج، باب، تصدق بجلود الهدی : ۱۷۱۷۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب الصدقة للحوم الهدایا : ۱۳۱۷۔

مزدوری کا عوض ہے، تو یہ قربانی کی بیع کے مثل ہوگا اور قربانی کی فروخت جائز نہیں (لہذا بطور اجرت قربانی کا کوئی بھی حصہ نہیں دیا جائے گا)۔ قربانی ذبح کرنے کی اجرت لینا جائز ہے۔^①

② قصاب کو قربانی میں اجرت کی ممانعت سے مقصود یہ ہے کہ اسے قربانی کا کچھ بھی حصہ بطور اجرت نہ دیا جائے۔ امام بغوی رحمہ اللہ (شرح السنہ میں) بیان کرتے ہیں کہ قربانی کا مالک جب قصاب کو ذبح کی اجرت مکمل ادا کر چکے، پھر اگر قصاب فقیر ہو تو اس پر صدقہ کر دے تو جیسے دیگر فقراء پر صدقہ کرنا جائز ہے، ایسے قصاب پر بھی صدقہ کرنے میں کوئی حرج نہیں اور دیگر علماء کہتے ہیں: قصاب کو قربانی سے بطور اجرت دینا ممنوع ہے، کیونکہ یہ معاوضہ ہے، لیکن اسے قربانی سے بطور صدقہ، ہدیہ اور مزدوری سے اضافی دینا جائز ہے۔ البتہ نبی ﷺ کا قصاب کو قربانی سے مطلق اجرت نہ دینے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قصاب کو قربانی سے صدقہ بھی نہ دیا جائے کیونکہ اس صدقہ سے اجرت میں کمی واقع ہو سکتی ہے، جو معاوضہ کی شکل اختیار کر لے گی (سو قصاب کو صدقہ و ہدیہ دینے سے اجتناب بہتر ہے)۔^②

③ قربانی کرنے والے کو قربانی کا چمڑا صدقہ کرنے کی صورت میں فقراء و مساکین کو چمڑا ہی پیش کرنا چاہیے، پھر وہ چاہیں تو ذاتی استعمال میں لائیں اور چاہے تو فروخت کر دیں، یہ صورت افضل ہے، لیکن وہ چمڑا فروخت کر کے قیمت فقراء و مساکین وغیرہ کو دے دے تب بھی جواز بہر حال ہے۔

قربانی کے چمڑوں سے مبلغین و مدرسین کو تنخواہ دینا:

قربانی کے چمڑوں سے مبلغین و مدرسین کو تنخواہ دینا اور غریب و نادار طلباء کی خوراک

① شرح النووي: ۶۵/۹۔

② فتح الباری: ۷۰۲/۳، ۷۰۳۔

وغیرہ کا انتظام کرنا جائز ہے، اس بارے حافظ عبد اللہ محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ من وعین نذر قارئین ہے:

سوال کیا انجمن اسلامیہ بوجہ غربت مدرس مدرسہ اسلامیہ کی تنخواہ یا غریب اور نادار طلباء کی کتب اور خوراک وغیرہ یا جلسہ ہائے علماء میں قربانی کے چمڑوں کو خرچ کرنے کا شرعاً جواز رکھتی ہے اور مبلغین کو بطور ہدیہ کے چمڑا ہائے قربانی دیے جاسکتے ہیں؟

جواب ﴿لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أَحْصَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا﴾

” (صدقات) ان فقراء کے لیے ہیں جو اللہ کے راستے میں روکے ہوئے ہیں،

جو زمین میں سفر نہیں کر سکتے۔“ [البقرة: ۲۷۳]

اس آیت سے پہلے صدقات کا ذکر ہے، پھر فرمایا کہ یہ صدقات ان فقیروں کے لیے ہیں، جو خدا کے راستہ میں بند ہیں، زمین میں سفر نہیں کر سکتے، یعنی تجارت وغیرہ نہیں کر سکتے، کیونکہ سفر کرنے سے دین کا کام بند ہو جاتا ہے، حدیث میں قربانی کے چمڑوں کی بابت صدقہ کرنے کا حکم آیا ہے اور اس آیت میں صدقات کے مستحق یہ لوگ بتائے ہیں جو فی سبیل اللہ محصور ہیں، ان میں طالب علم، مدرسین، مبلغین بھی شامل ہیں، سوال کی صورت میں جن لوگوں کا ذکر ہے ان پر قربانی کے چمڑے لگ سکتے ہیں۔^①

مصارف صدقات:

مصارف صدقات آٹھ ہیں، زکوٰۃ کی طرح جہاں قربانی کا گوشت اور چمڑے وغیرہ دیے جاسکتے ہیں، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَمِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَالْغَرَامِينَ وَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَ ابْنِ السَّبِيلِ ۚ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝﴾ [التوبة: ۶۰]

① فتاویٰ اہل حدیث، جلد دوم صفحہ: ۱۰۶/۵۔

”صدقات تو صرف فقیروں اور مسکینوں کے لیے اور ان پر مقرر عالموں کے لیے ہیں اور ان کے لیے جن کے دلوں میں الفت ڈالنی مقصود ہے اور گردنیں چھڑانے میں اور تاوان بھرنے والوں میں اور اللہ کے راستے میں اور مسافر میں (خرچ کرنے کے لیے ہیں)۔ یہ اللہ کی طرف سے ایک فریضہ ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔“

اس آیت کی رو سے صدقات کے مصارف میں تمام مصارف پر خرچ کرنا یا کسی ضرورت و احتیاج کے پیش نظر کسی ایک مصرف پر صدقہ کا مال خرچ کرنا جائز و مباح ہے۔ نیز فی سبیل اللہ سے مراد جہاد اور اللہ کی راہ میں مصرف مجاہدین، واعظین و مدرسین، مدارس دیدیہ کے طلباء اور دین اسلام کی سر بلندی کے لیے کام کرنے والے لوگ مراد ہیں، لہذا مصارف زکوٰۃ میں سے یہ ایک باقاعدہ مصرف ہے، جہاں قربانی کا گوشت اور چرمہائے قربانی صدقہ کیا جاسکتے ہیں۔ البتہ قربانی کے گوشت اور چرموں میں فقراء و مساکین کا باقی مصارف سے زیادہ خیال رکھنا چاہیے، کیونکہ قربانی کے گوشت، چمڑے اور جھول کی تقسیم میں مساکین کو بطور خاص ذکر کیا گیا ہے۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ أَنْ يَقُومَ عَلَى بُذْيِهِ، وَأَمَرَهُ أَنْ يَقْسِمَ بُذْنَهُ كُلَّهَا، لِحُومِهَا، وَجُلُودَهَا وَجِلَالِهَا فِي الْمَسَاكِينِ»
 ”باتحقیق نبی ﷺ نے انھیں حکم کیا کہ وہ آپ ﷺ کی قربانیوں کی عمرانی کریں اور تمام قربانیاں، ان کے گوشت، چمڑے اور جھول مساکین میں تقسیم کر دیں۔“^①



عقیقہ کا بیان

وجہ تسمیہ:

عقیقہ کے وجہ تسمیہ میں علماء کے کئی اقوال ہیں:

① حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ عقیقہ نو مولود کی طرف سے ذبح کیے جانے والے جانور کا نام ہے اور اس کے اشتقاق میں اختلاف ہے۔

چنانچہ ابو عبیدہ اور اصمعی کہتے ہیں:

﴿أَصْلُهَا الشَّعْرُ الَّذِي يَخْرُجُ عَلَى رَأْسِ الْمَوْلُودِ﴾

”عقیقہ دراصل مولود کے سر کے وہ بال ہیں جو ولادت کے وقت اس کے سر پر اگے ہوتے ہیں۔“

زحشری رحمہ اللہ وغیرہ کا بیان ہے کہ

﴿وَسُمِّيَتْ الشَّاةُ الَّتِي تُذْبَحُ عَنْهُ فِي تِلْكَ الْحَالَةِ عَقِيقَةً ، لِأَنَّهُ يُخْلَقُ عَنْهُ ذَلِكَ الشَّعْرُ عِنْدَ الذَّبْحِ﴾

”پیدائش کے بالوں کی موجودگی میں مولود کی طرف سے ذبح کی جانے والی بکری کو عقیقہ سے موسوم کیا جاتا ہے، کیونکہ ذبح کے وقت یہ بال مونڈھے جاتے ہیں۔“

خطابی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

﴿الْعَقِيقَةُ اسْمُ الشَّاةِ الْمَذْبُوحَةِ عَنِ الْوَلَدِ، سُمِّيَتْ بِذَلِكَ لِأَنَّهَا

تَعَقُّ مَذَابِهَا أَى تُشَقُّ وَ تَقْطَعُ ﴿

”نومولود کی طرف سے ذبح کی ہوئی بکری کو عقیقہ کہا جاتا ہے، کیونکہ (نومولود کی ولادت پر) اس کی رگیں کاٹی جاتی ہیں۔“^①

② شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« الْعَقِيقَةُ الذَّبِيحَةُ الَّتِي تُذْبَحُ لِلْمَوْلُودِ، وَالْعَقُّ فِي الْأَصْلِ الشَّقُّ وَالْقَطْعُ، وَ سَبَبُ تَسْمِيَّتِهَا بِذَلِكَ أَنَّهُ يُشَقُّ حَلْقُهَا بِالذَّبْحِ، وَ قَدْ يُطْلَقُ اسْمُ الْعَقِيقَةِ عَلَى شَعْرِ الْمَوْلُودِ »

”عقیقہ وہ ذبیحہ ہے جو نومولود کی خاطر ذبح کیا جاتا ہے۔ اصل میں عَقُّ کا معنی پھاڑنا اور کاٹنا ہے اور عقیقہ کو عقیقہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ذبح کے وقت ذبیحہ کا حلق کاٹا جاتا ہے، نیز کبھی عقیقہ کا اطلاق نومولود کے بالوں پر بھی ہوتا ہے۔“^②

خلاصہ کلام:

عقیقہ کی بحث میں قول فیصل یہ ہے کہ عقیقہ کا اطلاق نومولود کے بالوں اور اس کی طرف سے ذبح کیے جانے والے جانور دونوں پر ہوتا ہے اور عقیقہ سے مقصود پیدائش کے ساتویں دن نومولود کے بال مونڈھنا اور اس کی طرف سے جانور ذبح کرنا ہے۔

عقیقہ کے بجائے نسیکہ یا ذبیحہ کا لفظ کہنا:

نومولود کی طرف سے ذبح کیے جانے والے جانور کو نسیکہ یا ذبیحہ کہنا مستحب اور اسے عقیقہ سے موسوم کرنا مکروہ فعل ہے۔ اس کی دلیل درج ذیل روایت ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَقِيقَةِ، فَقَالَ: لَا يُحِبُّ

① فتح الباری : ۷۲۶/۹۔

② نیل الأوطار : ۱۴۰/۵۔

اللَّهُ الْعُقُوقُ، كَأَنَّهُ كَرِهَ الْإِنْسَمَ، وَقَالَ: مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَأَحَبَّ أَنْ يَنْسُكَ عَنْهُ فَلْيَنْسُكَ، عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِتَتَانِ، وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ ﴿

”نبی ﷺ سے عقیدہ کے بارے سوال ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ (لفظ) عقوق (نافرمانی) کو ناپسند کرتا ہے۔“ گویا آپ ﷺ نے (یہ نام) مکروہ خیال کیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور وہ اس کی طرف سے جانور ذبح کرنا چاہے تو وہ اس کی طرف سے جانور ذبح کرے۔ لڑکے کی طرف سے برابر دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔“^①

فوائد:

① عقیدہ کے متعلق سوال پر آپ ﷺ کا فرمانا کہ اللہ تعالیٰ عقوق کو ناپسند کرتا ہے، میں اشارہ ہے کہ (نومولود کی جانب سے ذبح کیے جانے والے جانور) کا نام عقیدہ مکروہ ہے کیونکہ عقیدہ اور عقوق کا مادہ ایک ہے جس کا معنی نافرمانی ہے اور اس جملے ﴿فَأَحَبَّ أَنْ يَنْسُكَ عَنْهُ فَلْيَنْسُكَ﴾ میں توضیح ہے کہ لفظ عقیدہ کونسیک سے تبدیل کر دیا جائے۔ (یعنی عقیدہ کونسیک کہا جائے)۔^②

② علامہ سندھی لکھتے ہیں: ”اس حدیث میں مسئلہ عقیدہ کی توہین اور سقوط وجوب مقصود نہیں، بلکہ اس سے تو یہ مراد ہے کہ آپ ﷺ نے عقیدہ نام ناپسند کیا ہے اور یہ پسند کیا کہ اس کا اس سے کوئی اچھا نام یعنی نسیک یا ذبیحہ ہو۔“^③

① حسن: سنن أبی داؤد، کتاب الضحایا، باب فی العقیقة: ۲۸۴۲۔ سنن نسائی،

کتاب العقیقة، باب عن الغلام شاتان: ۴۲۱۷۔ مسند أحمد: ۱۸۲/۲۔

مستدرک حاکم: ۲۳۸/۴، سنن بیہقی: ۳۰۰/۹۔

② نیل الأوطار: ۱۴۳/۵، عن المعبود: ۴۶/۸۔

③ شرح النسائی للسندی: ۴۹۸/۵۔



عقیقہ کا حکم:

عقیقہ واجب، سنت مؤکدہ یا مکروہ عمل ہے، اس بارے علماء کے مختلف مذاہب ہیں۔
ذیل میں ہم ان مذاہب اور ہر مذہب کے دلائل، پھر رائج مذہب کی نشاندہی کریں گے:

مذہب اول:

① حسن بصری، داؤد ظاہری اور طاہریہ کا مذہب ہے کہ عقیقہ واجب ہے۔

وجوب عقیقہ کے قائلین کے دلائل حسب ذیل احادیث ہیں۔

① سیدنا سرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« كُلُّ غُلَامٍ رَهِينَةٌ بِعَقِيقَتِهِ، تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهِ، وَيُخَلَّقُ، وَيُسَمَّى »

”ہر بچہ اپنے عقیقہ کے ساتھ گروی ہے، ساتویں دن اس کی طرف سے (عقیقہ)

ذبح کیا جائے، اس کا سر منڈایا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔“ ②

خطابی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ”اس حدیث کے مفہوم کے بارے علماء کا اختلاف ہے، چنانچہ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کا مفہوم یوں بیان کرتے ہیں کہ جس بچے کا عقیقہ نہ ہو اور وہ بچپن میں فوت ہو جائے تو وہ روز قیامت اپنے والدین کی شفاعت نہیں کرے گا اور دوسرے قول کے مطابق اس سے مقصود یہ ہے کہ عقیقہ بہر صورت لازم ہے اور نومولود کے لیے عقیقہ ایسے لازم ہے، جیسے مرتحن (قرض کے عوض گروی رکھنے والا) کے ہاتھ میں گروی چیز لازم ہوتی ہے (یعنی جیسے گروی چیز حاصل کرنے کے لیے قرض خواہ کو قرض لوٹانا لازم

① نیل الأوطار : ۱۴۰/۵ - المغنی مع الشرح الكبير : ۱۲۱/۱۱ -

② صحیح بخاری، کتاب العقیقہ، باب اماطۃ الأذى عن الصبی فی العقیقہ : ۵۴۷۲،

سنن أبی داؤد، کتاب الضحایا، باب فی العقیقہ : ۲۸۳۸، جامع ترمذی، کتاب

الأضاحی، باب من العقیقہ : ۱۵۲۲، سنن نسائی، کتاب العقیقہ، باب متی یعق :

۴۲۳۵، سنن ابن ماجہ، کتاب الذبائح، باب العقیقہ : ۳۱۶۵، مسند أحمد :

ہے، اسی طرح نو مولود کے لیے عقیدہ لازم ہے) اور یہ قول ثانی عقیدہ کے وجوب کے قائلین کے موقف کو قوت دیتا ہے۔^①

② سیدنا سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَعَ الْغُلَامِ عَقِيْقَةٌ، فَأَهْرِيقُوا عَنْهُ دَمًا، وَآمِنُوا عَنْهُ الْأَذَى »

”ہر بچے کے ساتھ عقیدہ ہے، سو اس کی طرف سے خون بہاؤ (عقیدہ کرو) اور اس سے میل کچیل دور کرو (یعنی سر کے بال مونڈھ دو)۔“^②

③ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

« أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَعُقَّ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَيْنِ، وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةً »

”رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری عقیدہ کریں۔“^③

احادیث الباب دلیل ہیں کہ نو مولود کی طرف سے عقیدہ واجب ہے، کیونکہ عقیدہ کرنے کا حکم وارد ہوا ہے، نیز ”رَهِيْنَةٌ“ (بچہ عقیدہ کے عوض گروی ہے) کے الفاظ نص ہیں کہ عقیدہ واجب ہے اور اسے کسی بھی صورت استحباب پر محمول نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ جیسے گروی چیز کو قرض ادا کیے بغیر حاصل کرنا ناممکن ہے، اسی طرح نو مولود کی پیدائش کے شکریہ کی

① نیل الأوطار : ۱۴۱/۵، عون المعبود : ۴۲/۸۔

② صحیح بخاری، کتاب العقیدہ، باب اماطة الأذى عن الصبي في العقيدة : ۵۴۷۲، سنن أبی داؤد، کتاب الضحایا، باب في العقيدة : ۲۸۳۹، جامع ترمذی، کتاب الأضاحی، باب الأذان في أذن المولود : ۱۵۱۵، سنن ابن ماجہ، کتاب الذبائح، باب العقيدة : ۳۱۶۴، مسند أحمد : ۳۱۴/۴، صحیح ابن خزيمة : ۲۰۶۷۔

③ حسن : جامع ترمذی، کتاب الأضاحی، باب ما جاء في العقيدة : ۱۵۱۳، سنن ابن ماجہ، کتاب الذبائح، باب العقيدة : ۳۱۶۳، مسند أحمد : ۳۱/۶، مسند أبو یعلی : ۴۶۴۸ [عبداللہ بن عثمان شمیم صدوق اور باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔



ادائیگی کے لیے عقیقہ لازم و واجب ہے۔

مذہب ثانی:

① جمہور علماء کا موقف ہے کہ عقیقہ سنت ہے۔

① ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

«وَالْعَقِيقَةُ سُنَّةٌ فِي قَوْلِ عَامَّةِ أَهْلِ الْعِلْمِ: مِنْهُمْ ابْنُ عَبَّاسٍ، وَابْنُ

عُمَرَ، وَعَائِشَةُ، وَفُقَهَاءُ التَّابِعِينَ، وَأَيْمَةُ أَهْلِ الْأَمْصَارِ»

”اکثر اہل علم مثلاً ابن عباس رحمہ اللہ، ابن عمر رحمہ اللہ، عائشہ رحمہا اللہ، فقہائے تابعین رحمہم اللہ

اور ائمہ کا قول ہے کہ عقیقہ سنت ہے۔“ ②

② حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کا بیان ہے:

«فَأَمَّا أَهْلُ الْحَدِيثِ قَاطِبَةً، وَفُقَهَاءُ هُمْ، وَجَمَهُورُ أَهْلِ السُّنَنِ،

فَقَالُوا: هِيَ مِنْ سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»

”جمع محدثین و فقہاء اور جمہور اہل سنت کہتے ہیں کہ یہ (عقیقہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی سنت ہے۔“ ③

ان علماء کے موقف کی دلیل درج ذیل حدیث ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رحمہم اللہ بیان کرتے ہیں:

«سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَقِيقَةِ، فَقَالَ: لَا يُحِبُّ

اللَّهُ الْعُقُوقَ، كَأَنَّهُ كَرِهَ الْإِسْمَ وَقَالَ: مَنْ وَلَدَ لَهُ وَلَدًا، فَأَحَبَّ أَنْ

يُنْسُكَ عَنْهُ فَلْيُنْسُكْ»

① نیل الأوطار: ۱۴۰/۵۔

② المغنی مع الشرح الکبیر: ۱۲۰/۱۱۔

③ تحفة المودود بأحكام المولود، ص: ۲۸۔

”نبی ﷺ سے عقیقہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ لفظ عقوق کو ناپسند کرتا ہے، گویا آپ ﷺ نے یہ نام (عقیقہ) ناپسند کیا۔“ پھر فرمایا: ”جس کے ہاں بچہ پیدا ہو اور وہ اس کی طرف سے نیکہ (جانور ذبح) کرنا چاہے تو نیکہ کرے۔“^①

فوائد:

- ① شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: حدیث میں: «مَنْ أَحَبَّ» کے الفاظ میں عقیقہ میں اختیار دینا وجوب کو ختم کرتا ہے اور اس کو استحباب پر محمول کرنے کے متقاضی ہے۔^②
- ② حافظ ابن عبد البر کہتے ہیں: اس حدیث میں «مَنْ أَحَبَّ» کے الفاظ میں اشارہ ہے کہ عقیقہ کرنا واجب نہیں، بلکہ سنت مؤکدہ ہے۔^③
- ③ امام مالک رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

«وَلَيْسَتْ الْعَقِيقَةُ بِوَاجِبَةٍ، وَلَكِنَّهَا يُسْتَحَبُّ الْعَمَلُ بِهَا، وَهِيَ مِنَ الْأَمْرِ الَّذِي لَمْ يَزَلْ عَلَيْهِ النَّاسُ عِنْدَنَا»
 ”عقیقہ واجب نہیں، بلکہ مستحب عمل ہے اور ہمارے ہاں ہمیشہ سے لوگ اس پر عمل پیرا رہے ہیں۔“^④

مذہب ثالث:

ابو حنیفہ اور احناف کا مذہب ہے کہ عقیقہ نہ واجب ہے نہ سنت، بلکہ جاہلیت کی ایک رسم ہے۔^⑤

- ① حسن: سنن أبی داؤد: ۲۸۴۴۲، سنن نسائی: ۴۲۱۷، مسند أحمد: ۱۸۲/۲، مستدرک حاکم: ۲۳۸/۴۔ ② نیل الأوطار: ۴۴/۵۔
- ③ التمهيد لابن عبد البر: ۳۱۱/۴۔
- ④ موطأ مالك، كتاب العقيقة، باب الحمل في العقيقة: ۲۹۵۔
- ⑤ نیل الأوطار: ۱۴۱/۵۔ المغنی مع الشرح للکبیر: ۱۲۰/۱۱۔

دلیل:

احناف کی دلیل گزشتہ روایت کے یہ الفاظ ہیں: «لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْعُقُوقَ» (اللہ تعالیٰ لفظ عقوق کو ناپسند کرتے ہیں)۔ احادیث میں تحریف کرنے اور اپنے مذہب کی تقویت کے لیے احادیث کا مفہوم تبدیل کرنے میں احناف کا کوئی ثانی نہیں اور حدیث کے جزء سے معنی مراد لینے کی ایک مثال مذکورہ حدیث ہے، پھر حق تو یہ ہے کہ حدیث رسول کا علم ہونے پر اپنی ہٹ دھرمی چھوڑ دیتے اور علماء و مجتہدین عامی لوگوں کو قول امام کے بجائے قول رسول ﷺ کی اتباع کی دعوت دیتے، لیکن یہاں تو آدے کا آدہ بگڑا ہے، چنانچہ غلام رسول سعیدی بریلوی کی دیدہ دلیری دیکھیے، وہ لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص تقلید محض کی پستی سے نہیں نکلا تو اس کو عقیدہ کرنے سے منع کرنا چاہیے، یا کم از کم یہ کہنا چاہیے کہ عقیدہ مباح ہے اور کار ثواب نہیں اور اس کو یہ نہیں چاہیے کہ امام اعظم کے قول کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال کر یہ کہے کہ امام اعظم کے نزدیک عقیدہ سنت ہے، لیکن سنت مؤکدہ یا سنت ثابتہ نہیں اور اگر وہ میدان تحقیق میں وارد ہے تو اس کو یہ کہنا چاہیے کہ عقیدہ سنت اور مستحب ہے، کیونکہ احادیث صحیح میں اس کا ثبوت ہے اور تمام امت نے ان احادیث کو قبول کیا ہے اور امام اعظم کو یہ احادیث نہیں پہنچیں، ورنہ وہ عقیدہ کو مکروہ نہ کہتے، کیونکہ اس زمانہ میں نشر و اشاعت کے ذرائع اور وسائل اتنے میسر نہیں تھے جتنے اب ہیں، یہاں امام کے قول کے خلاف حدیث پر عمل کرنا تقلید کے خلاف نہیں۔^①

اگر سعیدی صاحب عوام و خواص کو نبوی طریقہ اختیار کرنے کی دعوت دیتے اور عامیوں کو تقلید شخص کی اتھاہ گہرائیوں سے آزادی دلانے کی راہ دکھاتے اور قول امام کی بجائے قول رسول ﷺ کی اتباع کی دعوت دیتے تو کتنا اچھا ہوتا، پھر المیہ یہ ہے کہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے یہ قول ثابت ہی نہیں، ابو حنیفہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: "وَلَا يُعَقُّ عَنِ الْغُلَامِ وَلَا عَنِ

① شرح صحیح مسلم، جلد: ۱/۴۵۔

الْجَارِيَةِ“ ”لڑکے اور لڑکی کی طرف سے عقیقہ نہ کیا جائے۔“^①

راجح موقف:

عقیقہ واجب ہے، یہ موقف راجح اور اقرب الی الصواب ہے، کیونکہ جس حدیث سے جمہور علماء نے عقیقہ کے استحباب کی دلیل لی ہے، اس روایت سے عقیقہ کے استحباب کی دلیل لینا درست نہیں۔ نیز اس روایت سے استدلال کرنے میں جمہور علماء اور احناف افراط و تفریط کا شکار ہوئے ہیں، کیونکہ سیاق حدیث نہ تو عقیقہ کے مکروہ ہونے پر دال ہے اور نہ اس سے عقیقہ کا وجوب ساقط ہوتا ہے، بلکہ اس حدیث میں لفظ عقیقہ کے استعمال کو مکروہ قرار دیا گیا اور اس لفظ کے نام کی تبدیلی پر زور دیا گیا ہے کہ اس کو نسیکہ یا ذبیحہ کہا جائے، کیونکہ لفظ عقوق اور عقیقہ کا مادہ ایک ہے، اور عقوق کا معنی نافرمانی ہے، لہذا اس اشتباہ و مماثلت کا ازالہ مقصود ہے عقیقہ کی کراہت و استحباب مقصود نہیں۔ چنانچہ علامہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ حدیث کی توضیح یوں بیان کرتے ہیں، اس حدیث میں عقیقہ کی توہین اور اس کے وجوب کو ساقط کرنا مقصود نہیں، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محض اس (لفظ عقیقہ) نام کو ناپسند کیا ہے اور یہ پسند فرمایا کہ اس کا اس سے بہتر نام یعنی ”نسیکہ یا ذبیحہ“ وغیرہ ہو۔^②

نیز اس مسئلہ کی مزید وضاحت کے لیے محدث شہیر حافظ عبد اللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ قول فیصل کی حیثیت رکھتا ہے۔ جسے قارئین کی خدمت میں من و عن پیش کیا جاتا ہے۔

سوال عقیقہ واجب ہے یا سنت؟

جواب عقیقہ کے واجب و غیر واجب ہونے میں اختلاف ہے۔ حسن بصری تابعی رحمۃ اللہ علیہ اور ظاہریہ وجوب کے قائل ہیں اور جمہور کہتے ہیں سنت ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ”نہ فرض ہے، نہ سنت۔“ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک

① ضعیف: الجامع الصغير لمحمد بن حسن شيباني، ص: ٥٣٤۔ اس قول کی سند میں محمد بن حسن شيباني ضعیف راوی ہے، تفصیل کے لیے لسان المیزان اور المجرح والتعديل کا مطالعہ کیجیے

② شرح سنن نسائی للسندی: ٤٩٨/٥۔

قربانی کے ساتھ منسوخ ہو گیا ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے یہ بھی روایت ہے کہ یہ جاہلیت کی رسم تھی، اسلام نے اسے مٹا دیا ہے۔ شاید امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو عقیدہ کی احادیث نہ پہنچی ہوں۔ یہ تمام اقوال امام شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الأوطار جلد ۴ ص ۳۶ میں ذکر کیے ہیں، امام شوکانی رحمہ اللہ کا میلان جمہور کے مذہب کی طرف معلوم ہوتا ہے، جمہور کی دلیل جو حدیث پیش کی ہے، اس حدیث میں 'أَحَبُّ' (جو دوست رکھے) کا لفظ چاہتا ہے کہ عقیدہ ضروری نہ ہو، مگر دلیل کمزور ہے، کیونکہ دوسری احادیث سے ضروری ثابت ہوتا ہے، کیونکہ بعض روایتوں میں صیغہ امر آیا ہے۔

﴿أَهْرِيقُوا عَنْهُ دَمًا﴾ ”اس سے خون بہاؤ“ جو وجوب کے لیے ہے اور بعض میں ”رَهِيْنَةً“ کا لفظ آیا ہے۔ جس کا معنی ہے کہ عقیدہ نہ ہو تو بچہ ماں باپ کی شفاعت نہیں کر سکتا، یا عقیدہ ایسے لازمی ہے جیسے کوئی شے گروی ہوتی ہے اور قرض کی ادائیگی کے بغیر چھوٹ نہیں سکتی اور بعض نے اس کے معنی کیے ہیں کہ وہ گروی کی طرح بند ہے۔

جب تک عقیدہ نہ کیا جائے، نہ نام رکھا جائے اور نہ بال اتارے جائیں اور بال اتارنے سے تو چارہ نہیں، پس عقیدہ بھی ضروری ہو گیا اور بعض روایتوں میں ”أَمْرَنَا“ کا لفظ آیا ہے، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عقیدہ کا حکم دیا، اس سے بھی وجوب ثابت ہوتا ہے۔ امام شوکانی رحمہ اللہ نیل الأوطار جلد ۴ میں کہتے ہیں، اگرچہ یہ الفاظ وجوب کے لیے ہیں، مگر ”مَنْ أَحَبَّ“ کا لفظ قرینہ صارفہ ہے، اس لفظ سے ثابت ہوتا ہے کہ الفاظ سے وجوب مراد نہیں، بلکہ امر استحبابی ہے، لیکن امام شوکانی رحمہ اللہ کا یہ کہنا ٹھیک نہیں، کیونکہ امر کا صیغہ یا امر کا لفظ کبھی قرینہ کے ساتھ استحباب کے لیے آ جاتا ہے، لیکن ”مَنْ أَحَبَّ“ کے معنی استحباب کے لیے مشکل ہے، علاوہ اس کے ”رَهِيْنَةً“ کا لفظ استحباب کے لیے تسلی بخش دلیل نہیں، دیکھیے قرآن میں ہے ﴿إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي﴾ ”کہہ دے اگر تم خدا کو دوست

رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔“ اس آیت میں وہی محبت کا لفظ ہے، مگر باوجود اس کے آپ ﷺ کی اتباع ضروری ہے۔ ٹھیک اسی طرح حدیث مذکور کو سمجھ لینا چاہیے، اصل بات یہ ہے جیسے شرط ہوتی ہے ویسے ہی جزا کا حکم ہوتا ہے۔ اللہ کی محبت چونکہ ضروری ہے اس لیے آپ ﷺ کی اتباع بھی ضروری ہے۔ اسی طرح عقیدہ چونکہ ضروری ہے جیسا کہ ابھی بیان ہوا ہے، اس لیے لڑکے کی طرف سے دو بکریاں (یعنی دونوں منہ) ہوں اور لڑکی کی طرف سے ایک ضروری ہے، یعنی کم نہ کرے، ہاں اگر حدیث یوں ہوتی کہ جو عقیدہ کرنا دوست رکھے تو وہ عقیدہ کرے تو پھر، یہ حدیث استحباب کی دلیل بن سکتی تھی اب نہیں علاوہ اس کے محبت کے لفظ سے خلوص مقصود ہے، پس اس صورت میں مطلب یہ ہوگا جو اخلاص سے عقیدہ کرے وہ دو ہم عمر بکریاں لڑکے کی طرف سے کرے اور ایک لڑکی کی طرف سے اور ظاہر ہے کہ اخلاص ضروری ہے، پس عقیدہ خود ہی ضروری ہے۔^①

عقیدہ کے بجائے رقم صدقہ کرنا:

کچھ لوگ عقیدہ کرنے کے بجائے اتنی رقم صدقہ کر دیتے ہیں، لیکن احادیث عقیدہ کی لغوی و شرعی تعریف اور نبی ﷺ کے عمل کی رو سے عقیدہ کا جانور ذبح کرنا لازم ہے، رقم صدقہ کرنے سے عقیدہ نہیں ہوگا۔ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ عقیدہ کی رقم صدقہ کرنے کے بجائے عقیدہ کرنا افضل ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اس پر نص بیان کی ہے اور وہ کہتے ہیں۔ جب عقیدہ کرنے والے کے پاس عقیدہ کرنے کی گنجائش نہ ہو اور وہ قرض لے کر عقیدہ کرے تو مجھے قوی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے احیائے سنت کے عوض بہتر نعم البدل دے گا۔ ابن منذر رحمہ اللہ کا قول ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ کا قول مبنی برحق ہے، کیونکہ سنت کا احیاء اور آپ ﷺ کی اتباع افضل ہے، نیز عقیدہ کے متعلق روایات میں جتنی تاکید آئی ہے، دیگر مسائل میں اتنی تاکید وارد نہیں ہوئی۔ پھر اس ذبیحہ کے بارے نبی ﷺ نے حکم بھی دیا ہے سو ولیمہ اور

① فتاویٰ اہل حدیث، ج، ۲، ص: ۵۴۸، ۵۴۹۔

قربانی کی طرح عقیقہ ذبح کرنے کا اہتمام اولیٰ و افضل ہے۔^①

عقیقہ میں جانور کے عوض گوشت دینا:

عقیقہ میں جانور ذبح کرنے کے بجائے اتنی مقدار میں گوشت تقسیم کرنے سے عقیقہ کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی، کیونکہ عقیقہ میں لڑکے کی طرف سے دو اور لڑکی کی طرف سے ایک جانور ذبح کرنے کا حکم ہے، گوشت تقسیم کرنے سے حکم کی تعمیل نہیں ہوتی، کیونکہ اس سے عقیقہ کا فرض ادا نہیں ہوتا۔

عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

سوال عقیقہ کے لیے جانور ذبح کرنا ضروری ہے یا اس کے عوض گوشت بھی کافی ہے؟
جواب حدیث میں لڑکے کی طرف سے دو جانور اور لڑکی کی طرف سے ایک جانور کا ذکر ہے، اس لیے گوشت کفایت نہیں کر سکتا، کیونکہ گوشت جانور نہیں۔^②

عقیقہ میں کتنے جانور ذبح کیے جائیں؟

عقیقہ میں لڑکے کی طرف سے دو اور لڑکی کی طرف سے ایک جانور ذبح کیا جائے گا، دلائل حسب ذیل ہیں۔

① سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

« أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُمْ، عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ، وَ عَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ »

”بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو) لڑکے کی طرف سے دو ہم مثل بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری (ذبح کرنے) کا حکم دیا۔“^③

① المغنی مع الشرح الكبير : ۱۲۱/۱۱۔

② فتاویٰ اہل حدیث : ۵۴۹/۲۔

③ حسن : جامع ترمذی : ۱۵۱۳، سنن ابن ماجہ : ۳۱۶۳، مسند أحمد : ۳۱/۶۔

② سیدہ ام کرزہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ، وَ عَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ»

”لڑکے کی طرف سے دو ہم مثل بکریاں اور لڑکی کی جانب سے ایک بکری ذبح کی جائے۔“^①

یہ احادیث دلیل ہیں کہ لڑکے کی طرف سے دو جانور اور لڑکی کی طرف سے ایک جانور عقیقہ کیا جائے گا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: یہ احادیث جمہور علماء کے موقف کی دلیل ہیں کہ لڑکے اور لڑکی کے عقیقہ میں فرق ہے۔^②

شافعی، احمد، ابو ثور، ابو داؤد اور امام ظاہری بھی اسی موقف کے قائل ہیں۔^③

لڑکے کی طرف سے ایک جانور ذبح کرنا؟

درج ذیل روایت سے استدلال کیا جاتا ہے کہ لڑکے کی طرف سے ایک جانور کا عقیقہ بھی جائز ہے، سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

«أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ كَبْشًا كَبْشًا»

”بے شک رسول اللہ ﷺ نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے ایک ایک مینڈھا عقیقہ کیا۔“^④

① صحیح : جامع ترمذی، کتاب الأضاحی، باب الأذان فی أذن المولود : ۱۵۱۶،

سنن ابن ماجہ، کتاب الذبائح، باب العقیقہ : ۳۱۶۲۔

② فتح الباری : ۷۳۳/۹۔

③ نیل الأوطار : ۱۴۲/۵۔

④ صحیح : سنن أبی داؤد، کتاب الضحایا، باب فی العقیقہ : ۲۸۴۱، طبرانی کبیر :

۱۱۸۳۸، سنن بیہقی : ۲۹۹/۲۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے مروی روایت میں سیدنا حسن و سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے دو دو مینڈھے ذبح کرنے کا بیان ہے۔

چنانچہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

«عَقَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا بِكَبْشَيْنِ كَبْشَيْنِ»

”رسول اللہ ﷺ نے (عقیدہ میں) حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے دو دو مینڈھے ذبح کیے۔“^①

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ گزشتہ حدیث جس میں سیدنا حسن و سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے ایک ایک مینڈھا ذبح کرنے کا بیان ہے نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: اس حدیث میں یہ دلیل نہیں کہ لڑکے کی طرف سے عقیدہ ایک مینڈھا ذبح کرنا مشروع ہے، کیونکہ ابوالشیخ نے ایک دوسری سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، جس میں (دو دو مینڈھے ذبح کرنے) کا بیان ہے۔ نیز عمرو بن شعیب عن أبیہ عن جدہ کے طریق سے بھی یہی الفاظ منقول ہیں، پھر بالفرض ابو داؤد میں مروی روایت کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس میں لڑکے کی طرف سے عقیدہ میں دو جانور ذبح کرنے کی منصوص روایات کا رد نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوگا کہ لڑکے کی طرف سے ایک جانور ذبح کرنا بھی جائز ہے۔^②

قاضی شوکانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: جس روایت میں سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے عقیدہ میں ایک ایک مینڈھا ذبح کرنے کا بیان ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ جن احادیث میں لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ذبح کرنے کا بیان ہے، وہ زائد الفاظ پر مشتمل ہے، لہذا زائد الفاظ پر مشتمل روایت قبول کے اعتبار سے رائج ہیں، پھر قول فعل سے رائج ہے۔ (اس

① صحیح: سنن نسائی، کتاب العقیدہ، باب کم یعق عن الجاریۃ: ۴۲۲۴۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے ارواء الغلیل: ۳۷۹/۴۔ میں اس روایت کو زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔

② فتح الباری: ۷۳۳/۹۔

اعتبار سے لڑکے کی طرف سے دو جانور ذبح کرنا ہی قرین صواب ہے۔^①
دلائل کی رو سے امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی بات ہی راجح ہے۔

عقیقہ کے جانور:

عقیقہ میں بھیڑ اور بکری ہی کفایت کرتی ہیں، ان کے علاوہ اونٹ گائے وغیرہ کا عقیقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، دلائل حسب ذیل ہیں:

① سیدہ ام کرز رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«عَنِ الْعَلَامِ شَاتَانِ، وَ عَنِ الْجَارِيَةِ وَاحِدَةٌ، لَا يَضُرُّكُمْ ذُكْرَانَا كُنَّ أَوْ إِنَاثَا»

” (عقیقہ میں) لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ہے، بکریوں کا مذکر یا مؤنث ہونا تمہارے لیے نقصان دہ نہیں۔“^②

② سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ

«عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَكْبَشْنِي يَكْبَشْنِي»

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے دو دو مینڈھے ذبح کیے۔“^③

فوائد:

احادیث الباب دلیل ہیں کہ دو جنسوں بھیڑ اور بکری ہی کا عقیقہ مسنون و مشروع ہے، عقیقہ میں گائے اور اونٹ کفایت نہیں کرتے، نیز قول عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اس مفہوم کی تائید کرتا ہے، عبد اللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، سیدنا عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ

① نیل الأوطار: ۱۴۲/۵۔

② صحیح: جامع ترمذی: ۱۵۱۶، سنن ابن ماجہ: ۳۱۶۔

③ صحیح: سنن نسائی: ۴۲۲۴۔

کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا: اے ام المومنین!
 «عَقِيَ عَنْهُ جَزُورًا، فَقَالَتْ: مَعَاذَ اللَّهِ! وَلَكِنْ مَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: شَاتَانِ مُكَافِتَتَانِ»
 ”اس کی طرف سے ایک اونٹ عقیقہ کریں، اس پر انھوں نے کہا: معاذ اللہ! بلکہ
 (ہم وہ ذبح کریں گے) جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے (لڑکے کی طرف
 سے) ایک جیسی دو بکریاں۔“^①

گائے اور اونٹ سے عقیقہ کرنا:

عقیقہ میں گائے اور اونٹ ذبح کرنا ثابت نہیں اور جس روایت میں عقیقہ میں گائے اور
 اونٹ ذبح کرنے کی مشروعیت ہے، وہ موضوع اور من گھڑت روایت ہے۔
 ❁ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 «مَنْ وُلِدَ لَهُ غُلَامٌ فَلْيُعَقِّ مِنَ الْإِبِلِ، أَوِ الْبَقَرِ، أَوِ الْغَنَمِ»
 ”جس کے ہاں لڑکا پیدا ہو وہ (عقیقہ میں) اونٹ، گائے یا بھیڑ بکری ذبح کر۔“^②

عقیقہ کے جانور کی شرائط:

عقیقہ کے جانور میں وہ شرائط نہیں، جو قربانی کے جانور میں ہیں، لیکن مبنی بر احتیاط یہی
 ہے کہ قربانی کی شرائط عقیقہ میں بھی ملحوظ رکھی جائیں، کیونکہ عقیقہ کے جانور کے لیے لفظ

① حسن: سنن بیہقی: ۳۰۱/۹۔ عبد الجبار بن ورد صدوق راوی ہے۔

② موضوع: طبرانی صغیر: ۲۲۹۔ یہ روایت مسلسل بالضعفاء ہے۔

۱۔ امام طبرانی کے استاد ابراہیم احمد بن مرادی واسطی ضعیف ہیں۔

۲۔ عبد الملک بن معروف خیاط مجہول ہے۔

۳۔ مسعدہ بن سہب باہلی کذاب ہے۔

۴۔ حرث بن سائب تمیمی اور حسن بصری کی تدلیس ہے۔

شَاةٌ (بکری) اور کبشُ (مینڈھے) کے الفاظ وارد ہوئے ہیں اور لفظ شَاةٌ کا اطلاق اس بکری پر ہوتا ہے جو بچہ جننے کے قابل ہو، اس طرح کبشُ کا اطلاق پوری عمر کے جوان مینڈھے پر ہوتا ہے، لہذا بکری اور مینڈھے میں پوری عمر کے جوان جانور ذبح کیے جائیں اور وہ جانور نقائص و عیوب سے بھی پاک ہونے چاہئیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کی جانے والی چیز کا نقائص و عیوب سے پاک ہونا افضل ہے۔

عقیدہ کا وقت :

عقیدہ کا مستحب وقت نومولود کی پیدائش کا ساتواں دن ہے، اس سے پہلے عقیدہ مشروع نہیں اور ساتویں دن کے بعد کیا جانے والا عقیدہ قضا ہوگا، ادا نہیں۔

سیدنا سرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«كُلُّ غُلَامٍ رَهِينَةٌ بِعَقِيدَتِهِ، تُذَبِّحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهِ، وَيُخْلَقُ وَيُسَمَّى»
 ”ہر بچہ اپنے عقیدہ کے ساتھ گروی ہے، ساتویں دن اس کی طرف سے (عقیدہ) ذبح کیا جائے، اس کا سر منڈایا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔“^①

فوائد:

یہ حدیث دلیل ہے کہ عقیدہ کا معین وقت پیدائش کا ساتواں دن ہے اور اگر ساتویں دن سے پہلے عقیدہ کیا جائے تو بے موقع ثابت ہوگا اور ساتویں دن کے بعد عقیدہ کا وقت فوت ہو جائے گا، (اس کے بعد عقیدہ قضا ہوگا) اور اگر ساتویں دن سے قبل نومولود فوت ہو جائے تو عقیدہ ساقط ہو جائے گا۔ امام مالک رحمہ اللہ اسی موقف کے قائل ہیں۔^②

یہی موقف رائج ہے، کیونکہ جس روایت میں عقیدہ کے تین دنوں (ساتواں، چودھواں

① صحیح بخاری: ۵۴۷۲، سنن أبو داؤد، کتاب الضحایا، باب فی العقیقة: ۲۸۳۸،

۱۵۲۲، سنن نسائی: ۴۲۳۵، سنن ابن ماجہ: ۲۱۶۵۔

② فتح الباری: ۷۳۶/۹۔ نیل الأوطار: ۱۴۱/۵۔

اور اکیسواں) کا بیان ہے۔ وہ روایت ضعیف ہے۔

✽ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«الْعَقِيقَةُ تُذْبَحُ لِسَبْعٍ، وَلِأَزْبَعِ عَشْرَةٍ، وَلِإِخْدَى وَعَشْرَيْنَ»

”ساتویں، چودھویں اور اکیسویں دن عقیقہ ذبح کیا جائے۔“^①

جو شخص عقیقہ کرنے کی طاقت نہ رکھے:

جو شخص عقیقہ کی طاقت نہ رکھے تو اس کے والد اور رشتہ داروں کو چاہیے کہ اس فریضہ کی ادائیگی میں تعاون کریں اور اگر کوئی آدمی کسی نادار و مفلس کی طرف سے عقیقہ کا فریضہ انجام دے تو یہ عمل جائز و مباح ہے، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ سے سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ کرنا ثابت ہے، پھر اگر نادار و مفلس آدمی سے تعاون کی کوئی راہ نہ نکلے اور وہ خود بھی عقیقہ کا بوجھ برداشت نہ کر سکے تو وہ معذور ہے اور ترک فریضہ پر گناہ گار نہیں ہوگا، دلائل درج ذیل ہیں:

① ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرة: ۲۸۶]

”اللہ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔“

② مزید فرمایا:

﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾

”تم اللہ سے ڈرو جتنی تم میں طاقت ہے۔“ [التغابن: ۱۶]

③ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ، فَأَتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ»

① ضعیف: سنن بیہقی: ۳۰۳/۹، طبرانی کبیر: ۵۰۳۹، طبرانی صغیر: ۷۲۴
اسماعیل بن مسلم ضعیف اور قتادہ بن دعامہ کی تدلیس ہے۔

”جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو حسب طاقت اس پر عمل کرو۔“^①

ایک غلط رسم کا رواج:

موجودہ معاشرہ میں مذہبی و غیر مذہبی گھرانوں میں جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو بیٹے کی ولادت پر بالخصوص اور بیٹی کی پیدائش پر شاذ و نادر عزیز و اقارب اور یار دوست اصرار کرتے ہیں کہ اس خوشی کے موقع پر منہ میٹھا کراؤ، چنانچہ اس پر مسرت موقع پر امیر و غریب سبھی لوگ منوں مٹھائی تقسیم کرتے ہیں اور قرض بھی اٹھانا پڑے تو قرض لینے سے گریز نہیں کرتے، لیکن عقیدہ کی طرف توجہ دلائی جائے تو اکثریت لیت و لعل اور حیلے بہانے سے اس فریضہ کو ٹالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یاد رکھیے! ہزاروں کی مٹھائی تقسیم کرنے سے نہ تو شرعی اعتبار سے اس کا کوئی فائدہ ہوتا ہے اور نہ فریضہ عقیدہ ساقط ہوتا ہے، لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ لوگوں کو عقیدہ کی اہمیت سے آگاہ کیا جائے اور رشتہ داروں اور یار دوستوں کو اس خوشی میں مدعو کرنا ہے تو عقیدہ کا اہتمام کیا جائے، یوں عقیدہ کا فریضہ بھی ادا ہو جائے گا، تعلق داروں کی دعوت بھی ہو جائے گی اور مٹھائی وغیرہ کی تقسیم سے خرچہ بھی کہیں کم آئے گا۔
(واللہ الموفق)

کیا آدمی اپنا عقیدہ خود کر سکتا ہے؟

جس شخص کی طرف سے عقیدہ نہ کیا گیا ہو، وہ بلوغت کے بعد از خود عقیدہ کر سکتا ہے، کیونکہ نو مولود ہمیشہ گردی چیز کی طرح ہے، تا وقتیکہ اس کا عقیدہ نہ کیا جائے، لہذا خود کورہن سے نکلوانے کے لیے بڑی عمر کا شخص بھی عقیدہ کر سکتا ہے۔

البتہ جن روایات سے بڑی عمر کے شخص کے عقیدہ کرنے کے جواز کی دلیل لی جاتی ہے، وہ روایات ضعیف ہیں۔

① سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

① بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الإفتداء بسنن رسول اللہ ﷺ : ۷۲۸۸، صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرة فی العمر : ۱۳۳۷۔

« أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَّ عَنْ نَفْسِهِ بَعْدَ مَا بُعِثَ نَبِيًّا »
 ”بلاشبہ نبی کریم ﷺ نے نبی مبعوث ہونے کے بعد اپنی طرف سے عقیقہ کیا۔“^①

② محمد بن سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« لَوْ أَعْلِمُ أَنَّهُ لَمْ يُعَقَّ عَنِّي لَعَقَقْتُ عَنْ نَفْسِي »
 ”اگر مجھے معلوم ہو کہ میرا عقیقہ نہیں ہوا تو میں خود اپنا عقیقہ کروں۔“^②

عقیقہ کا جانور ذبح کرتے وقت کے مسنون کلمات:

عام جانور کو ذبح کرنے کی طرح عقیقہ کے جانور کو ذبح کرتے وقت بھی بسم اللہ یا بسم اللہ اکبر کہنا مشروع ہے۔ اس کے علاوہ عقیقہ ذبح کرتے وقت آئندہ کلمات کا اہتمام مسنون نہیں۔

❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

« يُعَقُّ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ ، وَ عَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ ، قَالَتْ عَائِشَةُ : فَعَقَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ شَاتَيْنِ شَاتَيْنِ يَوْمَ السَّابِعِ ، وَ أَمَرَ أَنْ يُمَاطَ عَنْ رَأْسِهِ الْأَذَى ، وَقَالَ : اذْبَحُوا عَلَى اسْمِهِ وَ قُولُوا : بِسْمِ اللَّهِ ، اللَّهُ أَكْبَرُ ، اَللَّهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ ، هَذِهِ عَقِيْقَةُ فُلَانٍ »

”لڑکے کی طرف سے دو ہم مثل بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری عقیقہ کی جائے گی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے عقیقہ میں

① ضعیف : مسند بزار : ۱۲۳۷ ، مصنف عبد الرزاق : ۷۹۶۰ ، سنن بیہقی : ۳۰۰/۹ ،

طبرانی اوسط : ۹۹۸۔ مسند بزار، مصنف عبد الرزاق، سنن بیہقی کی سند میں عبد اللہ بن عمر متروک راوی ہے اور طبرانی اوسط میں عبد اللہ بن الحسن ابوالحسن ضعیف راوی ہے۔

② ضعیف : مصنف ابن ابی شیبہ : ۵۳۰/۵ [حفص بن غیاث کی تالیس ہے۔

حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے ساتویں دن دو دو بکریاں ذبح کیں اور آپ ﷺ نے ان کے سروں سے میل کچیل دور کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: اللہ کے نام پر (عقیقہ) ذبح کرو اور (یہ کلمات) کہو: ”بِسْمِ اللّٰهِ، اللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ هَذِهِ عَقِيْقَةُ فُلَانٍ“ بسم اللہ، اللہ اکبر، اے اللہ، یہ تیری طرف سے اور تیرے لیے ہے۔ یہ فلاں شخص کا عقیقہ ہے۔“ ①

عقیقہ کے جانور کی ہڈیاں توڑنا:

عقیقہ کے جانور کا گوشت بناتے وقت اس کی ہڈیاں توڑنا مکروہ فعل نہیں ہے، بلکہ عام ذبیحہ کی طرح اس کی ہڈیاں توڑنا اور گوشت بنانا جائز و مباح ہے۔ لیکن کچھ لوگ آئندہ روایت کو پیش نظر رکھتے ہوئے، عقیقہ کی ہڈیاں توڑنا مکروہ خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گوشت کے پورے پورے اعضا بکھرے کرنا چاہئیں اور اس میں یہ نیک شگون کارفرما ہے کہ اس عمل سے بچہ سالم الاعضاء رہے گا، یہ نظریہ سراسر باطل ہے کیونکہ روایت ضعیف ہے۔

❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

« عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَيْنِ ، وَ عَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ ، تُقَطَّعُ جَذْوَلَا وَلَا يُكْسَرُ لَهَا عَظْمٌ »

”لڑکے کی طرف سے دو برابر بکریاں ہیں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ہے، عقیقہ کا گوشت بناتے وقت اس کے اعضا کاٹے جائیں اور اس کی ہڈی نہ توڑی جائے۔“ ②

اس حدیث میں یہ الفاظ مدرج ہیں، جیسا کہ سنن بیہقی (۳۰۲/۹) میں اس کی صراحت

① ضعیف : مسند أبو یعلیٰ : ۴۵۲۱، سنن بیہقی : ۳۰۳/۹، ۳۰۴، مصنف عبد

الرزاق : ۷۹۶۳۔ ابن جریر کی تدلیس ہے۔

② شاذ : مستدرک حاکم : ۲۳۸/۴۔

موجود ہے کہ یہ عطاء بن ابی رباح کا قول ہے، پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرنے والے دیگر رواۃ زائد الفاظ کا ذکر نہیں کرتے، چنانچہ عبدالملک بن ابی سلیمان صدوق اور کثیر الادہام راوی ہے، لہذا اس کے وہم کی وجہ سے یہ الفاظ مرفوع حدیث میں داخل کر دیے گئے۔

عقیقہ کے گوشت کا مصرف:

ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ عقیقہ کا گوشت کھانے، صدقہ کرنے اور ہدیہ کرنے میں قربانی کے مثل ہے، شافعی کا بھی یہی مذہب ہے اور ابن سیرین رحمہ اللہ کہتے ہیں: عقیقہ کرنے والے کو اس کے گوشت میں اختیار ہے، وہ اپنی مرضی سے اس میں تصرف کر سکتا ہے۔^① لہذا عقیقہ کرنے والے کے لیے مستحب طریقہ یہ ہے کہ وہ عقیقہ کا گوشت خود بھی کھائے، عزیز و اقارب کو بھی کھلائے اور فقراء و مساکین پر صدقہ بھی کرے۔

عقیقہ کے سری پائے صدقہ کرنا:

عامۃ الناس میں یہ بات رائج ہے کہ عقیقہ میں چونکہ بچے کے سر کا صدقہ دیا جاتا ہے، اس لیے عقیقہ کے جانور کا بالخصوص سر اور بالعموم پائے خود استعمال نہیں کرنے چاہئیں اور ان چیزوں کو صدقہ کرنا لازم ہے۔ دلی پسندنا پسند کو شریعت میں کتاب و سنت میں داخل کرنے کی جسارت نہیں کرنی چاہیے، بلکہ سری پاؤں کا حکم عام گوشت کے حکم کی مثل ہے، انھیں خود بھی استعمال کیا جاسکتا ہے اور صدقہ وغیرہ کرنا بھی جائز و مباح ہے۔

عقیقہ کے موقع پر رسم مہندی:

بعض لوگ عقیقہ کی خوشی میں چراغاں کرتے، مہندی کا اہتمام کرتے اور ناچ گانے کی تقریب کا انعقاد کرتے ہیں، یہ عمل سراسر خلاف شریعت اور رب تعالیٰ کی ناراضی کا باعث ہے، اس لیے اس سے اجتناب کرنا چاہیے اور عقیقہ کے مسنون طریقہ پر عمل کو اختیار کرنا چاہیے۔

① المغنی مع الشرح الكبير: ۱۱/۱۲۴۔

فضیلۃ الشیخ مبشر احمد ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ:

سوال کیا عقیقہ کے موقع پر مہندی لگانا احادیث سے ثابت ہے؟

جواب اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں عبادات و معاملات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ اپنانے کا پابند بنایا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ کیا، لیکن اس موقع پر آپ کی خواتین اور دیگر صحابیات کے بارے میں کہیں بھی ثابت نہیں کہ انہوں نے مہندی، گانا بجانا، طبلے سارنگیاں وغیرہ جیسی محرکات کا ارتکاب کیا ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک رسم ہے اور اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، عقیقہ کا صحیح ثواب تب ملے گا، جب اسے سنت رسول کے مطابق کیا جائے، حدیث نبوی ہے:

« مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ »

”جس نے ایسا عمل کیا جس پر ہمارا امر نہیں تو وہ مردود ہے۔“^①

لہذا ایسا عمل کبھی بھی اللہ کے ہاں درجہ قبولیت تک نہیں پہنچتا جو شرع کے خلاف ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے بعید ہو۔^②



① مسلم، کتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة و رد محدثات الأمور : ۱۷۱۸۔

② أحكام و مسائل از مبشر احمد ربانی : ۵۲۹۔



عشرہ ذی الحجہ کے فضائل و مسائل

ذوالحجہ کا مہینہ اسلامی تاریخ میں ممتاز اہمیت کا حامل ہے اور بعض خصائص کی وجہ سے اس کی اہمیت دیگر مہینوں سے زیادہ ہے، ملاحظہ فرمائیے:

① حرمت کا مہینا:

ذوالحجہ حرمت والا مہینا ہے۔ اس اعتبار سے اس کا احترام کرنا، باہمی جنگ و جدل سے گریز کرنا، حتیٰ کہ اگر دشمن حملہ آور نہ ہو تو ان سے بھی جنگ میں پہل کرنا حرمت والے مہینوں میں جائز نہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَدِيمُ ۚ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً ۚ كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ﴾ [التوبة: ۳۶]

”بے شک مہینوں کی گنتی، اللہ کے نزدیک، اللہ کی کتاب میں بارہ مہینے ہیں، جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔ یہی سیدھا دین ہے۔ سو ان میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے ہر حال میں لڑو، جیسے وہ ہر حال میں تم سے لڑتے ہیں اور جان لو کہ اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔“



یہ آیت دلیل ہے کہ چار مہینے حرمت والے ہیں۔ ان مہینوں کی وضاحت اس حدیث میں بیان ہوئی ہے۔

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ الزَّمَانَ قَدْ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ، السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثُ مُتَوَالِيَاتٍ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ»

”زمانہ گھوم کر (مہینوں کی ترتیب کی) اس ہیئت میں آ گیا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا۔ سال بارہ مہینے کا ہے جن میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ تین مہینے ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم لگاتار ہیں اور چوتھا مہینا رجب جو جمادی (الآخرۃ) اور شعبان کے درمیان ہے۔“^①

② حج کا مہینا:

ماہ ذوالحجہ کو اس اعتبار سے بھی فوقیت حاصل ہے کہ یہ حج کا مہینا ہے اور مسلمانوں کا مقدس فریضہ حج اس ماہ ادا کیا جاتا ہے اور دنیا بھر کے مسلمان حج کی ادائیگی کے لیے مکہ مکرمہ کا رخ کرتے ہیں۔

③ ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن:

ذوالحجہ کے ابتدائی دس ایام خاص اہمیت کے حامل ہیں اور ان دنوں میں فرائض و نوافل اور نیک اعمال کا اجر و ثواب باقی ایام میں کی جانے والی عبادات سے افضل و برتر ہے۔
دلائل حسب ذیل ہیں:

① فرمان باری تعالیٰ ہے:

① صحیح بخاری: ۴۶۶۲۔

﴿وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾ [الفجر : ۲۰۱]

”فجر کی قسم اور دس راتوں کی قسم۔“

اکثر مفسرین کے نزدیک یہاں دس راتوں سے مراد ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن ہیں جن کی مزید فضیلت اس حدیث میں ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

« مَا الْعَمَلُ فِي أَيَّامِ الْعَشْرِ أَفْضَلَ مِنْهَا فِي هَذِهِ، قَالُوا: وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟ قَالَ: وَلَا الْجِهَادُ إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَزِجْ بِشَيْءٍ »

”ذوالحجہ کے دس دنوں سے افضل کوئی عمل نہیں۔“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ”کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جہاد بھی نہیں مگر وہ شخص جو اس حال میں نکلا کہ اس نے اپنی جان اور مال کو خطرہ میں ڈالا پھر کچھ بھی ساتھ لے کر نہ پلٹا۔“^①

نوائد:

- ① معلوم ہوا کہ عشرہ ذی الحجہ میں کیے گئے اعمال کا ثواب دیگر دنوں کے اعمال سے زیادہ ہے۔ لہذا ان ایام میں عبادت، نوافل، نفلی روزوں اور اذکار کا زیادہ اہتمام کرنا چاہیے۔
- ② البتہ ایسا مجاہد جو مال و جان لے کر غلبہ اسلام کے لیے دشمنانِ دین کے خلاف برسرِ پیکار ہے اور راہِ جہاد میں تن من دھن قربان کر دے، اس کا یہ عمل عشرہ ذی الحجہ میں کیے گئے عمل کے برابر یا اس سے افضل ہے۔

عشرہ ذی الحجہ کے فضائل کے متعلق ضعیف روایات:

عشرہ ذی الحجہ کے متعلق کتاب و سنت سے صحیح دلائل پیچھے بیان ہو چکے ہیں۔ البتہ ان

ایام کے فضائل میں کچھ ضعیف و موضوع روایات بھی ہیں۔ جنہیں بیان کرنے اور ضبط تحریر میں لانے سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ ضعیف اور موضوع روایت سے نہ تو کوئی فضیلت و منقبت ثابت ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی شرعی مسئلہ کشید ہوتا ہے، بلکہ نبی ﷺ کی طرف جھوٹی روایت منسوب کرنے کی وجہ سے واعظ و مبلغ گناہ گار اور شدید وعید کا مرتکب ٹھہرتا ہے۔ ذیل میں عشرہ ذی الحجہ کے فضائل کے متعلق کچھ ضعیف و موضوع روایات پیش خدمت ہیں:

① سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ صَامَ الْعَشَرَ فَلَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ صَوْمٌ شَهْرٍ، وَلَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ التَّزْوِيَّةُ سَنَةً وَلَهُ بِصَوْمِ يَوْمٍ عَرَفَةَ سَنَتَانِ »

”جس نے عشرہ ذی الحجہ کے روزے رکھے، اس کے لیے ہر دن کے عوض ایک مہینے کے روزوں، یوم ترویہ (آٹھ ذی الحجہ) کے بدلے ایک سال کے روزوں اور یوم عرفہ کے بدلے دو سال کے روزوں کا ثواب ہے۔“

② سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

« مَا مِنْ أَيَّامٍ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ أَنْ يُتَعَبَّدَ لَهُ فِيهَا مِنْ عَشْرِ ذِي الْحِجَّةِ يَعْدِلُ صِيَامُ كُلِّ يَوْمٍ مِنْهَا بِصِيَامِ سَنَةٍ وَ قِيَامُ كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْهَا بِقِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ »

① کتاب الموضوعات لابن الجوزی : ۱۱۳۷۔ یہ حدیث موضوع ہے جیسا کہ ابن جوزی نے اسے ”الموضوعات“ میں بیان کیا ہے۔ حافظ ابن جوزی بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ سلیمان حمی کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں محمد بن سائب کلبی کذاب راوی ہے۔ (کتاب الموضوعات : ۵۶۶/۲) امام بخاری کہتے ہیں: ”کلبی کو یحییٰ بن معین اور عبد الرحمن بن مہدی نے متروک قرار دیا ہے۔“ اس کے بعد امام بخاری علی بن یحییٰ عن سفیان کی سند سے بیان کرتے ہیں کہ سفیان نے بیان کیا کہ مجھے کلبی نے کہا: کل ما حدثتک عن أبی صالح فهو کذب..... ”میں تجھے ابو صالح سے جو بھی حدیث بیان کروں وہ جھوٹ ہے۔“ (میزان الاعتدال : ۵۷۷/۳) اور سند مذکور میں کلبی ابو صالح سے روایت کر رہے ہیں جو ان کی اپنی زبانی کذب و افتراء ہے۔

”عشرہ ذی الحجہ سے بڑھ کر کوئی ایسے ایام نہیں جن میں عبادت اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہو۔ ان میں ہر دن کا روزہ سال کے روزوں کے برابر اور ان میں سے ہر رات کا قیام لیلۃ القدر کے قیام کے برابر ہے۔“^①

③ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

« أَنْ شَابًا كَانَ صَاحِبَ سَمَاعٍ وَ كَانَ إِذَا أَهَلَ هِلَالَ ذِي الْحِجَّةِ أَصْبَحَ صَائِمًا، فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: « مَا يَحْمِلُكَ عَلَى صِيَامِ هَذِهِ الْأَيَّامِ ؟ » قَالَ: يَا أَبْنِي وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّهَا أَيَّامُ الْمَشَاعِرِ وَأَيَّامُ الْحَجِّ عَسَى اللَّهُ أَنْ يُشْرِكَنِي فِي دُعَائِهِمْ، فَقَالَ: « لَكَ بِكُلِّ يَوْمٍ تَصُومُهُ عَذْلُ مِائَةِ رَقَبَةٍ تُعْتِقُهَا، وَ مِائَةِ بَدَنَةٍ تُهْدِيهَا إِلَى بَيْتِ اللَّهِ، وَ مِائَةِ فَرَسٍ تَحْمِلُ عَلَيْهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ فَذَلِكَ عَذْلُ أَلْفِ رَقَبَةٍ، وَ أَلْفِ بَدَنَةٍ وَ أَلْفِ فَرَسٍ تَحْمِلُ عَلَيْهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَ صِيَامِ سَتَيْنِ قَبْلَهَا وَ سَتَيْنِ بَعْدَهَا »

”ایک نوجوان موسیقی کا رسیا تھا لیکن جب ذوالحجہ کا چاند طلوع ہوتا تو وہ روزہ رکھنا شروع کر دیتا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے بلایا اور پوچھا: ”ان دنوں کے روزوں پر تجھے کون سی چیز آمادہ کرتی ہے؟“ اس نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ یہ مناسک حج کے دن ہیں۔ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ مجھے ان (حجاج) کی دعا میں شامل کر لے۔“ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

① جامع ترمذی: ۷۵۸- سنن ابن ماجہ: ۱۷۲۸- شعب الایمان للبیہقی: ۳۷۵۷- مسند ابی عوانہ: ۳۰۲۱- سلسلة الضعيفة: ۵۱۴۲- یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں مسعود بن واصل اور نہاس بن قہم ضعیف راوی ہیں۔

”تیرے لیے ہر دن کے بدلے جو تو روزہ رکھتا ہے سو گردن آزاد کرنے، سوانٹ قربانی کے جو تو بیت اللہ کی طرف قربانی کے لیے بھیجے اور سو گھوڑے جو تو راہ جہاد میں سواری کے لیے پیش کرے کے برابر ثواب ہے اور جب ترویہ (آٹھ ذوالحجہ) کا دن ہو (اس دن کے روزے کا ثواب) ایک ہزار گردن، ایک ہزار قربانی کے اونٹ اور ایک ہزار گھوڑے جو تو راہ جہاد میں سواری کے لیے وقف کرے، کے برابر ثواب ہے اور عرفہ (نو ذوالحجہ) کا دن یہ (اس دن کے روزے کا اجر) دو ہزار گردن آزاد کرنے، دو ہزار اونٹ قربان کرنے اور دو ہزار گھوڑے جو جہاد کے لیے وقف ہیں، کے برابر اور دو سال کے گزشتہ روزوں اور دو سال کے آئندہ روزوں کے برابر اجر و ثواب ہو گا۔“^①

عشرہ ذی الحجہ اور رمضان المبارک کا آخری عشرہ؟

ان دونوں عشروں کی افضلیت کے متعلق کتاب و سنت میں متعدد دلائل آتے ہیں ان میں سے افضل عشرہ کون سا ہے تو اس بارے صحیح اور درست موقف یہ ہے کہ سال بھر کے دنوں سے عشرہ ذی الحجہ افضل ہے اور سال بھر کی راتوں میں سے رمضان کی آخری دس راتیں افضل ہیں۔ اس بارے میں امام ابن تیمیہ کا فتویٰ بڑا ممد و معاون ہے:

سوال عشرہ ذی الحجہ اور رمضان کے آخری عشرہ میں سے کون سا عشرہ افضل ہے؟

جواب ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن، رمضان کے آخری دس دنوں سے افضل ہیں اور رمضان کے آخری عشرہ کی راتیں ذوالحجہ کی دس راتوں سے افضل ہیں۔

① کتاب الموضوعات : ۵۶۰/۲۔

امام ذہبی کہتے ہیں: ”یہ حدیث موضوع کی قبیل ہے اور اس کا راوی محمد بن عمر المحرمی بہت ہی جھوٹا شخص ہے۔“ محمد بن عمر المحرمی متروک و کذاب راوی ہے۔

ابو حاتم کہتے ہیں: ”یہ بہت ہی کمزور راوی ہے اور ابن معین کہتے ہیں، یہ حدیث میں کچھ حیثیت کا مالک نہیں۔“ [میزان الاعتدال : ۳/۶۶۹]

حافظ ابن قیم بیان کرتے ہیں: ”جب فاضل اور سمجھ دار شخص اس جواب پر غور و خوض کرے گا تو وہ اسے شافی و کافی پائے گا کیونکہ ذوالحجہ کے دس دنوں کے علاوہ ایام کے اعمال اللہ تعالیٰ کو دس ذوالحجہ کے اعمال سے زیادہ محبوب نہیں اور ان ایام میں یوم عرفہ، یوم نحر اور یوم ترویہ بھی ہیں (جو خاص فضیلت کے حامل ہیں) اور رمضان کی آخری دس راتیں شب بیداری کی راتیں ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ رات بھر عبادت کیا کرتے تھے اور ان راتوں میں شب قدر بھی۔ چنانچہ جو شخص اس تفصیل کے بغیر جواب دے گا، اس کے لیے ممکن نہیں کہ وہ صحیح دلیل پیش کر سکے۔“^①

عرفہ کے روزہ کی فضیلت:

عرفہ کا روزہ انتہائی فضیلت کا حامل ہے کہ اس دن کے روزہ سے دو سالوں، ایک سال گزشتہ اور سال آئندہ کے گناہ معاف ہوتے ہیں، لہذا اس دن کے روزہ کا اہتمام کرنا انتہائی مستحب عمل ہے۔ سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

« صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللَّهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ »

”میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ عرفہ کے دن کا روزہ دو سال ایک سال گزشتہ اور ایک آئندہ سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔“

فوائد:

علمائے کرام بیان کرتے ہیں کہ عرفہ کا روزہ دو سال کے گناہوں کا کفارہ بنتا ہے، سے مراد صغیرہ گناہ ہیں۔ اگر صغیرہ گناہ نہ ہوں تو کبائر میں تخفیف واقع ہوتی ہے اور اگر روزہ دار

① مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ : ۲۸۷/۲۵۔

② صحیح مسلم : ۱۱۵۶۲۔ سنن أبی داؤد : ۲۴۲۰۔ جامع ترمذی : ۷۴۹۔ سنن

ابن ماجہ : ۱۷۱۳۔

صغائر و کبار سے پاک ہو تو اس مناسب سے درجات بلند ہوتے ہیں۔ چنانچہ ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ المصابیح میں امام الحرمین کا قول بیان کرتے ہیں: ”عرفہ کا روزہ صغیرہ گناہ مٹاتا ہے۔“

قاضی عیاض کہتے ہیں: ”اہل السنۃ والجماعۃ بھی اسی موقف کے قائل ہیں۔ البتہ کبیرہ گناہ توبہ یا رحمت الہی ہی سے مٹتے ہیں۔ پھر اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عرفہ کا روزہ اگلے سال کے گناہوں کا کفارہ کیسے بنتا ہے، حالانکہ اس سال کے گناہ تو آدھی پر ہوتے ہی نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس روزہ دار کو آئندہ سال گناہوں سے محفوظ رکھے گا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے رحمت اور ثواب سے اس قدر نوازے گا کہ یہ رحمت و ثواب گزشتہ و آئندہ سال کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔“^①

ذوالحجہ کے نوروزے رکھنا:

ذوالحجہ کے ابتدائی نو دنوں کے روزے رکھنا نبی کریم ﷺ کی سنت اور مستحب عمل ہے، لہذا ان دنوں کے روزوں کا اہتمام مشروع ہے۔

بعض امہات المومنین سے مروی ہے:

« أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصُومُ تِسْعَ ذِي الْحِجَّةِ وَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ ، وَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ، أَوَّلَ اثْنَتَيْنِ مِنَ الشَّهْرِ وَالْخَمِينَسِ »

”بلاشبہ نبی ﷺ ذوالحجہ کے (پہلے) نو دن کا، دس محرم کا، ہر مہینے تین دن اور مہینے

① تحفة الأحوذی : ۳/۳۷۷۔

② صحیح : سنن ابی داؤد : ۲۴۳۷۔ سنن نسائی : ۲۴۱۹۔

اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور ہبیدہ بن خالد صحابی اور ان کی زوجہ محترمہ صحابیہ ہیں، لہذا ان کا غیر معروف ہونا قادر نہیں۔

کی پہلی سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھا کرتے تھے۔“

ایک تعارض اور اس کا حل:

مذکورہ بالا حدیث دلیل ہے کہ ذوالحجہ کے ابتدائی نو دنوں کے روزے رکھنا مسنون و مستحب عمل ہے۔ لیکن اس بیان کردہ حدیث کے معارض سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث ہے۔
 « مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَائِمًا فِي الْعَشْرِ قَطُّ »
 میں نے رسول اللہ ﷺ کو ذوالحجہ کے دس دنوں میں کبھی بھی روزہ کی حالت میں نہیں دیکھا۔^①

اس تعارض کا حل امام نووی رحمہ اللہ یوں پیش کرتے ہیں:

”علماء بیان کرتے ہیں کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے وہم پیدا ہوتا ہے کہ عشرہ ذوالحجہ کے روزے مکروہ ہیں، یہاں عشرہ ذوالحجہ سے مراد ذوالحجہ کے ابتدائی نو دن ہیں۔ یہ مفہوم کشید کرنے سے ان روزوں کی کراہت ثابت نہیں ہوتی بلکہ ان دنوں کے روزے بہت مستحب ہیں۔ بالخصوص نو ذی الحجہ یعنی عرفہ کا روزہ تو خاص استحباب کا حامل ہے۔ اس کی فضیلت کے متعلق احادیث گزر چکی ہیں اور صحیح بخاری میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”عشرہ ذی الحجہ کے مقابلے میں باقی ایام کی عبادات افضل نہیں۔“ (یہ روایت دلیل ہے کہ دیگر عبادات کی طرح ان دنوں کے روزے بھی افضل و مستحب ہیں۔)“

حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ ﷺ نے عشرہ ذوالحجہ کے روزے نہیں رکھے، سے یہ مفہوم اخذ کیا جائے گا کہ (ہو سکتا ہے کہ) آپ ﷺ نے کسی عارضے مرض یا سفر وغیرہ کی وجہ سے ان دنوں کے روزے نہ رکھے ہوں یا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو ان دنوں میں روزے سے نہ دیکھا ہو اور ان کی نفی سے حقیقت میں روزوں کی نفی لازم نہیں آتی

کیونکہ ان روزوں کے اثبات پر سنن ابی داؤد اور سنن نسائی کی یہ روایت بھی دال ہے کہ رسول اللہ ﷺ ذوالحجہ کے روزے رکھا کرتے تھے۔^①

کیا عرفہ کا روزہ مکہ مکرمہ کی تاریخ کے مطابق رکھا جائے؟

عرفہ کا روزہ سعودی تاریخ کے مطابق رکھا جائے یا ہر علاقے کے لوگ قمری تاریخ کے اعتبار سے نو ذی الحجہ کا روزہ رکھیں۔ موجودہ دور میں یہ ایک مصنوعی اشکال پیدا کر کے یوم عرفہ کی تعیین میں شکوک و شبہات پیدا کرنے اور یوم عرفہ کی تعیین کی آڑ میں اس مقدس روزہ کو ایک پیچیدہ مسئلہ بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ حالانکہ اس موقف کے قائل علماء رمضان کے روزوں، دیگر نقلی روزوں اور شب قدر کی تعیین میں تو قمری تقسیم کو تسلیم کرتے ہیں لیکن یوم عرفہ سے دھوکا کھا کر اس کو سعودی تاریخ سے نتھی کرنے کی فضول کوشش کی جاتی ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس موقف کو تسلیم کر لیا جائے تو تمام اسلامی دنیا سعودی یوم عرفہ کے مطابق روزہ رکھ ہی نہیں سکتی، کیونکہ مشرقی ممالک میں سحری سعودی وقت سے دو یا تین گھنٹے قبل شروع ہوتی ہے اور افطاری بھی ان سے پہلے ہوتی ہے۔ اسی مناسبت سے تو مشرقی لوگ سعودی تاریخ کے مطابق روزہ رکھ ہی نہیں سکتے اور بعض مغربی ممالک میں قمری تاریخ سعودی تاریخ سے آگے ہے۔ چنانچہ مکہ مکرمہ میں جب یوم عرفہ ہوتا ہے تو وہاں عید الاضحیٰ منائی جا رہی ہوتی ہے تو اس غیر منصفانہ تقسیم سے تو مغربی ممالک کے مسلمان یوم عرفہ کے روزہ کی فضیلت ہی سے محروم رہیں گے کیونکہ عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا ممنوع ہے۔ اس اعتراض کا مزید تشفی بخش جواب آئندہ فتاویٰ میں ملاحظہ کریں:

حافظ عبدالستار رحمہ اللہ کا فتویٰ:

سوال سیف الرحمن صدیقی سوال کرتے ہیں کہ عرفہ کا روزہ نویں ذی الحجہ کو رکھنا چاہیے یا جس دن مکہ میں عرفہ کا دن ہوتا ہے؟ خواہ ہمارے ہاں ذوالحجہ کی سات یا آٹھ تاریخ ہو۔

جواب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”یومِ عرفہ کا روزہ رکھنے سے گزشتہ اور آئندہ سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔“^①

رسول اللہ ﷺ رسولِ رحمت ہیں اور آسان دین لے کر آئے ہیں۔ اس رحمت اور آسانی کا تقاضا یہ ہے کہ عرفہ کا روزہ نویں ذی الحجہ کو رکھا جائے۔ سعودیہ میں یومِ عرفہ کے ساتھ اس کا مطابق ہونا ضروری نہیں، اس کی درج ذیل وجوہات ہیں:

① میں نے علامہ البانی کی تصانیف میں خود اس روایت کو دیکھا ہے، لیکن اب اس کا حوالہ متحضر نہیں، اس روایت میں یومِ عرفہ کے ایومِ التاسع کے الفاظ ہیں، جس کا معنی یہ ہے کہ نویں ذی الحجہ کا روزہ رکھا جائے۔

② تیسرے اور رحمت کا تقاضا اس طرح ہے کہ اس اُمت کو عبادت کی بجا آوری میں اپنے احوال و ظروف سے وابستہ کیا گیا ہے۔ اگرچہ ہم سائنسی دور سے گزر رہے ہیں لیکن آج سے چند سال قبل معلومات کے یہ ذرائع میسر نہ تھے، جن سے سعودیہ میں یومِ عرفہ کا پتا لگایا جاسکتا، اب بھی دیہاتوں اور دور دراز کے باشندوں کو کیسے پتا چلے گا کہ سعودیہ میں یومِ عرفہ کب ہے تاکہ وہ اس دن روزے کا اہتمام کریں۔ لہذا اپنے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے نویں ذی الحجہ کا تعین کر کے عرفہ کا روزہ رکھ لیا جائے۔

③ روئے زمین پر ایسے خطے موجود ہیں کہ سعودیہ کے لحاظ سے یومِ عرفہ کے وقت وہاں رات ہوتی ہے، ان کے لیے روزہ رکھنے کا کیا اصول ہوگا؟ اگر انہیں عرفہ کے وقت روزہ رکھنے کا پابند کیا جائے تو وہ رات کا روزہ رکھیں گے حالانکہ رات کا روزہ شرعاً ممنوع ہے اور اگر وہ اپنے حساب سے روزہ رکھیں گے تو عرفہ کا وقت ختم ہو چکا ہوگا، اس لیے آسانی اسی میں ہے کہ اپنے حالات و ظروف کے اعتبار سے روزہ رکھا جائے۔

④ ہمارے ہاں پاکستان میں یومِ عرفہ کو سات یا آٹھ ذی الحجہ ہوتی ہے۔ کچھ مغربی ممالک

① صحیح مسلم : ۱۱۵۶۲۔ سنن أبی داؤد : ۲۴۲۰۔ جامع ترمذی : ۷۴۹۔ سنن

ابن ماجہ : ۱۷۱۳۔

ایسے بھی ہیں کہ وہاں یوم عرفہ کو ذوالحجہ کی دس تاریخ ہوتی ہے۔ اگر سعودیہ کے اعتبار سے انھیں عرفہ کا دن کا روزہ رکھنے کا مکلف قرار دیا جائے تو وہ اپنے لحاظ سے دس ذوالحجہ کو روزہ رکھیں گے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اس دن روزہ رکھنے سے منع کیا ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ ہم اپنے حساب سے نویں ذوالحجہ کا روزہ رکھیں۔

⑤ ہمارے اور سعودیہ کے طلوع و غروب میں دو گھنٹے کا فرق ہے۔ اگر عرفہ کے روزہ کو سعودیہ میں یوم عرفہ سے وابستہ کر دیا جائے تو جب ہم روزہ رکھیں گے تو اس وقت سعودیہ میں یوم عرفہ کا آغاز نہیں ہوا ہوگا۔ اسی طرح جب ہم روزہ افطار کریں گے تو سعودیہ کے لحاظ سے یوم عرفہ ابھی باقی ہوگا، یہ الجھنیں صرف اس صورت میں دور ہو سکتی ہیں کہ ہم اپنے روزے کو سعودیہ سے وابستہ نہ کریں بلکہ اپنے حساب سے نویں ذوالحجہ کا تعین کر لیں۔ ان وجوہات کا تقاضا ہے کہ عرفہ کا روزہ ہم اپنے لحاظ سے نویں ذوالحجہ کو ہی رکھیں، خواہ اس وقت یوم عرفہ ہو یا نہ ہو۔^①

حافظ عبد المنان نور پوری رحمہ اللہ کا فتویٰ:

سوال نو ذوالحجہ کے روزے کے فضائل تو حدیث میں ثابت ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھتا ہوں کہ یوم عرفہ نو ذوالحجہ کے روزہ کے بدلے میں اللہ تعالیٰ ایک گزشتہ اور ایک آئندہ سال کے گناہ معاف فرمائیں گے اور یوم عاشورا کے روزہ کے بدلے میں گزشتہ ایک سال کے گناہ معاف فرمائیں گے۔^②

ایک عالم دین جو صحیح بخاری پڑھتے ہیں، ان کا موقف ہے کہ عرب کا نو ذوالحجہ کا روزہ ہمارے ہاں آٹھ ذوالحجہ کا روزہ بنتا ہے، لہذا ہمیں نو کے بجائے آٹھ ذوالحجہ کا روزہ رکھنا چاہیے۔ نیز عرفہ کا روزہ، میدانِ عرفات میں حاجی صاحبان رکھیں یا نہ رکھیں؟

① فتاویٰ اصحاب الحدیث: ۱۱/۲۲۱، ۲۲۰۔

② مختصر صحیح مسلم: ۶۲۰۔

جواب پاکستان اور سعودی عرب کے مابین قمری تاریخ کا فرق ہے۔ کبھی ایک یوم اور کبھی دو یوم، معلوم ہے بڑی عید اور چھوٹی عید پاکستان کی تاریخ کے مطابق سنائی جاتی ہے۔ اسی طرح رمضان المبارک کا آغاز بھی ملکی تاریخ کے موافق ہوتا ہے۔ ان تینوں امور میں اپنے ملک کی قمری تاریخ کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ ظاہر ہے اس کے جو دلائل ہیں وہ ۹ ذوالحجہ پر بھی صادق آتے ہیں، لہذا ۹ ذوالحجہ میں بھی اپنے ملک ہی کی قمری تاریخ معتبر ہوگی۔

کریب رضی اللہ عنہ: جو ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام ہیں، سے مروی ہے:

”سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ سیدہ ام فضل رضی اللہ عنہا نے انھیں (کریب رضی اللہ عنہ کو) سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس شام بھیجا۔ کریب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے شام آ کر ان کا کام کیا۔ میں ابھی شام ہی میں تھا کہ رمضان کا چاند نظر آ گیا۔ میں نے بھی جمعہ کی رات چاند دیکھا، پھر میں رمضان کے آخر میں مدینہ واپس آ گیا۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے چاند کے بارے میں مجھ سے دریافت کیا کہ تم نے (وہاں) چاند کب دیکھا تھا؟ میں نے جواب دیا: ”ہم نے تو جمعہ کی رات کو دیکھا تھا۔“

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے پھر پوچھا: ”کیا تم نے بھی دیکھا تھا؟“ میں نے جواب دیا: ”ہاں، بہت سے آدمیوں نے بھی دیکھا تھا اور سب لوگوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ (دوسرے دن بھی یعنی ہفتہ کا) روزہ رکھا تھا۔“ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”ہم نے تو چاند ہفتہ کے دن (یعنی ایک دن کے فرق سے) دیکھا ہے۔ ہم اسی حساب سے روزے رکھتے رہیں گے، یہاں تک کہ تیس دن پورے کر لیں۔“ کریب رضی اللہ عنہ نے کہا: ”کیا آپ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی رویت اور ان کے روزے کو کافی نہیں سمجھتے۔“ فرمایا: ”نہیں! ہمیں رسول اکرم ﷺ نے اسی طرح حکم فرمایا ہے۔“^①

اس حدیث سے پتا چلا کہ ہر علاقے کا علاقائی طور پر چاند کا نظر آنا اور دیکھنا معتبر ہوگا اور روزہ، عیدین، یوم عاشوراء، یوم عرفہ اور دوسرے تمام شرعی احکامات میں ہر علاقہ کی اپنی رویت ہی معتبر ہوگی۔^①

سال بھر کا افضل دن:

ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن اس بنا پر بھی اہم ہیں کہ ان میں دسویں ذوالحجہ کا دن سال بھر کے ایام سے افضل و ارفع ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن قرط رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« إِنَّ أَعْظَمَ الْأَيَّامِ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمُ النَّحْرِ ثُمَّ يَوْمُ الْقَرِّ وَهُوَ الَّذِي يَلِيهِ »
 اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظیم ترین دن یوم نحر (دس ذوالحجہ) پھر دس ذوالحجہ سے اگلا دن (گیارہ ذوالحجہ) ہے۔^②

یہ حدیث دلیل ہے کہ یوم نحر سال کے تمام ایام سے افضل دن ہے اور امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی کی تائید کی ہے۔

سوال یوم عرفہ، جمعہ، عید الفطر اور یوم نحر میں سے کون سا دن افضل ہے؟

جواب علماء کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ ہفتہ کے دنوں میں سے جمعہ کا دن افضل ہے اور سال کے تمام دنوں سے یوم نحر (دس ذوالحجہ) افضل ہے۔ البتہ کچھ علماء نے یوم عرفہ کو بھی افضل قرار دیا ہے لیکن پہلا موقف رائج ہے کیونکہ اس کی فضیلت میں نبی ﷺ سے مروی ہے کہ ”اللہ کے نزدیک تمام ایام سے افضل دن یوم نحر (دس ذوالحجہ) پھر گیارہ ذوالحجہ ہے۔“

نیز یہ دن اس لیے بھی فضیلت کا حامل ہے کہ اس میں مزدلفہ کا وقوف، جمرہ عقبہ کو رمی

① احکام و مسائل از حافظ عبد المنان نور پوری: ۲/۴۱۹، ۴۱۸۔

② صحیح: سنن أبی داؤد: ۱۷۶۵۔ مسند أحمد: ۴/۳۵۰۔ صحیح ابن خزيمة:

۲۹۱۷۔ مستدرک حاکم: ۴/۲۲۱۔



کرنا، قربانی، حلق اور طوافِ افاضہ جیسی عظیم عبادات کا اہتمام ہوتا ہے اور باتفاق علماء یہ سال بھر کی افضل عبادت ہیں جو اس مبارک دن میں انجام پذیر ہوتی ہیں۔^①

یوم عرفہ کا روزہ میدانِ عرفات میں:

یوم عرفہ کا روزہ میدانِ عرفات میں مکروہ ہے کیونکہ اس دن مشقت طلب مناسک ادا کرنا ہوتے ہیں جن کی حالت روزہ میں انجام دہی کافی مشکل ہے۔ لہذا حجاج کرام کے لیے یوم عرفہ کا روزہ ترک کرنا بہتر ہے۔ نیز عرفات میں نبی کریم ﷺ کا یوم عرفہ کا روزہ چھوڑنا بھی اس عمل کے مکروہ ہونے کی دلیل ہے۔

① سیدہ ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

”شَكَ النَّاسُ يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صَوْمِ النَّبِيِّ ﷺ فَبَعَثْتُ إِلَى النَّبِيِّ بِشَرَابٍ فَشَرِبَهُ“

”عرفہ کے دن لوگوں نے نبی ﷺ کے روزے میں شک کیا (کہ نہ معلوم آپ ﷺ نے اس دن روزہ رکھا ہے یا نہیں؟) تو میں نے نبی ﷺ کی طرف (حقیقت حال سے واقفیت کے لیے) مشروب (دودھ) بھیجا تو آپ ﷺ نے اسے نوش فرمایا۔“^②

② نیز جس روایت میں عرفات میں یوم عرفہ کی ممانعت ہے، وہ کمزور اور ناقابلِ احتجاج ہے۔ وہ ضعیف روایت ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَةَ“

”بے شک رسول اللہ ﷺ نے عرفات میں عرفہ کے دن کے روزہ سے منع فرمایا۔“^③

① فتاویٰ ابن تیمیہ : ۲۵ / ۲۸۸۔

② صحیح بخاری : ۱۶۵۸۔ صحیح مسلم : ۱۱۲۳۔

③ ضعیف : سنن أبی داؤد : ۲۴۴۰۔ سنن ابن ماجہ : ۱۷۳۲۔ الضعیفہ : ۴۰۴۔ اس

میں مہدی بن حرب العبیدی مجہول راوی ہے۔

عشرہ ذوالحجہ میں ممنوع افعال

جو شخص قربانی کا ارادہ رکھتا ہے، وہ ذوالحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد نہ سر کے بال کٹوائے، نہ ڈوائے، نہ سوچھیں کتروائے، نہ زیر ناف بال مونڈے، نہ زیر بغل بال اکھاڑے اور نہ ناخن ترشوائے، تاوقتیکہ وہ قربانی نہ کر لے۔ یہ تمام کام ایسے شخص کے لیے ناجائز و ممنوع ہیں:

① سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِذَا دَخَلْتَ الْعَشْرُ وَأَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَصْغِيَ فَلَا يَمَسُّ مِنْ شَعْرِهِ وَبَشَرِهِ شَيْئًا »

”جب دس ذوالحجہ (یعنی ذوالحجہ کا چاند طلوع ہو) کا آغاز ہو اور تم میں سے کوئی شخص قربانی کرنا چاہے تو وہ اپنے بال اور جلد کے کسی حصہ کو نہ لے (یعنی بدن کے کسی حصہ سے بال نہ اتروائے)۔“ ①

② ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَنْ كَانَ لَهُ ذَنْبٌ يَذْبَحُهُ، فَإِذَا أَهْلُ هِلَالٍ ذِي الْحَجَّةِ، فَلَا يَأْخُذَنَّ مِنْ شَعْرِهِ وَلَا مِنْ أَظْفَارِهِ شَيْئًا، حَتَّى يَصْغِيَ »

”جس کے پاس ذبیحہ ہے، جسے وہ ذبح کرنا چاہتا ہے، پس جب ہلال ذوالحجہ طلوع ہو جائے تو جب تک وہ قربانی نہ کر لے اپنے بال اور ناخنوں سے کچھ نہ کاٹے۔“ ②

① صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب نہی من دخل علیہ عشری ذی الحجۃ، وهو یرید التضحیۃ..... الخ : ۱۹۷۷۔ سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب من أراد ان یضحی..... الخ : ۴۳۶۹۔ سنن ابن ماجہ، أبواب الأضاحی، باب من أراد أن یضحی فلا یأخذ فی..... الخ : ۳۱۴۹۔

② صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب نہی من دخل علیہ عشر ذی الحجۃ وهو یرید التضحیۃ..... الخ : ۱۹۷۷۔ سنن ابی داؤد : ۲۷۹۱۔

③ عمرو بن مسلم بن عمار لشیخہ بیان کرتے ہیں:

« كُنَّا فِي الْحَمَّامِ قُبَيْلَ الْأَضْحَى فَاطْلَى فِيهِ أَنْاسٌ، فَقَالَ بَعْضُ الْحَمَّامِ، إِنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَكْرَهُ هَذَا أَوْ يَنْهَى عَنْهُ فَلَقِيتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ: يَا ابْنَ أَخِي، هَذَا حَدِيثٌ قَدْ نُسِيَ وَتُرِكَ حَدَّثْتَنِي أُمُّ سَلَمَةَ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَ عِنْدَهُ ذَبْحٌ يُرِيدُ أَنْ يَذْبَحَهُ فَإِذَا أَهْلٌ هَلَالٌ ذِي الْحَجَّةِ فَلَا يَمَسُّ مِنْ شَعْرِهِ وَظُفْرِهِ شَيْئًا حَتَّى يُضْحِيَ »

”ہم عید الاضحیٰ سے چند روز قبل حمام میں تھے کہ حمام میں کچھ لوگوں نے (زیر ناف بالوں کی صفائی کے لیے) بال صفا پاؤڈر استعمال کیا، اس پر کسی حمام نے کہا: سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ اس عمل (ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں میں بال مونڈھنا) کو مکروہ قرار دیتے ہیں یا اس سے منع کرتے ہیں، پھر میری (راوی) سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو میں نے (مذکورہ واقعہ) انھیں بیان کیا تو انھوں نے کہا، بھیجے! یقیناً یہ حدیث بھلا دی گئی ہے اور متروک ہو چکی ہے، مجھے نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس کے پاس قربانی کا جانور موجود ہے، جسے وہ ذبح کرنا چاہتا ہے سو جب ہلال ذی الحجہ طلوع ہو جائے تو جب تک قربانی نہ کر لے اپنے بال اور ناخن بالکل نہ چھوئے۔“ ①

① صحیح مسلم، کتاب الاضاحی: ۱۹۷۷۔ سنن بیہقی: ۲۶۶/۹، ۲۶۷۔ صحیح

ابن حبان: ۵۹۱۸۔

فوائد:

① قربانی کا ارادہ رکھنے والا ذوالحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن جسم کے کسی حصے کے بال نہ کاٹے، نہ مونڈھے اور نہ اکھاڑے اور ناخن نہ تراشے، یہ عمل اس کے لیے حرام ہے۔

② قربانی کے بعد جسم کے بال کاٹنا، مونڈھنا، اکھاڑنا اور ناخن تراشنا جائز و مباح ہے۔

③ امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ بعض شافعیہ کہتے ہیں: ”ناخن نہ لینے کی ممانعت سے مقصود ناخن تراشنا، توڑنا یا کسی بھی طریقے سے ناخن زائل کرنا ہے اور بال کاٹنے کی ممانعت سے مراد یہ ہے کہ (ان دنوں میں) بال مونڈھ کر، ہلکے کر کے، اکھاڑ کر، جلا کر یا بال صفا پاؤڈر استعمال کر کے بال زائل نہ کیے جائیں اور اس حکم میں زیر بغل، زیر ناف بال، مونچھیں اور سر کے بال یکساں حکم رکھتے ہیں۔

سیدنا ابراہیم مروزی رحمہ اللہ کہتے ہیں: بدن کے تمام اجزاء کا حکم بال ناخنوں کی مثل ہے (یعنی بدن کے کسی بھی حصہ کے بال قطعاً زائل نہ کیے جائیں) اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

« فَلَا يَمَسُّ مِنْ شَعْرِهِ وَبَشَرِهِ شَيْئًا »

”وہ اپنے بال اور جلد کو بالکل نہ چھوئے۔“ ①

مذہب و آراء:

جس شخص کا قربانی کا ارادہ ہے، اس کے لیے ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں میں بال اور ناخن زائل کرنا حرام، مکروہ تنزیہی یا جائز ہیں اس بارے ائمہ اربعہ کی مختلف آراء ہیں، جنہیں ذکر کرنے کے بعد ہم رائج موقف کی نشاندہی کریں گے:

① سعید بن مسیب، ربیعہ، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، داؤد ظاہری اور بعض شافعیہ کا مذہب ہے کہ جس نے قربانی کرنی ہے، اس کے لیے بال زائل کرنا اور ناخن تراشنا

① شرح النووی: ۱۳/۱۳۷، ۱۳۸۔

حرام ہے، تاوقتیکہ وہ قربانی ذبح نہ کر لے۔

- ② امام شافعی اور ان کے اصحاب کا موقف ہے کہ یہ عمل مکروہ تنزیہی ہے، حرام نہیں۔
- ③ امام ابوحنیفہ کہتے ہیں: یہ عمل مکروہ نہیں (بالکل جائز ہے) کیونکہ قربانی کرنے والے پر بیوی سے مباشرت اور لباس پہننا حرام نہیں، لہذا جیسے قربانی نہ کرنے والے کے لیے بال زائل کرنا اور ناخن تراشنا مکروہ نہیں اسی طرح قربانی کرنے والے کے لیے یہ چیزیں بھی مکروہ نہیں ہیں۔

(لیکن احادیث الباب ابوحنیفہ کے موقف کی تردید کرتی ہیں۔ نیل الاوطار: ۱۱۹/۵)

④ امام مالک رحمہ اللہ سے تین اقوال منقول ہیں:

- ۱۔ مکروہ نہیں۔ ۲۔ مکروہ ہے۔ ۳۔ نفل قربانی میں حرام اور فرض قربانی میں غیر مکروہ ہے۔^①

رانج موقف:

اول الذکر علماء کا موقف کہ ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں میں بال اور ناخن زائل کرنا حرام ہے، رانج ہے۔ کیونکہ نہی حرمت پر دلالت کرتی ہے اور یہاں کوئی قرینہ صارفہ نہیں، جو نہی کو کراہت پر محمول کرے۔

- ① ابن قدامہ کہتے ہیں: ”یہاں (بال اور ناخن زائل کرنے کی) نہی حرمت کے متقاضی ہے۔“^②

- ② امام شوکانی لکھتے ہیں کہ ”(احادیث الباب کا) ظاہر مفہوم حرمت کے قائلین کے موقف کی تائید کرتا ہے کہ جس کا قربانی کا ارادہ ہو اس کے لیے بال اور ناخن زائل کرنا حرام ہیں۔“^③

① شرح النووی: ۱۳۷/۱۳۔ المغنی ابن قدامہ مع الشرح الكبير: ۹۶/۱۱۔

② المغنی لابن قدامہ مع الشرح الكبير: ۹۶/۱۱۔

③ نیل الاوطار: ۱۱۹/۵۔

بال اور ناخن زائل نہ کرنے کی حکمت:

امام نووی رقم طراز ہیں کہ عشرہ ذوالحجہ میں بال اور ناخن کاٹنے کی ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ قربانی کرنے والا کامل الاعضاء رہے اور اسے جہنم سے کامل الاعضاء آزاد کیا جائے۔^①

قربانی کرنے والا اگر بال یا ناخن کاٹ لے تو:

اگر قربانی کا ارادہ کرنے والا عشرہ ذوالحجہ میں بال یا ناخن زائل کر لے تو وہ گناہ گار ضرور ہوگا، اس لیے اس حرام عمل کے ارتکاب سے اجتناب لازم ہے اور بد عملی کی صورت میں استغفار کرنا چاہیے، البتہ اس پر کوئی فدیہ یا جرمانہ نہیں ہے۔ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« إِذَا نَبَتَ هَذَا فَإِنَّهُ يَتْرُكُ قَطْعَ الشَّعْرِ وَتَقْلِيمَ الْأُظْفَارِ، فَإِنْ فَعَلَ اسْتَغْفَرَ اللَّهَ تَعَالَى، وَلَا فِدْيَةَ فِيهِ إِجْمَاعًا سِوَاءَ فَعَلَهُ عَمْدًا أَوْ نِسْيَانًا »

”جب (عشرہ ذوالحجہ میں بال اور ناخن قطع کرنے کی حرمت) ثابت ہو چکی ہے تو قربانی کرنے والے کو بال قطع کرنے اور ناخن تراشنے سے باز رہنا چاہیے۔ پھر اگر وہ اس کا مرتکب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا چاہیے اور اس (گناہ کے ارتکاب پر) بالاجماع اس پر کوئی فدیہ نہیں، خواہ اس نے یہ کام قصداً کیا ہے یا بھول کر۔“^②

گھر کے افراد اس حکم میں شامل ہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ عشرہ ذوالحجہ میں بال کاٹنے اور ناخن تراشنے سے صرف وہ شخص اجتناب کرے گا، جو قربانی کا منتظم اور سرپرست ہے باقی اہل خانہ جن کی طرف سے قربانی کی جارہی ہے یا گھر کے دیگر افراد جو قربانی میں شامل ہیں، وہ ان امور کے پابند

① شرح النووی: ۱۳۸/۱۳۔ نیل الأوطار: ۱۱۹/۵۔

② المغنی لابن قدامہ مع الشرح الكبير: ۹۷/۱۱۔

نہیں، کیونکہ احادیث میں قربانی کا ارادہ رکھنے اور قربانی کرنے والے شخص کے لیے بال اور ناخن زائل کرنے کی ممانعت ہے، باقی افراد اس حکم میں شامل نہیں۔

سعودی فتویٰ کمیٹی کا فتویٰ:

یہ حدیث (جس میں بال اور ناخن کاٹنے کی ممانعت ہے) صرف اس شخص کے ساتھ خاص ہے، جو قربانی کا ارادہ رکھتا ہے اور وہ لوگ جن کی طرف سے قربانی کی جا رہی ہے، وہ چھوٹے ہوں یا بڑے، انھیں بال کاٹنے، مونڈھنے اور ناخن تراشنے کی ممانعت نہیں ہے، کیونکہ اصل جواز ہے اور ہمیں اس جواز کے خلاف کوئی دلیل معلوم نہیں ہے۔^①



① فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء: ۱۳/۵۰۰۔

تکبیرات کا بیان

عشرہ ذوالحجہ میں تکبیرات کا آغاز و اختتام:

عشرہ ذوالحجہ میں تکبیرات کا آغاز و اختتام کب کیا جائے، اس بارے علماء کے مختلف اقوال و مذاہب ہیں:

- ① احمد بن حنبل، ابو یوسف اور امام محمد کا موقف ہے کہ تکبیرات کا محل عرفہ (نو ذوالحجہ) کو فجر سے لے کر ایام تشریق (تیرہ ذوالحجہ) کے آخر تک ہر نماز کے بعد ہے۔
- ② سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، زید بن علی رضی اللہ عنہ، امام مالک رحمہ اللہ قول اور امام شافعی کا ایک قول ہے کہ تکبیرات کا وقت دس ذوالحجہ کی ظہر سے لے کر تیرہ ذوالحجہ کی فجر تک ہے۔
- ③ امام شافعی کا ایک قول یہ بھی ہے کہ تکبیرات کا وقت دس ذوالحجہ کی نماز مغرب سے لے کر تیرہ ذوالحجہ کی فجر تک ہے۔
- ④ امام ابو حنیفہ کہتے ہیں: تکبیرات کا وقت عرفہ، نو ذوالحجہ کی فجر سے لے کر دس ذوالحجہ کی عصر تک ہے۔^①
- ⑤ داؤد ظاہری، زہری اور سعید بن جبیر کا قول ہے کہ تکبیرات کا وقت دس ذوالحجہ کی ظہر: تیرہ ذوالحجہ کے عصر تک ہے۔

رانج موقف:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ عید الاضحیٰ کے دنوں میں تکبیرات کی تعیین کے بارے میں نبی ﷺ سے کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح منقول اقوال کی رو سے رانج ترین موقف یہ ہے کہ تکبیرات کا وقت عرفہ (نوذوالحجہ) کی صبح سے لے کر منیٰ کے آخر دن (تیرہ ذوالحجہ) کی عصر تک ہے۔^①

اس موقف کے قرین صواب ہونے کے دلائل حسب ذیل ہیں:

① عمر بن سعید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ:

”كَانَ يُكَبِّرُ مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ يَوْمَ عَرَفَةَ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ“

”عرفہ کے دن نماز فجر سے لے کر تشریق کے آخری دن (تیرہ ذوالحجہ) کی عصر تک تکبیرات کہتے تھے۔“^②

② حکم بن فروخ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

”أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ كَانَ يُكَبِّرُ مِنْ غَدَاةِ عَرَفَةَ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ“

”بلاشبہ ابن عباس رضی اللہ عنہما عرفہ (نوذوالحجہ) کی صبح سے لے کر ایام تشریق کے آخری دن (تیرہ ذوالحجہ) کی نماز عصر تک تکبیرات کہا کرتے تھے۔“^③

③ امام اوزاعی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

ولید بن مزید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ امام اوزاعی رحمہ اللہ سے عرفہ کے دن تکبیرات کہنے کے بارے میں سوال ہوا تو انھوں نے کہا:

① فتح الباری : ۵۹۵/۲۔

② صحیح : مصنف ابن ابی شیبہ۔

③ صحیح : مستدرک حاکم : ۲۸۹/۱ - سنن بیہقی : ۳۱۴/۳۔

”يُكَبِّرُ مِنْ غَدَاةِ عَرَفَةَ إِلَى آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ كَمَا كَبَّرَ عَلِيٌّ وَ عَبْدُ اللَّهِ“

”یوم عرفہ کی صبح سے لے کر ایام تشریق کے آخری دن (کی نماز عصر) تک تکبیرات کہی جائیں جیسے (ان دنوں میں) علی رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تکبیرات کہی ہیں۔“^①

ضعیف روایات کی نشاندہی:

یوم عرفہ کی صبح سے لے کر تیرہ ذوالحجہ کی عصر تک تکبیرات کے بارے جتنی مرفور روایات منقول ہیں، وہ ضعیف اور ناقابل اعتبار ہیں۔

① سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا صَلَّى الصُّبْحَ مِنْ غَدَاةِ عَرَفَةَ يُقْبِلُ عَلَى أَصْحَابِهِ فَيَقُولُ: «عَلَى مَكَانِكُمْ» وَيَقُولُ: «اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ» فَيُكَبِّرُ مِنْ غَدَاةِ عَرَفَةَ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ»

”رسول اللہ ﷺ جب یوم عرفہ کی صبح نماز فجر ادا کرتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرماتے، اپنی جگہوں پر نکلے رہو اور (یہ کلمات) اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ واللہ اکبر واللہ الحمد کہتے۔ پھر آپ ﷺ عرفہ کی صبح سے لے کر ایام تشریق کے آخری دن کی نماز عصر تک تکبیرات کہتے رہتے تھے۔“^②

② سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

① حسن: مستدرک حاکم: ۳۰۰/۱، عباس بن ولید بن مزید صادق راوی ہے۔

② ضعیف جداً: دار قطنی: ۱۷۱۹، ارواء الغلیل: ۱۲۴/۳، اس حدیث کی سند میں عمر بن شمر متروک راوی اور جابر رضی اللہ عنہ ضعیف راوی ہے۔

« كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُكَبِّرُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ يَوْمَ عَرَفَةَ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ حِينَ يُسَلِّمُ مِنَ الْمَكْتُوباتِ »
 ”رسول اللہ ﷺ عرفہ کے دن نماز فجر سے لے کر ایام تشریق کے دن کی نماز عصر تک فرض نمازوں سے سلام کے بعد تکبیرات کہا کرتے تھے۔“^①

ذوالحجہ کے ابتدائی آٹھ دنوں میں تکبیرات کہنا:

عید الاضحیٰ کا چاند نظر آنے پر تکبیرات شروع کرنے کے بارے کوئی واضح صحیح دلیل موجود نہیں ہے۔ بلکہ اس بارے میں منقول مرفوع و موقوف روایات ضعیف اور ناقابل حجت ہیں لہذا صحیح موقف کی رو سے عید الاضحیٰ میں تکبیرات کا آغاز نو ذوالحجہ کی فجر کے وقت کرنا چاہیے اور اختتام تیرہ ذوالحجہ کی عصر کے بعد کرنا چاہیے، جیسا کہ گزشتہ بحث میں مفصل وضاحت بیان ہوئی ہے۔

ضعیف روایات کا بیان:

① عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

« مَا مِنْ أَيَّامٍ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ وَلَا أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنَ الْعَمَلِ فِيهِنَّ مِنْ هَذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشْرِ، فَأَكْثِرُوا فِيهِنَّ مِنَ التَّهْلِيلِ، وَالتَّكْبِيرِ وَالتَّحْمِيدِ »
 ”ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے ہاں عظیم دن نہیں ہیں اور ان دنوں کے اعمال سے بڑھ کر عام دنوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب نہیں۔ سو تم ان دنوں میں تہلیل و تکبیر اور تحمید کا کثرت سے اہتمام کرو۔“^①

① ضعیف جدًا : دارقطنی : ۱۷۱۸/۲ : ۴۹۔ اس میں عمرو بن شمر مترک ہے اور جابر بھی ضعیف و کذاب راوی ہے۔ اس بارے کئی اور ضعیف روایات بھی ہیں لیکن بخوف طوالت انہیں بیان کرنے سے اجتناب کیا گیا ہے۔

② ضعیف : مسند أحمد : ۷۵/۲، ۱۳۱/۲۔ یزید بن ابی زیاد کوئی ضعیف مدلس راوی ہے اور اس حدیث میں اس کا معنی بھی ہے۔

② ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« مَا مِنْ أَيَّامٍ أَفْضَلُ عِنْدَ اللَّهِ وَ لَا الْعَمَلُ فِيْهِنَّ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ هَذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشْرِ، فَأَكْثِرُوا فِيْهِنَّ مِنَ التَّهْلِيلِ، وَالتَّكْبِيرِ، وَذِكْرِ اللَّهِ، فَإِنَّهَا أَيَّامُ التَّهْلِيلِ، وَالتَّكْبِيرِ، وَذِكْرِ اللَّهِ »
 ”اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن باقی دنوں سے افضل ہیں اور ان کے اعمال (باقی دنوں کے اعمال سے) زیادہ محبوب ہیں۔ چنانچہ ان دنوں میں تہلیل و تکبیر اور ذکر کا بکثرت اہتمام کرو، کیونکہ یہ تہلیل و تکبیر اور ذکر اللہ کے دن ہیں۔“ ①

③ صحیح بخاری میں معلق روایت ہے:

« كَانَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ هُرَيْرَةَ يَخْرُجَانِ إِلَى السَّوْقِ فِي أَيَّامِ الْعَشْرِ، يُكَبِّرَانِ وَيُكَبِّرُ النَّاسُ بِتَكْبِيرِهِمَا »

”سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں میں بازار میں نکل کر تکبیرات کہتے اور لوگ بھی ان کی تکبیر کے ساتھ تکبیرات کہتے تھے۔“ ②

④ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ویزر اسم اللہ فی ایام معلومات کی تفسیر بیان کی ہے کہ ایام معلومات سے مراد ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن ہیں۔ ③

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس تفسیری قول سے یہ استدلال لینا کہ ذوالحجہ کے ابتدائی دس

① ضعیف جدًا : شعب الإيمان للبيهقي: ۳/۳۵۶- ضعیف ترغیب و ترہیب: ۷۳۰۵- عبد اللہ بن محمد بن وہب دینوری معجم بالکذب اور یحییٰ بن یحییٰ رطلی ضعیف راوی ہے۔

② صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب فضل العمل فی ایام العشر، اسنادہ ضعیف (یہ اثر معلق اور بے سند ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، حافظ ابن حجر بیان کرتے ہیں یہ اثر مجھے مفصل سند کے ساتھ نہیں ملا اور امام بیہقی اور امام بغوی نے بھی اس اثر کو معلق روایت کیا ہے) [فتح الباری: ۵۹۰/۳]

③ صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب فضل العمل فی ایام التشریق :

دنوں میں تکبیرات مشروع ہیں۔ درست نہیں کیونکہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بھی مروی ہے کہ 'ایام معلومات، یوم نحر اور اس کے بعد کے تین دن ہیں اور امام طحاوی نے اس مؤخر الذکر قول کو رائج قرار دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

﴿وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّنْ بَهِيمَةٍ

رَزَقَهُم مِّنْ بَهِيمَةٍ الْأَنْعَامِ﴾ [الحج: ۲۸]

”اور وہ چند معلوم دنوں میں اللہ کا ذکر کریں جو اللہ نے انھیں پالتو جانور عطا کیے ہیں۔“

سے معلوم ہوتا ہے کہ ایام معلومات سے مراد قربانی کے دن ہیں۔ (ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن نہیں) ①

نیز سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ذاتی فعل بھی ان کے اول الذکر قول کے مخالف ہے، جیسا کہ عکرمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

«أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ كَانَ يُكَبِّرُ مِنْ عِدَاةٍ عَرَفَةَ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ»

”بلاشبہ ابن عباس رضی اللہ عنہما عرفہ کی فجر سے لے کر ایام تشریق کے آخری دن کی نماز عصر تک تکبیرات کہا کرتے تھے۔“ ②

تکبیرات کے اوقات:

تکبیرات کہنے کے مخصوص اوقات نہیں ہیں بلکہ ان دنوں تمام اوقات میں تکبیرات کا اہتمام مستحب عمل ہے، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

«كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُكَبِّرُ فِي قُبَّتِهِ بِمَنَى، فَيَسْمَعُهُ أَهْلُ

① فتح الباری: ۲/۵۹۰۔

② صحیح: مستدرک حاکم: ۱/۲۹۹، بیہقی: ۳/۳۱۴۔



الْمَسْجِدِ فَيَكْبِرُونَ وَيَكْبِرُ أَهْلُ الْأَسْوَاقِ حَتَّى تَرْتَجَّ مِنْهُ نَكْبِيرًا) ”عمرؓ منیٰ میں اپنے خیمے میں تکبیرات کہتے اور ان کی تکبیرات سن کر اہل مسجد اور بازار میں موجود لوگ تکبیرات کہتے حتیٰ کہ منیٰ تکبیر کی آواز سے گونج اٹھتا۔“

”وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَكْبِرُ بِمَنْىَ تِلْكَ الْأَيَّامَ وَخَلْفَ الصَّلَوَاتِ، وَعَلَى فِرَاشِهِ، وَفِي فُسْطَاطِهِ وَمَجْلِسِهِ وَمَمَشَاهُ، وَتِلْكَ الْأَيَّامَ جَمِيعًا“

”ابن عمرؓ منیٰ میں، منیٰ کے دنوں میں، نمازوں کے بعد، اپنے بستر پر، اپنے خیمے میں، اپنی مجلس میں اور چلتے پھرتے ان تمام دنوں میں تکبیرات کہا کرتے تھے۔“

”وَكَانَ النِّسَاءُ يَكْبِرْنَ خَلْفَ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ، وَعُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ لَيْلَى التَّشْرِيقِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْمَسْجِدِ“

”اور عورتیں تشریق کی راتوں میں ابان بن عثمان اور عبد العزیز کے پیچھے مردوں کے ساتھ مسجد میں تکبیرات کہتی تھیں۔“^①

فوائد:

① حافظ ابن حجرؒ بیان کرتے ہیں:

”امام بخاریؒ نے اس موقف کو اختیار کیا ہے کہ تکبیرات کے دنوں میں تمام اوقات میں سبھی افراد (مرد و زن اور مقیم و مسافر) کے لیے تکبیرات کہنا مشروع ہیں اور مذکورہ بالا آثار اس موقف کی تائید کرتے ہیں۔“^②

② امام شوکانیؒ کہتے ہیں:

”راجح مسئلہ یہ ہے کہ محض نمازوں کے بعد مخصوص اوقات میں تکبیرات کہنا مستحب نہیں بلکہ تکبیرات کے تمام دنوں میں ہر وقت تکبیرات کہنا مستحب فعل ہے اور اوپر

① صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب التکبیر ایام منیٰ، وإذا غدا إلى العرفة۔

② فتح الباری: ۵۹۵/۲۔

بیان کردہ آثار اس کی دلیل ہیں۔“^①

③ ایام تشریق میں تکبیرات کے مخصوص اوقات نہیں ہیں بلکہ ان دنوں میں ہر وقت تکبیرات کہنا مستحب فعل ہے۔^②

نیز جس روایت میں فرض نمازوں کے بعد تکبیرات کہنے کی تخصیص ہے، وہ روایت ضعیف ہے، جو سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ يَوْمَ عَرَفَةَ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ حِينَ يُسَلِّمُ مِنَ الْمَكْتُوباتِ »

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ کے دن نماز فجر سے لے کر ایام تشریق کے آخری دن کی نماز عصر تک (اس وقت) فرض نمازوں سے سلام پھیرتے وقت تکبیرات کہا کرتے تھے۔“^③

عورتیں بھی تکبیرات کہیں گی:

جس طرح عیدین میں مردوں کو تکبیرات کہنے کا حکم ہے، عورتیں بھی اس حکم میں شامل ہیں اور عورتوں کے لیے بھی تکبیرات کہنا مستحب فعل ہے۔ اس کے مزید دلائل حسب ذیل ہیں:

① صحیح بخاری میں ترجمۃ الباب میں مذکور ہے:

« وَكَانَ النِّسَاءُ يُكَبِّرْنَ خَلْفَ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ، وَعَمْرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ لَيَالِي التَّشْرِيقِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْمَسْجِدِ »

① نیل الأوطار: ۳/۳۳۴۔

② فقہ السنہ: ۱/۳۰۷۔

③ دارقطنی: ۲/۴۹۷: ۱۷۱۷۔ نصب الرایۃ: ۳/۴۰۶، إسناده ضعیف جداً، عمرو بن شمر متروک اور جابر بن یزید بن حارث بھی ضعیف اور کذاب راوی ہے۔

”اور عورتیں تشریق کی راتوں میں ابان بن عثمان اور عبدالعزیز کے پیچھے مسجد میں مردوں کے ساتھ تکبیرات کہتی تھیں۔“

تاہم عورتوں کے تکبیرات کہنے کی مشروعیت کے بارے علماء کی مختلف آراء ہیں:

① مالک اور شافعی کا مذہب ہے کہ ایام تشریق میں نمازوں کے بعد عورتوں پر تکبیرات کہنا لازم ہے۔

② ابو حنیفہ کہتے ہیں: ایام تشریق میں عورتیں تکبیرات نہیں کہیں گی۔

③ ابو یوسف اور محمد کا موقف ہے کہ عورتوں کے لیے تکبیرات ایسے ہی مشروع ہیں جیسے مردوں کے لیے تکبیرات مشروع ہیں۔

شرح ابن بطال : ۱۹۲/۴۔

④ سفیان ثوری کی رائے ہے کہ عورتیں نماز باجماعت ادا کرنے کی صورت میں تکبیرات کہیں گی، امام احمد نے بھی اسی قول کو احسن کہا ہے۔

⑤ البتہ امام احمد سے ایک دوسرا قول منقول ہے کہ عورتیں تکبیرات نہ کہیں، کیونکہ تکبیر ایسا ذکر ہے جس میں آواز بلند کرنا مشروع ہے اور اذان کی تکبیرات میں آواز بلند کرنا عورت کے لیے جائز نہیں۔^①

اس مسئلہ میں رائج موقف یہ ہے کہ بلا تعین و تخصیص عورتیں بھی تکبیرات کے دنوں میں ہر وقت تکبیرات کہہ سکتی ہیں، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

”تکبیرات کے اوقات (اور تکبیرات کون کہے) اس بارے میں کافی اختلاف ہے:

① بعض علماء نے تکبیرات کا وقت نماز کے بعد مخصوص کیا۔

② کچھ علماء نے نوافل کے بجائے فرض نمازوں کے بعد کا وقت تکبیرات کے لیے خاص کیا۔

① المغنی مع الشرح الكبير : ۲۴۸/۲۔

③ بعض علماء نے تکبیرات کو عورتوں کے بجائے مردوں کے ساتھ خاص کیا ہے۔

④ کچھ نے منفرد کے بجائے نماز باجماعت کی تخصیص کی ہے۔

⑤ بعض نے قضا نماز کو چھوڑ کر ادا نماز کی شرط عائد کی ہے۔

کچھ علماء نے مسافر کے سوا مقیم کی قید لگائی ہے لیکن امام بخاری نے اس مسئلہ کو اختیار کیا ہے کہ تکبیرات کہنا (تمام اوقات اور) تمام افراد (مرد، عورت، مقیم و مسافر سبھی کے لیے) مشروع و جائز ہے اور ترجمۃ الباب میں منقول آثار اس موقف کی تائید کرتے ہیں۔^①

حائضہ عورتیں بھی تکبیرات کہیں گی!

عیدین میں حائضہ عورتوں کو بھی تلقین ہے کہ وہ تکبیرات کا اہتمام کریں۔ امام عطیہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتی ہیں:

«كُنَّا نُوَمِّرُ أَنْ نَخْرُجَ يَوْمَ الْعِيدِ، حَتَّى نُخْرِجَ الْبِكْرَ مِنْ خِذْرِهَا، حَتَّى نُخْرِجَ الْحَيْضَ فَيَكُنَّ خَلْفَ النَّاسِ، فَيَكْبِرْنَ بِتَكْبِيرِهِمْ، وَيَدْعُونَ بِدُعَائِهِمْ يَرْجُونَ بَرَكَةَ ذَلِكَ الْيَوْمِ وَطَهْرَتَهُ»

”ہمیں عید کے دن (عید گاہ میں) بچہ کا حکم دیا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ (ہمیں حکم ہوتا کہ) ہم دوشیزہ کو اس کی خلوت گاہ سے اور حائضہ عورتوں کو بھی نکالیں اور وہ (حائضہ عورتیں) لوگوں کے پیچھے رہیں اور ان کی تکبیرات کے ساتھ تکبیرات کہیں۔ ان کی دعاؤں کے ساتھ دعا کریں اور وہ اس دن کی برکت اور گناہوں سے پاکی کی امید رکھیں۔“^②

① فتح الباری : ۵۹۵/۲۔

② صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب التکبیر ایام منیٰ و إذا غدا إلى عرفۃ : ۹۷۱۔

تنبیہ:

① ابن قدامہ حنبلی بیان کرتے ہیں:

«وَيَنْبَغِي لَهُنَّ أَنْ يَخْفِضْنَ أَصْوَاتَهُنَّ حَتَّى لَا يَسْمَعَهُنَّ الرِّجَالُ»
 ”عورتوں کے لیے مناسب ہے کہ وہ پست آواز میں تکبیرات کہیں حتیٰ کہ مردان
 کی آواز نہ سن سکیں۔“ ①

② ابن رجب حنبلی رقم طراز ہیں: جب عورتیں باجماعت نماز ادا کریں تو وہ بھی مردوں
 کے ساتھ تکبیرات کہیں اس میں کوئی اختلاف نہیں:
 «وَلَكِنَّ الْمَرْأَةَ تَخْفِضُ صَوْتَهَا بِالتَّكْبِيرِ»
 ”لیکن تکبیرات کہتے وقت عورت اپنی آواز پست رکھے۔“ ②

تکبیرات کے الفاظ:

یاد رکھیے! تکبیرات کے متعلق الفاظ رسول اللہ ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں
 بلکہ اس بارے آپ ﷺ کی طرف منسوب آئندہ روایت انتہائی ضعیف ہے۔ جابر بن
 عبد اللہ بیان کرتے ہیں:

«كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى الصُّبْحَ مِنْ غَدَاةٍ
 عَرَفَةً، يُقِيلُ عَلَى أَصْحَابِهِ فَيَقُولُ: عَلَى مَكَانِكُمْ، وَيَقُولُ: اللَّهُ
 أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، وَلِلَّهِ
 الْحَمْدُ»

”رسول اللہ ﷺ عرفہ کی صبح جب نماز فجر ادا کرتے تو اپنے اصحاب کی طرف
 متوجہ ہو کر کہتے: اپنی جگہوں پر برقرار رہیے اور آپ ﷺ یہ کلمات: اللہ اکبر، اللہ

① المغنی لابن قدامہ مع الشرح الكبير: ۲/۲۴۸۔

② فتح الباری لابن رجب: ۷/۵۸۔



اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ واللہ اکبر واللہ الحمد کہتے تھے۔^①
البتہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بسند صحیح تکبیرات کے الفاظ منقول ہیں۔

① ابو عثمان نضدی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں:

(كَانَ سَلَمَانٌ يُعَلِّمُنَا التَّكْبِيرَ يَقُولُ: كَبِّرُوا اللَّهَ، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ مِرَارًا، اللَّهُمَّ أَنْتَ أَعْلَى وَأَجَلُّ مِنْ أَنْ تَكُونَ لَكَ صَاحِبَةٌ، أَوْ يَكُونَ لَكَ وَلَدٌ، أَوْ يَكُونَ لَكَ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ، أَوْ يَكُونَ لَكَ وَلِيٌّ مِنَ الدُّنْيَا وَكَتَبَرُهُ تَكْبِيرًا اللَّهُ أَكْبَرُ تَكْبِيرًا، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَنَا، اللَّهُمَّ ارْحَمْنَا)

”سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہمیں تکبیرات کے الفاظ کی تعلیم دیتے تھے۔ وہ کہتے تم اللہ کی کبریائی بیان کرو (یعنی) بار بار اللہ اکبر کہو (پھر یہ کلمات کہو):

(اللَّهُمَّ أَنْتَ أَعْلَى وَأَجَلُّ مِنْ أَنْ تَكُونَ لَكَ صَاحِبَةٌ أَوْ يَكُونَ لَكَ وَلِيٌّ مِنَ الدُّنْيَا، وَكَتَبَرُهُ تَكْبِيرًا، اللَّهُ أَكْبَرُ تَكْبِيرًا، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَنَا، اللَّهُمَّ ارْحَمْنَا)

”اے اللہ تو اس سے بالا و برتر ہے کہ تیری بیوی ہو، یا تیری اولاد ہو، یا بادشاہت میں تیرا کوئی شریک ہو، یا کمزوری میں تیرا کوئی مددگار ہو، اور اس کی خوب بڑائی

بیان کرو، اللہ واقعی سب سے بڑا ہے،
رحم فرما۔“^②

LIBRARY

Book No.

www.KitaboSunnat.com

Lahore
Islamic
University

دارقطنی: ۵۰/۲۔ أرواه الغلیل: ۷/۳۔ إسناده ضعيف، حدثنا عمرو بن سمر مولى
-Babar Block, Garden Town, Lahore

② صحیح: مصنف عبدالرزاق: ۱۱/۲۹۰: ۲۰۵۸۱، بیہقی: ۳/۳۱۶، حافظ ابن حجر
نے اس اثر کو باعتبار سند صحیح ترین قرار دیا ہے۔ [فتح الباری: ۲/۵۹۵۔

قربانی، عقیقہ اور عشرہ ذی الحجہ



فَصْلُ الْخَطِّ
لِلنَّشْرِ وَالتَّوْزِيعِ
0300-8074150